آثار اکبری

یعنی

تاریخ فتح پور سیکری

جس میں

فتحپور اور سیکری اور دیگر مقامات ملحقہ قصبہ روپ باس - خانوآں - چرپاری - مڈھاکر وغیرہ کی مفصل تاریخ اور وہاں کی قدیم عمارات کی تفصیلوار حالات اور پیمائش کے علاوہ

ضمیمہ میں

حضرت شیخ الاسلام شیخ سلیم چشتی رح اور نواب اسلام خاں چشتی - نواب قطب الدین خاں کوکلتاش نواب محتشم خاں - نواب مکرم خاں - نواب ابراہیم خاں وغیرہ کے حالات بھی مندرج ہیں

مؤلفہ

خاکسار محمد سعید احمد مارہروی مؤلف حیات خسرو و امرائے ہنود و آثار خیر وغیرہ

سنہ ۱۳۲۴ ہجری نبوی صلعم

مطبع اکبری آگرہ میں چھپی

طبع اوّل ۵۰۰ جلد

قیمت فی جلد ۶؍

یا فتاح

خطبۂ قدس است بہ مُلکِ قدیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

حمد بیحد مر خدائے پاک را | آنکہ ایماں داد مُشتِ خاک را
بعد ازیں گوئیم نعتِ مصطفےٰ | آنکہ عالم یافت از نورش صفا
ہر دم از ما صد درود و صد سلام | بر رسول و آل و اصحابش تمام

فتحپور کو ہندوستان کے اُس شہنشاہ اعظم نے آباد کیا تھا۔ جس کا باعظمت عہد ہندوستان کی اسلامی سلطنت کا بہترین زمانہ خیال کیا جاتا ہے۔ وہ کون ہ؟ حضرت عرش آشیانی جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی جس نے نہ صرف خاندان مغلیہ کی بنیاد سلطنت کو انتہائے بلندی تک پہنچا دیا۔ بلکہ اُسے ایسا اُستوار کیا کہ صدیوں تک جنبش نہ ہوئی۔ اس مبارک عہد میں ۲۵-۳۰ برس کے قریب اِس نوآباد شہر کو دارالخلافت کا فخر اور دربار دُربار اکبری کا اعزاز حاصل رہا۔ اب اگرچہ تین سو برس سے یہ ویران پڑا ہے مگر اب بھی اُس میں گذشتہ عظمت کی ایسی یادگاریں باقی ہیں کہ ہندوستان کی کسی گذشتہ دارالحکومت میں اُس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

شمالی ہندوستان میں کسی جگہ اتنا بڑا مجموعہ ایسی نفیس۔ صحیح وسالم اور عظیم الشان عمارات اور محلات کا موجود نہیں ہے۔ جیسا فتحپور میں ہے۔ اور یہ بات

خاص دلچسپی سے دیکھنے کے قابل ہے کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا کے دیگر ممالک میں بھی کوئی جگہ ایسی نہیں بتائی جاسکتی کہ جہاں ایک فرماں روا کے نصف عہد کی اس قدر کثیر عمارتیں موجود ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے جہاندیدہ سیاح اور وسیع النظر مورخ جب اِن عمارتوں کو دیکھتے ہیں۔ تو اس خیال میں محوحیرت رہجاتے ہیں کہ اِس قلیل مدت میں فتحپور جیسے پہاڑی مقام پر کس طرح ایسی نفیس اور عالی شان عمارتیں تعمیر ہوگئیں۔ اِسی عالم خیال میں اکبر اعظم کی اولوالعظمی اور اُس کا جاہ و جلال زندہ اور مجسم ہوکر اُن کے سامنے آکھڑا ہوتا ہے۔ اور اُن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ ایک بڑے مبصّر کا قول ہے کہ فتحپور کو گذشتہ زمانہ کی سنگتراشی کا عجائب خانہ اور نقش ونگار کا طلسم خانہ کہنا زیادہ موزوں ہے۔ باکمال سنگتراشوں اور عالی دماغ نقاشوں نے مختلف عمارات کو عجیب وغریب نقش ونگار اور انواع واقسام کی زیبائشوں سے مزیّن اور مرصّع کیا ہے۔ پتھر کی مضبوطی اور نفاست کا تو کیا کہنا بلکہ جس گارے یا چونے سے پتھروں کو وصل کیا ہے وہ بھی فولاد کو شرماتا اور شیشہ دھات کو مات کرتا ہے۔ بڑے بڑے انجنیر اور کیمسٹ آج تک اُس کے اجزا علیحدہ کرنے سے معذور ہیں۔ اور کسی کی سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ گارا کس ترکیب اور کن اجزا سے بنایا گیا تھا۔

افسوس کہ اب نہ وہ مبارک زمانہ واپس آسکتا ہے۔ نہ اکبر اعظم جس نے فتحپور کو آباد کرکے ایسی نفیس عمارتوں سے آراستہ وپیراستہ کیا تھا پھر زندہ ہوسکتا ہے۔ نہ یہاں پہلی سی رونق ہوسکتی ہے۔ مگر چند مدت سے ہمارے گذشتہ وائسرائے جناب لارڈ کرزن صاحب بہادر کی توجہ خاص سے گورنمنٹ ہند کا سحاب کرم اِن قدیم عمارات کو آبِ حیات سے سیراب کررہا ہے۔ اور جس شاہانہ اولوالعظمی سے ان پرانی یادگاروں کی مرمت اور گذشتہ خط وخال کے دکھانے کی کوشش ہورہی ہے اُس کی نظیر اکبر کے کسی خاص جانشین یعنی سلاطین مغلیہ کے عہد میں بھی نہیں ملتی۔ اِس خاص عنایت کے معاوضہ میں گورنمنٹ ہند اور لارڈ موصوف کا جس قدر

شکریہ ادا کیا جائے تھوڑا ہے۔

مجھے آثار قدیمہ سے خاص دلچسپی اور ذوق ہے۔ فتحپور کی عمارات کی نسبت گورنمنٹ کی اس خاص توجہ کو دیکھکر ایک دن خیال پیدا ہوا کہ ہماری ملکی زبان اُردو میں آج تک فتحپور کی کوئی تاریخ نہیں لکھی گئی۔ انگریزی میں اگرچہ متعدد تاریخیں موجود ہیں مگر اُن میں اوّل تو تفصیلی حالات درج نہیں۔ دوسرے اُردو داں حضرات اُن سے مستفید نہیں ہو سکتے پس اگر فتحپور کی تاریخ اُردو زبان میں لکھ جائے تو اُردو زبان میں ایک تاریخی اضافہ ہو کر آثار قدیمہ سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔ اس خیال کے آتے ہی میں نے خدا پر بھروسہ کر کے اس کام کو شروع کر دیا۔ فتحپور جا جا کر کُل عمارتوں۔ کھنڈروں۔ ٹیلوں کو نظر غور سے دیکھا ہر ایک عمارت کی خود پیمائش کی۔ قرب و جوار کے لوگوں سے ملکر ہر قسم کی تحقیق و تفتیش کی۔ غرضکہ دو تین مہینے کی شبانہ روز محنت کے بعد خدا کے فضل و کرم سے یہ کتاب اختتام کو پہنچی اور **آثار اکبری** کے نام سے موسوم ہوئی۔

کتاب کو مکمل اور دلچسپ بنانے کی خاطر قرب و جوار کے دیگر تاریخی مقامات کی بھی تحقیق و تفتیش کی گئی اور جہاں تک اُن کے حالات دستیاب ہو سکے وہ قلمبند کئے گئے۔ چنانچہ **سیکری** اور **روپ بالس** اور **خانوآں** وغیرہ کی تاریخی اور مشہور روایات اور شاہی عمارات کے حالات کتاب کے اخیر بابوں میں شامل ہیں اور ضمیمہ میں **حضرت شیخ سلیم چشتی** رحؒ اور اُن کے خاندان کے دیگر اُمرا کے حالات بھی تحریر کئے گئے ہیں جنہیں اُمید ہے کہ ناظرین خاص دلچسپی سے ملاحظہ فرمائیں گے۔

کتاب میں جس بات کی کمی رہ گئی وہ فوٹو کے نقشے ہیں۔ میرا دلی ارادہ تھا کہ کتاب میں اس قسم کے نقشے دئے جائیں مگر اس میں اس قدر خرچ آتا تھا جسے نہ میں برداشت کر سکتا تھا نہ ملک اور قوم میں اس وقت تک اتنا مذاق ہے کہ قدر دانی کی امید پر اتنا زر کثیر صرف کیا جاتا۔ مجبوراً چند ضروری اور خاص خاص نقشے

تیار کرائے گئے کہ وہ بھی آگرہ میں نہایت دقت اور صرف سے تیار ہو سکے۔

اب میں اپنے معزز دوست منشی **عابد علی** صاحب امیٹھوی اور منشی **عزیز الدین** صاحب پیرزادہ فتحپوری کا جنہوں نے اس کتاب کی تکمیل میں ہر قسم کی امداد فرمائی محض اس غرض سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان کی خالص اور بےغرض دوستی کی ایک دیرپا یادگار قائم رہے۔ ان کے علاوہ مکرمی **شیخ تجمل حسین** صاحب پیرزادہ اور منشی **ولی الدین** صاحب اور **شیخ عظیم الدین** صاحب پیرزادہ اور اپنے جملہ فتحپوری احباب کا بھی جنہوں نے مجھے امید سے زیادہ امداد دی خاص طور سے مشکور ہوں۔

خاتمہ پر معزز ناظرین سے بصد عجز اس قدر اور التماس ہے۔ کہ میں فن عمارت سے بالکل بے بہرہ ہوں۔ لہذا اگر کسی عماری اصطلاح یا محاورہ میں کوئی غلطی ہوئی ہو تو معذور تصور فرمائیں۔ اور عبارت بے ربط پر خیال نہ فرما کر چشم ہنر بیں سے خاص مضمون پر نظر رکھیں اَلْعُذْرُ عِنْدَ کِرَامِ النَّاسِ مَقْبُوْلٌ

خاکسار

محمد سعید احمد مؤلف حیات خسرو و حیات صالح و اُمرائے ہنود و آثار خیر۔ ساکن قصبہ مارہرہ ضلع ایٹہ

مقام آگرہ ۱۷۔ شوال ۱۳۲۳ ہجری نبوی
مطابق ۱۵ دسمبر ۱۹۰۵ء یوم جمعہ

فہرست مضامین کتاب آثار اکبری

فہرست نقشہ جات

فتحپور سیکری
میدان چوگان
کاروان سرائے
بازار
حمام
مزار بابے میاں
مسجد سنگ تراش
حمام نواب اسلام خاں
(مرتبہ عابد علی اعظمی لکھنوی)

اللہ اکبر
آثار اکبری
یعنی
تاریخ فتحپور سیکری
جل جلالہ
شبیہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ
مؤلفہ
محمد سعید احمد مارہروی
مطبوعہ مطبع اکبری آگرہ

A.AZIZ. AGRA.

باب اوّل

فتحپور سیکری

آبادی - ترقّی - تنزّل
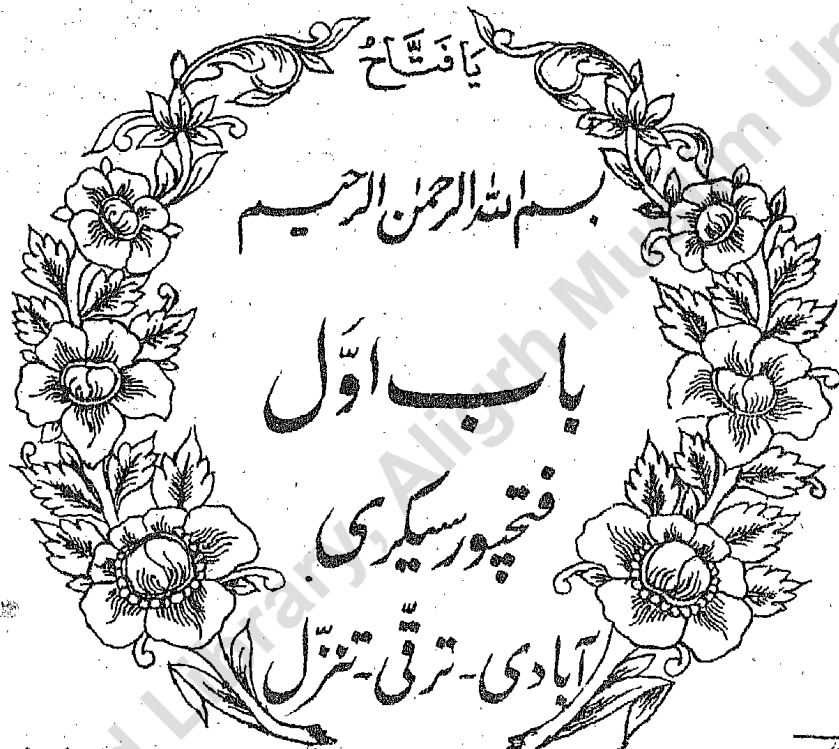
فتحپور، آگرہ سے ۲۳ میل کے فاصلہ پر جانب مغرب واقع ہے - یہ بہت پُرانا قصبہ نہیں ہے بلکہ آج سے قریباً ساڑھے تین سو برس پیشتر اِس کی بنیاد قائم ہوئی تھی - اِس سے پانچ چھ فرلانگ کے فاصلہ پر جو موضع سیکری آباد ہے - یہ عہد سلف میں ایک مشہور قصبہ تھا جو سرکار بیانہ (۱) کے متعلق تھا - اسی کے رقبہ میں فتحپور آباد ہے -

۱۳ - جمادی الثانی ۹۳۳ھ ۱۵۲۶ء کو جب اسی سیکری کے قریب میواڑ کا مشہور فرماں روا سنگرام جو رانا سانگا کے نام سے مشہور اور نہایت شجاع اور بلند حوصلہ راجپوت سردار تھا ۸۰ ہزار سوار - سات راجہ مہاراجہ - نو راؤ - ۱۰۴ راول اور راوت - ۵۰۰ ہاتھی - کل دو لاکھ ایک ہزار سپاہ کے ساتھ اس عزم سے کہ آریا ورت (ہندوستان) کو ملیچھوں سے پاک کرکے ہندوستان کا سب سے بڑا چکرورتی راجہ ہو - شہنشاہ بابر سے جس کے پاس اُس وقت دس بارہ ہزار سے زیادہ فوج نہ تھی برسرپیکار تھا - اور عین حالت جنگ میں جبکہ بابر اور اُس کے اہل فوج کی جانوں پر بنی ہوئی تھی اور کسی کو بچنے کی امید نہ تھی محمد شریف نجومی نے یہ منحوس پیشین گوئی کرکے

(۱) اب یہ مقام ریاست بھرت پور میں ہے ۱۲

کہ مریخ غوب میں ہے اس طرف سے جو لڑیگا۔ شکست ہوگی تمام سپاہ میں اور بھی ہراس اور تزلزل پیدا کر دیا تھا۔ کون کہہ سکتا تھا کہ بابر کی فتح ہوگی (۱) اور اُس کا با اقبال پوتا ہندوستان کا سب سے بڑا اور نیک نام بادشاہ ہو کر اسی جگہ اپنے جاہ و جلال کی ایک ایسی یادگار چھوڑیگا جس کے طلسماتی آثار اور خوش نما نقش و نگار صدیوں تک قائم رہکر نہ صرف گزشتہ صنّاعان کاملین کے قادرانہ کمال کی یادگار ثابت ہونگے بلکہ آیندہ نسلوں کے واسطے مسلمانوں کی گزشتہ عظمت و شان کی زندہ تاریخ کا کام دیکر ہمیشہ بانی کی یاد کو تر و تازہ رکھیں گے۔

اکبر کی پیدائش

اسی طرح جب شیر شاہی اقبال سے ہمایوں کو دم لینے کی بھی فرصت نہ تھی اور وہ نہایت بے سرو سامانی کے ساتھ کبھی پنجاب کبھی سندھ اور کبھی بیکانیر۔ جیسلمیر کے ریگستانوں میں مارا مارا پھرتا تھا شب یکشنبہ ۵۔ رجب ۹۴۹ھ / ۱۵۴۲ء کو امرکوٹ کے مقام پر اقبال کا تارا طلوع ہوا (یعنی اکبر پیدا ہوا) (۲) ہمایوں کی اس وقت کی حالت کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ جب تروی بیگ نام ایک سوار نے اُس کو یہ خوش خبری آکر سُنائی تو اُس کے پاس کچھ دینے کو نہ تھا۔ ترکوں میں یہ رسم ہے کہ جب کوئی ایسی خوش خبری لاتا ہے تو اُسے حیثیت کے موافق کچھ نہ کچھ ضرور دیا جاتا ہے۔ ہمایوں نے داہیں بائیں دیکھا کچھ نظر نہ آیا۔ پھر یاد آیا کہ کمر میں ایک مشک نافہ ہے۔ اُسی کو فوراً نکالکر توڑا اور ذرا ذرا سا مشک سب حاضرین میں تقسیم کر دیا کہ شگون خالی نہ جائے۔ اُس وقت کسی کے خیال میں بھی نہ ہوگا کہ یہ ہی بچہ امیر تیمور کے نام کو روشن کریگا اور اس کی شمیم اقبال اسی مشک کی طرح تمام عالم میں پھیلیگی اب بھائیوں کی نا اتفاقی کہیئے یا شیر شاہ کا اقبال سمجھئے کہ ہندوستان کا کل ملک ہمایوں کے ہاتھ سے نکل گیا اور جب اُس نے کابل میں بھی گزارہ نہ دیکھا تو ایران کا رُخ کیا۔ اُس وقت وہاں شاہ طہماسپ صفوی فرماں روا تھا۔ جس دن سے ہمایوں نے سرحد ایران میں قدم رکھا شاہ موصوف نے کوئی دقیقہ مہمان نوازی کا اُٹھا نہ رکھا۔ تمام قلمرو ایران میں حکم پہونچ گیا تھا

(۱) بابر نے اس فتح کے بعد سیکری کو شکری کے نام سے موسوم کیا تھا (اکبر نامہ جلد اول صفحہ ۸۲)

(۲) اکبر کی ولادت کی تاریخ یہ ہے ع شب یکشنبہ و پنج رجب است
۹۴۹ھ

کہ کسی کی زبان پر شکست کا لفظ نہ آنے پائے کہ مہمان عزیز کا دل آزردہ ہو۔ ہر مقام پر ایرانی اُمرا اور ملازم نہایت دھوم دھام سے ہمایوں کی دعوتیں کرتے اور نذریں دیتے تھے۔ ہرات میں شاہ کا بیٹا فرماں روا تھا۔ اُس نے نہایت تکلف سے دعوت کی۔ باغ میں جشنِ سلطانی منعقد ہوا۔ موسیقی کے ماہر جادوگری کر رہے تھے۔ ایک صاحب کمال نے غزل گانا شروع کی ؎

مبارک منزلے۔ کاں خانہ را ماہے چنیں باشد	ہمایوں کشورے۔ کاں عرصہ را شاہے چنیں باشد

ساری مجلس اُچھل پڑی۔ مگر جب اُس نے یہ دوسرا شعر گایا ؎

زرنج و راحتِ گیتی۔ مشو غمگیں۔ مرنجاں دل	کہ آئینِ جہاں گاہے چناں گاہے چنیں باشد

اس پر ہمایوں کے آنسو نکل پڑے اور سب دم بخود رہ گئے۔

قصہ بہت طول طویل ہے۔ مختصر طور سے یہ سمجھ لیجئے کہ شاہ ایران کی امدادی فوج سے ہمایوں نے کابل کو فتح کیا۔ اس کے بعد سنہ ۹۵۴ھ / ۱۵۴۷ء میں جب کامراں پھر باغی ہوا تو وہ کابل کے اندر اور ہمایوں باہر گھیرے پڑا تھا۔ اکبر، کامراں کے قبضہ میں تھا۔ جس مورچہ پر گولوں کا بہت زور تھا۔ کمبخت نے پونے پانچ برس کے معصوم بھتیجے کو وہاں بٹھا دیا۔ اکبر کی انّا ماہم بیگم نے دوڑ کر گود میں دبکا لیا۔ اور اُدھر سے پیٹھ کر کے بیٹھ گئی کہ اگر گولا لگے تو بلا سے پہلے میں تیجے بچیر۔ ہمایوں کے لشکر میں کسی کو اس حال کی خبر بھی نہ تھی۔ اب خدا کی قدرت دیکھئے کہ یکایک توپ چلتے چلتے بند ہو گئی۔ کبھی مہتابی دکھائی تو رنجک چاٹ گئی۔ کبھی گولا اُگل دیا۔ سنبل خاں میر آتش بڑا تیز نظر تھا اُس نے غور سے دیکھا تو سامنے آدمی بیٹھا معلوم ہوا۔ پھر دریافت سے حقیقت حال معلوم ہوئی۔

جب سنہ ۹۶۱ھ / ۱۵۵۳ء میں ہمایوں نے ہندوستان کی طرف فتح کا نشان کھولا تو با اقبال بیٹا ساتھ تھا۔ ۱۲ برس ۸ مہینے کی عمر تھی باوجود خورد سالی کے معرکہ سرہند میں ہمت و جرأت کے خوب خوب نشان دکھائے آخر یہ معرکہ اُسی کے نام پر فتح ہوا اور دہلی اور آگرہ پر ہمایوں کا قبضہ ہو گیا۔ لیکن اس فتح کو چند ماہ ہی گزرے تھے کہ وہ کتب خانہ کے زینہ سے گر کر جاں بحق ہوا۔ ہمایوں بادشاہ از بام اُفتاد۔ تاریخ ہوئی۔

اکبر کی تخت نشینی

نمازِ جمعہ کے بعد ۲۔ ربیع الثانی سنہ ۹۶۳ھ / ۱۵۵۵ء کو کلانور (گورداسپور کے علاقہ میں ہے) کے

باغ میں جلال الدین محمد اکبر نے تاج تیموری سر پر رکھکر تخت سلطنت پر جلوس کیا۔ اس وقت اُس کی عمر شمسی حساب سے ۱۳ برس ۹ مہینے اور قمری حساب سے ۱۴ برس کچھ مہینے کی تھی۔ خانخاناں بیرم خاں اتالیق۔ سپہ سالار۔ وکیل مطلق جو کچھ بھی سمجھو وہی تھے۔ تقریباً چار برس تک کُل سلطنت کے سیاہ وسفید کے مالک رہے، اکبر صرف شاہ شطرنج کی طرح مسند پر بیٹھا رہتا تھا خانخاناں جس چال چاہتا اُسی چال چلتا تھا۔ اکبر کو بھی کچھ پرواہ نہ تھی وہ نیزہ بازی چوگان بازی کرتا تھا۔ ہاتھی لڑاتا اور باز باشے اُڑاتا اور شکار سے دل بہلاتا تھا۔ سنہ ۹۶۷ھ / ۱۵۵۹ء کے آخر میں خانخاناں کا فیصلہ ہوا اور سنہ ۹۶۸ھ / ۱۵۶۰ء سے اکبر نے خود مختاری کے ساتھ ملک کے کاروبار سنبھالے۔

ناظرین خیال کرینگے کہ فتحپور کی تاریخ شروع کر کے اکبر کی تاریخ لکھنے لگا۔ لیکن فتحپور کی تاریخ کو جو اکبر سے تعلق ہے اس لحاظ سے بغیر اس تمہید کے مزا نہیں آتا تھا۔

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم — چنانکہ حرف عصا گفت موسیٰ اندر طور

فتحپور کی آبادی کی ابتدا

لیجئے اب اصل مطلب کی طرف رجوع ہوتا ہوا۔ اسی سیکری یا شیکری میں ایک بزرگ حضرت شیخ سلیم چشتی (۱) قدس سرہ رہتے تھے۔ آپ ابتدائے حال میں سیکری کے پہاڑ کے اوپر جو کوہ اربلی کی ایک شاخ ہے اور اب جس کے اوپر اور دامن میں فتحپور آباد ہے ایک بڑے غار میں بیٹھکر جو اب بھی مسجد سنگتراش کے اندر موجود ہے عبادت وریاضت کیا کرتے تھے۔ سنہ ۹۴۴ھ / ۱۵۳۷ء میں جب آپ اوّل مرتبہ سفر حج سے واپس تشریف لائے تو اسی غار کے قریب آپ نے سکونت اختیار کی۔ اور چند خلفا اور معتقدین کے مکان بھی قرب وجوار میں تعمیر ہوئے سنہ ۹۵۲ھ / ۱۵۴۵ء میں شیرشاہ کے انتقال کے بعد اُس کا بڑا بیٹا عادل خاں اپنے بھائی سلیم شاہ سے تخت نشینی کے معاملہ میں گفتگو کرنے آیا تو عین شب برات کو اس مقام پر پہنچا اور معہ خواص خاں اپنے ایک امیر کے حضرت شیخ کے مکان پر مقیم ہوا اور تمام رات دعاؤں اور نمازوں میں گزاری۔

سنہ ۹۶۲ھ / ۱۵۵۴ء میں آپ دوبارہ حج کے واسطے تشریف لے گئے۔ اور سنہ ۹۷۱ھ / ۱۵۶۳ء میں واپس آئے

(۱) حضرت کا مفصل ذکر ضمیمہ میں ملاحظہ کیجئے ۱۲

اُس وقت آپ نے اِس پہاڑ پر ایک خانقاہ کی بنیاد ڈالی۔ اس کی نسبت مؤرخین کا بیان ہے
کہ یہ خوبی عمارت میں بے نظیر اور بے مثال تھی۔ غالباً اُسی وقت وہ مسجد تعمیر ہوئی جو مسجد
سنگتراشں کے نام سے موسوم ہے۔ اکبر کی ۲۷-۲۸ برس کی عمر ہوگئی تھی۔ کئی بچے ہوئے اور
مر گئے۔ اس وقت تک لاولد تھا اور اولاد کی بڑی آرزو تھی۔ شیخ محمد بخاری اور حکیم عین الملک
نے شیخ موصوف کے بہت اوصاف بیان کئے۔ اکبر خود سیکری میں گیا۔ اور حضرت شیخ کی
خدمت میں حاضر ہوکر دعا کی التجا کی۔ جہانگیر نے خود اپنی توزک میں لکھا ہے۔ "جن دنوں
والد بزرگوار کو فرزند کی بڑی آرزو تھی۔ ایک پہاڑ میں سیکری علاقہ آگرہ کے پاس شیخ سلیم
نام ایک فقیر صاحب حالت تھے۔ کہ عمر کی بہت منزلیں طے کی ہوئی تھیں۔ اُدھر کے لوگوں
کو اُن سے بڑی عقیدت تھی۔ میرے والد کہ فقرا کے نیاز مند تھے۔ ان کے پاس گئے۔ ایک دن
اثنائے توجہ اور بیخودی کے عالم میں اُن سے پوچھا کہ حضرت! میرے کے فرزند ہونگے۔
فرمایا کہ تمھیں خدا تین فرزند دیگا۔ والد نے کہا کہ میں نے منّت مانی کہ پہلے فرزند کو آپ کے
دامن تربیت و توجہ میں ڈالونگا۔ اور آپ کی مہربانی کو اُس کا حامی اور حافظ کرونگا۔ شیخ کی
زبان سے نکلا کہ۔ مبارک باشد۔ میں بھی اُسے اپنا ہمنام بناؤنگا"(۱) تھوڑے ہی دنوں
میں معلوم ہوا کہ حرم سرا میں راجہ بھاڑا مل کی بیٹی راجہ مان سنگھ کی پھوپھی کو حمل ہے۔ بادشاہ
سُنکر بہت خوش ہوے۔ اور بیگم مذکور کو حریم شیخ میں بھیج دیا۔ خود بھی گئے۔ اور اُس وعدہ کے
انتظار میں چند روز حضرت شیخ کی ملازمت میں رہے۔ اور رنگ محل کی عمارت شیخ کی حویلی اور
خانقاہ کے پاس بنوانی شروع کی۔ اور شیخ کے واسطے ایک جدید عالیشان خانقاہ اور مسجد
کی تعمیر کا حکم دیا۔ (۲)

پیدائش جہانگیر شاہزادہ مراد

۱۷- ربیع الاول ۹۷۷ھ / ۱۵۶۹ء کو جہانگیر اور ۳- محرم ۹۷۸ھ / ۱۵۷۰ء کو شاہزادہ مراد اسی مکان میں
پیدا ہوا۔ دونوں مرتبہ بڑی بڑی خوشی کے سامان ہوئے۔ اور تمام ممالک محروسہ کے قیدی
آزاد ہوگئے۔ دونوں دفعہ اکبر، آگرہ سے اجمیر شریف تک پیادہ پا شکرانے کو گئے۔ وہاں

(۱) توزک جہانگیری مطبوعہ علیگڈھ ۱۸۶۳ء صفحہ ۱

(۲) اکبر نامہ مطبع نولکشور لکھنؤ جلد دوم صفحہ ۲۶۷-۲۶۸- دربار اکبری صفحہ ۷۹۲-۷۹۳- منتخب التواریخ وغیرہ

فتحپور کا آباد ہونا

بھی عالیشان عمارتیں تعمیر کرائیں۔ پورے دو برس بعد ۱۷۔ ربیع الاوّل ۹۷۹ھ (۱۵۷۱ء) کو اکبر حضرت شیخ کے مکان پر تشریف لائے۔ دونوں شاہزادوں کو دیکھا۔ بہت خوش ہوئے۔ اُسی دن حکم دیا۔ "کہ دیوان دولت اور شبستان حشمت کے لئے قصرہائے عالی تعمیر ہوں۔ تمام اُمرا درجۂ اعلیٰ سے لیکر ادنیٰ تک سنگین اور گچکاری کی عمارتوں سے محل اور مکان آراستہ کریں سنگین اور چوڑے چوپڑ کے بازار۔ اوپر ہوادار بالاخانے نیچے مدرسے خانقاہیں اور حمام گرم ہوں۔ شہر میں خانہ باغ۔ باہر باغ لگیں۔ شرفا۔ غربا ہر پیشہ کے لوگ آباد ہو کر دلچسپ مکانوں اور دلکش دُکانوں سے شہر کی آبادی بڑھائیں۔ گرد شہر کے پتھر اور چونے کی فصیل کا دائرہ کھینچیں،،(۱) اکبری حکم کیا تھا سلیمانی حکم کا جلوہ تھا۔ تھوڑی ہی مدت میں دیووں اور پریوں نے طلسماتی شہر بنا کر کھڑا کر دیا۔ آج بھی سیّاحان عالم دیکھ دیکھ کر تعجب کرتے ہیں کہ اس قدر جلد کس طرح اتنی عالیشان اور نفیس عمارتیں تیار ہو گئیں۔ کوئی سمجھ نہیں سکتا کہ یہ انسانوں کی کارستانی ہے یا واقعی دیووں اور پریوں کی مینا کاری ہے۔ چونکہ بابر نے رانا سانگا پر یہیں فتح پائی تھی لہٰذا اکبر نے مبارک شگون سمجھ کر فتح آباد نام رکھا تھا۔ پھر فتحپور مشہور ہو گیا۔ اور بادشاہ کو بھی یہ ہی منظور ہو گیا۔ اور کاغذات شاہی میں دارالخلافت۔ دارالسرور۔ دارالنور۔ دارالسلطنت۔ دارالاقبال کے خطاب کے ساتھ لکھا جانے لگا۔ جہانگیر نے لکھا ہے۔ "کہ والد بزرگوار نے موضع سیکری کو جو میری جائے پیدائش ہے مبارک سمجھ کر اپنا پایۂ تخت مقرر کیا۔ اور ۱۴۔ ۱۵ برس کی مدت میں تمام پہاڑ اور جنگل میں جس میں سوائے درندوں کے کسی کا گزر بھی نہ ہوتا تھا۔ عالیشان اور نفیس عمارتیں۔ سرسبز باغات اور سیرگاہیں تعمیر ہو کر ایک بڑا شہر آباد ہو گیا جو گجرات کی فتح کے بعد فتحپور کے نام سے موسوم ہوا"۔ اِس مضمون کو منشی ولی الدین صاحب فتحپوری نے کیا خوب ادا کیا ہے ؎

پہلے تھا یہ ایک دشتِ ویراں ۔۔۔ رہتے تھے مُدام، دام و دد یاں
پر سیکری گاؤں میں کچھ انساں ۔۔۔ آباد تھے با دلِ پریشاں

القصّہ یہ ایک مکاں ہو تھا
ویرانہ و دشت چار سو تھا

(۱) دربار اکبری صفحہ ۱۱۹ - ۱۲۰ - اکبر نامہ جلد دوم صفحہ ۲۸۲

اس کوہ کا ناگہاں مقدر — چمکا جو مثال مہر انور
ایک برج شرف کا ماہ اس پر — طالع ہوا مثل شاہ خاور

جب گردش و انقلاب نکلا
اس کوہ پہ آفتاب نکلا

یعنی قدم سلیم آیا — اس کوہ پہ بھی کلیم آیا
خضرِ رہِ مستقیم آیا — فیاض و سخی نعیم آیا

مسجد کا جو شوق دل میں آیا
کعبہ سرِ کوہ پر بنایا

بڑھنے لگی پھر تو زیب و زینت — قائم ہوئی ہر طرف عمارت
لٹنے لگی سلطنت کی دولت — بجنے لگی تہنیت کی نوبت

حضرت کی دعا نے پائی تاثیر
پیدا ہوا خلق میں جہانگیر

علامی ابوالفضل، آئین اکبری میں لکھتے ہیں۔ "سرکار بیانہ کا ایک گاؤں سیکری دارالخلافت آگرہ سے ۱۲ کوس کے فاصلے پر واقع ہے اس کی خوش قسمتی نے جب زور کیا تو جہاں پناہ (اکبر) نے اس کو تمام شہروں کا سرتاج بنا دیا۔ یہاں ایک سنگین قلعہ تعمیر کر کے اس کے ایک دروازہ (ہتھیا پول) پر پتھر کے ہاتھی نصب کرائے۔ یہ عالیشان محلات سے مزیّن ہے۔ پہاڑی کی چوٹیوں پر قصر شاہی اور امرائے سلطنت کی عالیشان حویلیاں ہیں۔ نیچے میدانوں میں کوسوں تک بے شمار پُر فضا باغات اور موسم گرما میں ہوا خوری کے واسطے بارہ دریاں بنی ہیں۔ جہاں پناہ نے ایک مسجد۔ مدرسہ۔ خانقاہ اور ایک مقبرہ (درگاہ حضرت شیخ سلیم چشتیؒ) ان ہی پہاڑیوں پر تعمیر کرایا ہے۔ یہاں کی عمارات کی خوبصورتی اور دلربائی اور صنعت کو دیکھ دیکھ کر سیاحانِ دور و نزدیک محو حیرت ہوتے ہیں۔ روئے زمین کی کوئی عمارت قصر ہائے شاہی کی شان و شوکت کو نہیں پہنچتی۔ شہر کے پاس ہی شاہی چوگان اور شکار کھیلنے کا میدان ہے اسی میں ایک مینار (حرم مینار یا ہرن مینار) بنا ہے جس پر بیٹھ کر حضور ہاتھیوں کی لڑائی دیکھا کرتے ہیں۔ خدا نے

اپنے فضل وکرم سے پتھر کی کان بھی یہیں (روپ بانس میں سنگ سرخ کی کان ہے جو اُس وقت فتحپور سے ۲½ کوس اور اب ۵ کوس پر ہے) پیدا کر دی ہے جس میں سے جتنا چاہو پتھر لیلو۔ یہاں کی عمارات کے کل ستون اور پٹیاں یہیں کے پتھر کی ہیں جنہیں گویا خداوند قدیر نے جہاں پناہ ہی کے واسطے امانت رکھا تھا۔ عمدہ ریشمی کپڑے کے کارخانے حضور کے ایما سے یہاں جاری ہیں اور ہر قسم کے اہلِ فن وہنر اور باکمال صناع اس جگہ حضور کی سرپرستی میں جمع ہیں۔ ایک عالیشان سنگین بازار بھی تعمیر کرایا ہے۔ غرضکہ اس شہر کی خوبصورتی اور خوش نمائی کو دیکھکر تمام دنیا کے بڑے بڑے شہر اس پر رشک کرتے ہیں۔ جہاں پناہ نے خود اس کا نام فتح آباد رکھا تھا مگر رعیت نے اس نام کو پسند نہیں کیا اور درخواست کی کہ ہم اپنے شہر کا نام فتحپور رکھنا چاہتے ہیں۔ رعیت کے دلدادہ بادشاہ نے اُن کی درخواست کو بخوشی منظور کیا۔ چنانچہ اب یہ فتحپور کے نام سے موسوم ہے"۔

اب اسے اتفاق وقت کہئے یا جو کچھ خیال کیجئے کہ فتحپور کا دارالخلافت ہونا اکبر کو بہت مبارک ثابت ہوا اور روز بروز فتوحات تازہ ہونے لگیں۔ سنہ ۹۷۹ھ ۱۵۷۱ء ہی میں گجرات فتح ہو کر دکن کا راستہ صاف ہوا۔ دوسرے سال خان اعظم صوبہ دار گجرات کو باغیوں نے قلعہ بند کر دیا تو گھبرا کر اکبر کو عرضی لکھی۔ بادشاہ فتحپور میں دربار کر رہا تھا کہ دفعةً یہ حال معلوم کر کے کھڑا ہو گیا اور چیدہ چیدہ سپاہیوں اور سرداروں کو ساتھ لیکر سانڈنیوں پر سوار ہو گیا۔ اور ۲۷ دن کا راستہ ۷ دن میں طے کر کے گجرات جا پہنچا۔ فیضی نے اس سفر کا فوٹو کیا خوب اُتارا ہے ؎

بہ یک ہفتہ تا احمد آباد رفت	تو گوئی کہ بر مرکب باد رفت
یلاں بر شتر ترکش اندر کمر	شتر چوں شتر مرغ در زیر پر

اکبر کے پہنچتے ہی میدان صاف ہو گیا۔ جب وہ احمد آباد وغیرہ کی مہمیں فتح کر کے پھرا تو فتحپور سے کئی کوس آگے اُمرا استقبال کو حاضر ہوئے۔ فیضی نے سب سے آگے بڑھکر غزل پڑھی۔

نسیم خوش دلی از فتحپور مے آید	کہ بادشاہِ من از راہ دور مے آید
چہ دولت است قدومش کہ ہم ازل خلق	ہزار گونہ طرب در ظہور مے آید
خجستہ باد بعالم قدوم او فیضی	کہ عالمے بمقام حضور مے آید

دوسری سال صوبہ بنگالہ فتح ہوا۔ اس فتح کے شکرانے میں بادشاہ فتحپور سے اجمیر گئے۔ دو بڑے نقارے جو لوٹ میں آئے تھے وہاں نذر چڑھائے۔ اس کے بعد کابل۔ قندھار۔ غزنین کشمیر۔ ٹھٹھہ۔ سواد بنیر۔ بجور۔ تیرہ۔ بنگش۔ اڑیسہ وغیرہ فتح ہو کر کل ہندوستان میں اکبری پھریرہ اُڑنے لگا۔

فتحپور کی تاریخ میں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ وہ احکام اکبری جو اُس عہد کے مایۂ ناز سمجھے جاتے ہیں یہیں سے جاری ہوئے چنانچہ سنہ ۹۸۷ھ/۱۵۷۹ء کے پس و پیش میں جزیہ اور چنگی کا محصول جس کا محاصل کئی کروڑ روپیہ ہوتا تھا معاف کیا گیا۔ سنہ ۹۸۹ھ/۱۵۸۱ء میں یہیں دفتر مردم شماری قائم ہوا۔ اسی سال حکم ہوا کہ تمام شہروں اور منزلوں میں جابجا دو دو مقام مقرر ہوں کہ ہندو مسلمان وہاں کھانا کھائیں اور سامان آسائش سے آرام پائیں۔ سنہ ۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء میں یہیں سے شفاخانوں کی ابتدا شروع ہوئی۔ وغیرہ وغیرہ۔

اکبر کو فتحپور کی رونق اور آبادی و زیبائی اور اعزاز کا اس قدر خیال تھا کہ جب کل ممالک محروسہ کی پیمایش اور جدید بندوبست کی تجویز ہوئی تو فتحپور ہی کو مرکز قرار دیکر چاروں طرف کی پیمایش کا حکم دیا۔ پہلے موضع کا نام آدم پور۔ پھر شیث پور۔ ایوب پور وغیرہ ہو کر یہ ٹھیری کہ تمام موضع پیغمبروں کے نام پر ہو جائیں۔

مرزا سلیمان حاکم بدخشاں کی آمد

یوں تو اکبری عہد میں ہمیشہ فتحپور میں دن عید۔ رات شب برات کا مضمون رہتا تھا۔ خاص خاص تقریبوں اور نوروز کے موقع پر دھوم دھام سے جشن منائے جاتے تھے لیکن دو مرتبہ جو دھوم دھام اور آرایش و زیبایش ہوئی وہ ضرور قابل بیان ہے۔ اوّل مرتبہ ۹۸۳ھ/۱۵۷۵ء میں مرزا سلیمان حاکم بدخشاں کی آمد پر اس قدر مہمان نوازی اور خاطر داری کی گئی کہ نقاروں کی آواز بخارا اور سمرقند تک پہنچی۔ مرزا سلیمان تین واسطے سے امیر تیمور کا پوتا تھا۔ سنہ ۹۸۳ھ/۱۵۷۵ء میں وہ اپنے پوتے مرزا شاہرخ سے تنگ ہو کر دربار اکبری کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں جو خاطر اور مہمان نوازی ہوئی اُسے میں بخوف طوالت نظر انداز کر کے صرف فتحپور کا حال قلمبند کرتا ہوں۔ ۱۵۔ رجب سنہ ۹۸۳ھ/۱۵۷۵ء کو مرزا مذکور نے حدود فتحپور میں قدم رکھا۔ اوّل علما و شرفا و اکابر و مفتی و صدر الصدور۔ پھر اُمرا اور ارکان دولت۔ پھر خود بادشاہ ۵ کوس تک پیشوائی

کے واسطے بڑھے۔ پانچ ہزار ہاتھی جن پر فرنگی مخمل اور زربفت کی جھولیں جھول رہی تھیں۔ چاندی سونے کی زنجیریں سونڈوں میں ہلاتے۔ سُرا گائے کی سیاہ و سفید دُمیں سر اور گردن پر لٹکتی۔ دو طرفہ برابر قطار باندھے تھے۔ ہزاروں عراقی گھوڑے طلائی اور نقرئی زینوں اور مرصع سازوں سے سجے ہوئے جلوہ گر تھے۔ دو دو ہاتھیوں کے درمیان میں ایک ایک گاڑی چیتے کی تھی۔ چیتوں کے گلوں میں مخمل کے سنہرے پٹے۔ اور سونے کی زنجیریں پڑی ہوئی تھیں۔ اور گاڑیوں کے بیلوں کے سروں پر زردوزی کام کے تاج رکھے ہوئے تھے۔ غرضکہ اسی طرح کے ساز و سامان سے تین کوس تک تمام جنگل نگارخانہ بہار ہو رہا تھا۔ دیکھنے والے حیران تھے کہ آج یہ کیا طلسمات ہے کیونکہ آج تک اس انتظام کے ساتھ یہ سامان کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ سپاہی قدم قدم پر تعینات تھے کہ سلسلہ راہ میں کہیں خلل راہ نہ پائے۔ شہر فتحپور کے تمام بازار گلی کوچے صاف شفاف۔ ہر جگہ چھڑکاؤ۔ دُکانیں آئین بندی سے آراستہ تھیں عید کا دن معلوم ہوتا تھا۔ شہر کے تمام شرفا کوٹھوں اور بالاخانوں پر بن سنور کے بیٹھے تھے تماشائیوں کے ہجوم سے بازاروں میں راستے بند تھے۔ مرزا کو جس وقت بادشاہ نظر آئے گھوڑے سے کود پڑا اور آگے بڑھا کہ تسلیم بجا لائے۔ تورہ ترکانہ اور آداب شاہانہ کا آئین یہی تھا۔ مگر اکبر نے قرابت اور بزرگی عمر کی رعایت رکھی۔ جھٹ اُتر کر جھک کر سلام کیا اور عمّو عمّو کہکر بغلگیری کے لئے ہاتھ بڑھائے اور مرزا کو تسلیم و کورنش نہ کرنے دی۔ دولت خانۂ انوپ تلاؤ (محل خاص) کے در و دیوار۔ صحن۔ طاق۔ محرابوں میں۔ زرّیں سائبان۔ پردے۔ گلدان۔ گلدستے۔ سونے روپے کے جڑاؤ۔ ایوان و مکانات فرشہائے مخملی و قالین ابریشمی سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ وہاں آکر دربار کیا۔ مرزا کو اپنے برابر تخت پر بٹھایا۔ جہانگیر بچہ تھا اُسے بھی بُلا کر ملایا۔ اس کے بعد کھانے کا جلسہ ہوا۔ جب اس سے فراغت پائی تو ہتیا پول دروازہ کے بُرج (سنگین برج) میں جہاں نقارخانہ تھا اُنھیں اُتارا۔ (۱) ذرا آنکھیں بند کر کے خیال کرو کہ اُس وقت محل خاص کی کیا حالت ہو گی اور آج کیا ہے۔

جشن اکبری

اکبر ہر سال نوروز کے دن جشن شاہانہ کے سامان میں فصل بہار کی شان دکھاتا اور

(۱) دربار اکبری۔ و منتخب التواریخ

سلطنت کا نوروز مناتا تھا۔ سنہ ۹۹۰ھ ۱۵۸۲ء کا جشن نوروز بڑی دھوم دھام اور شان وشکوہ کے ساتھ منعقد ہوا۔ دیوان عام وخاص کے گرد ۱۲۰ ایوان تھے جن کی عمارت کو خوش نما اور بیش بہا پتھروں نے سنگین اور رنگین کیا تھا۔ ایک ایک ایوان ایک ایک امیر باتدبیر کو عنایت ہوا کہ ہر عالی حوصلہ اِسے آراستہ کرکے اپنی قابلیت اور علو ہمت کا نمونہ دکھائے ایک طرف دولت خانۂ خاص تھا وہ خدمتگارانِ خاص کے سپرد ہوا کہ آئین بندی کریں۔ تمام مکانات کے در و دیوار کو پرتگالی بانات۔ رومی و کاشانی مخمل۔ بنارسی زربفت و کمخواب۔ سیلے دوپٹے تاش تمامی۔ گوٹے پٹھے۔ پٹیک۔ مُقیش کے خلعت پہنائے۔ کشمیر کی شالیں اُڑھائیں۔ ایران وترکستان کے قالین پا انداز میں بچھائے۔ ملک فرنگ اور چین اور ماچین کے رنگارنگ پردے۔ نادر تصویریں۔ عجیب وغریب آئینے سجائے۔ شیشہ اور بلّور کے کنول۔ مردنگ۔ قندیلیں۔ جھاڑ۔ فانوس۔ قمقمے لٹکائے شامیانے تانے۔ آسمانی خیمے بلند کئے۔ مکانات کے صحنوں میں بہار نے آکر گلکاری کی اور کشمیر کے گلزاروں کو تراش کر فتحپور میں رکھ دیا۔ فتحپور کے علاوہ آگرہ کا بازار بھی آراستہ کیا گیا۔ اُمرا نے عجیب وغریب اور عزیزالوجود چیزوں اسلحہ حرب کے عمدہ عمدہ نمونوں سے اپنے اپنے ایوان آراستہ کئے تھے۔ ہر ایوان کے ساتھ ایک مختصر باغیچہ بھی لگایا گیا تھا۔ جشن کیا تھا مُلک مُلک کے صنائع بدائع کی ایک کامل نمایش گاہ تھی۔ شاہ فتح اللہ شیرازی نے اپنے ایوان میں عُلوم وفنون کا طلسم باندھکر ہر بات میں نکتہ اور نکتہ میں باریکی پیدا کی تھی۔ گھڑیاں۔ گھنٹے چل رہے تھے۔ علم ہیئت کے آلات۔ کُرے۔ ربع مجیّب۔ اسطرلاب۔ نظام فلکی کے نقشے اور اُن کی مجسم مورتوں میں سیّارے اور افلاک چکّر مار رہے تھے۔ ہوا کی چکّی خود بخود چل رہی تھی۔ آئینۂ حیرت نزدیک و دور کے عجائب وغرائب لوگوں کو دکھاکر محو حیرت کر رہا تھا۔ ۱۲ فیر کی بندوق اور قلعہ شکن توپ ایک جانب لگی تھی۔ دانایانِ فرنگ بھی موجود تھے۔ بیلون کا خیمہ کھڑا تھا۔ آرگن باجا رنگارنگ کی آوازیں سناتا تھا۔ ممالک روم وفرنگ کی عمدہ عمدہ صنعتیں اور انوکھی دستکاریاں جادو کا کام اور اچنبھے کا تماشا تھیں۔ اُنھوں نے تھیئیٹر کا ہی سماں باندھا تھا۔ جس وقت بادشاہ آکر بیٹھے۔ موسیقی فرنگ نے مبارکبادی کی نغمہ سرائی شروع کی۔ باجے

بج رہے تھے۔ فرنگی ساعت بساعت رنگ برنگ کے برن بدل کر آتے تھے اور غائب ہوجاتے تھے چاروں طرف جدھر دیکھو پرستان کا عالم نظر آتا تھا۔

۱۵۔صفر سنہ ۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء کو نوروز کا جشن شروع ہوا۔ ۱۸ دن تک ہر ایک امیر نے اپنے اپنے ایوان میں بادشاہ کی ضیافت کی اپنے اپنے رتبے کے بموجب پیشکش گزرانے۔ ہزاروں ارباب طرب اور اہل نشاط کے طوائف۔ کشمیری۔ ایرانی۔ تورانی۔ ہندوستانی۔ گویّے۔ ڈوم۔ ڈھاڑی۔ میراثی۔ کلاونت۔ گاتک۔ نائک۔ سپردائی۔ ڈومنیاں۔ پاتر کنچنیاں بیڑنیاں جمع تھیں۔ دیوان خاص اور دیوان عام سے لیکر نقارخانہ تک جابجا مقامات تقسیم ہوگئے تھے۔ ہرطرف راجہ اندر کا اکھاڑہ نظر آتا تھا۔(۱) ابوالفضل لکھتے ہیں۔ نظم

یکے محفلِ عیش دادند ساز	کہ دوراں نیارد بہ عہدِ دراز
چو ہنگامۂ عیش و جشنِ نشاط	ہوس پایۂ کوباں بروئے بساط
دُکانِ ہوس را نظر فتنہ خیز	متاعِ نظر را خریدار تیز

اِس عظیم الشان جشن میں یہی نہیں ہوا کہ خوب عیش وعشرت منائی گئی ہو بلکہ بہت سے عمدہ آئین وقوانین بھی جاری کیے گئے چنانچہ سراؤں اور شفاخانوں کی تعمیر۔ چھوٹی چھوٹی چڑیوں اور مچھلیوں کے شکار کی ممانعت۔ بازاروں میں داروغہ کا تقرر۔ تمام بڑے بڑے شہروں اور قصبوں میں وقائع نگاروں کا تقرر۔ بارہ برس سے کم عمر میں شادی خصوصاً ہمبستری کی ممانعت۔ بلا خاص شاہی حکم کے ملزموں کے قتل کی ممانعت۔ اور اسی قسم کے اکثر قوانین اسی جشن کے موقع پر اُمرا کے مشورہ سے منظور ہوکر اجرا ہوئے۔(۲)

فتحپور کی نسبت فیضی کی تحریر

سنہ ۹۹۹ھ/۱۵۹۰ء میں پنجاب کے کسی مقام سے ملک الشعرا فیضی راجی علی خاں حاکم خاندیس کے پاس بھیجے گئے۔ وہاں سے اُنھوں نے جو عرضداشت اکبر کے پاس روانہ کی تھی اُس میں تمام راستہ کی حالت۔ جس جس شہر میں گزر ہوا وہاں کی روداد اور دیگر مفصل حالات قلمبند کیے ہیں فتحپور کی نسبت لکھتے ہیں۔ "چوں بدار السلطنت فتحپور رسید اوّل بآستان بوسی دولتخانہ سرفراز شدہ برائے سلامتی حضرت دعا کرد۔ از حقیقت شہر چہ نویسد عمارت گلیں ہمہ داخل زمین

(۱) دربار اکبری۔ منتخب التواریخ۔ اکبرنامہ جلد سوم (۲) اکبرنامہ جلد سوم صفحہ ۲۳۰-۲۳۱

شدہ دیوارہائے سنگین ایستادہ۔ بہ آتش خانہا و خانہا را بعضے از دور و بعضے از نزدیک نظارہ کرد و عبرت گرفت۔ خصوصاً از خانۂ میر فتح اللہ شیرازی کہ بآں بستن نہصد سال مادر ایام اوراز او بود۔ و بدہٗ الٰہی بود کہ بحضرت کرامت فرمودہ بودند۔ بہ آتشخانہائے حکیم ابوالفتح نیز رسید او ہم یگانۂ آفاق بود۔ ازیں تعریف چہ بالاتر اکنوں وجود برادر گرامیش غنیمت است شایستہ مجلس اشرف است۔ سکنۂ مواضع فتحپور و پرگنات آں حدود مثل شیخ ابراہیم مردے مے طلبند۔ شیخ بایزید پسر شیخ احمد در قبیلۂ خود بہ راستی و درستی ذات اکثر صفات انسانی نظیر ندارد و لایق ایں خدمت است۔ نیک و بد آں حدود میداند و باندک کس کار بسیار می تواند کرد۔ ازینکہ دیگر بیاید بہ او تفاوت بسیار است و خویشان او ہم انتظام می یابند و موجب معموری شہر است و مستعد تر است۔ دو روز در فتحپور باہہائے سینہ خراش جاہ درماندہ بود"۔

اکبر کی وفات

فتحپور میں عام طور سے مشہور ہے کہ اکبر صرف ۱۲ برس وہاں مقیم رہا۔ لیکن یہ روایت بالکل غلط ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اخیر زمانہ میں اکبر نے اکبرآباد میں رہنا شروع کر دیا تھا۔ لیکن سنہ ۱۰۱۰ھ / ۱۶۰۱ء تک فتحپور میں بھی رہنا تاریخ سے ثابت ہوتا ہے۔ اس کے بعد اکبر کو پے در پے کئی صدمے پہنچے۔ سنہ ۱۰۱۱ھ / ۱۶۰۲ء میں شاہزادہ سلیم الہ آباد میں بگڑ بیٹھا۔ سنہ ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۴ء میں اکبر کی ماں مریم مکانی اور سنہ ۱۰۱۳ھ / ۱۶۰۴ء میں شاہزادہ دانیال نے سفر آخرت اختیار کیا۔ ۱۱۔ جمادی الاوّل سنہ ۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ء کو اکبر کی طبیعت علیل ہوئی۔ حکیم علی نے جو بڑا صاحب کمال طبیب تھا بہتیرا علاج کیا مگر برابر بیماری بڑھتی اور طاقت گھٹتی گئی ؎

مریضِ عشق پر رحمت خدا کی
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

افسوس کہ موت کا کوئی علاج نہیں ہے۔ ایک دن ہر شخص کو یہاں سے جانا ہے۔ دنیا کی ہر بات میں کلام ہے مگر موت لاکلام ہے۔ آخرکار بدھ کے دن ۱۲ جمادی الثانی سنہ ۱۰۱۴ھ کو ہندوستان کے اس زبردست بادشاہ کو بھی موت کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا پڑا۔ اور آگرہ میں اس دارِ ناپائدار سے انتقال کرکے بہشت آباد (موضع سکندرہ بہشت آباد) کو آباد کیا۔ آصف خاں نے تاریخ کہی

فوت اکبر شہ از قضائے الٰہ
گشت تاریخ فوت اکبر شاہ

اس میں ایک زیادہ ہے جس کا تخرجہ کسی نے خوب کیا ہے ع الف کشیدہ ملائک ز فوت اکبر شاہ

فتحپور کی حالت جہانگیر کے عہد میں

اکبر کے بعد اگرچہ فتحپور کی آبادی کو تنزل ہونا شروع ہوا۔ لیکن جہانگیری عہد میں حضرت شیخ سلیم چشتی رح کے پوتے نواسے ایسے مدارج اعلیٰ پر پہنچے کہ کم و بیش آبادی کی موجودہ حالت قائم رہی۔ جہانگیر سنہ ۱۰۲۸ھ ۱۶۱۸ء میں مالوہ اور گجرات کے دورہ سے آگرہ واپس آرہا تھا راستہ میں معلوم ہوا کہ آگرہ میں طاعون کی بہت کثرت ہے۔ اس وجہ سے فتحپور میں قیام کرنا مناسب سمجھا۔ خود لکھا ہے۔ "مکرر دولت خواہوں کی عرضیوں سے معلوم ہوا کہ شہر آگرہ میں طاعون کی بہت کثرت ہے کم و بیش سو آدمی روز ضائع ہوتے ہیں۔ اس بیماری کو تیسرا سال ہے۔ موسم سرما میں شدت ہوتی ہے اور گرمیوں میں معدوم ہو جاتی ہے۔ اور یہ بات سخت تعجب خیز ہے کہ ان تین برس میں جملہ قصبات اور دیہات نواح آگرہ میں یہ بیماری پھیل گئی ہے لیکن فتحپور میں اس کا بالکل اثر نہیں ہے۔ امان آباد (روپ بانس) یہاں سے صرف ڈھائی کوس ہے وہاں اس قدر اس کی کثرت ہے کہ سب آدمی دیگر مقامات کو بھاگ گئے ہیں۔ اس وجہ سے بنظر احتیاط میں نے مناسب سمجھا کہ بیماری کے کم ہونے تک دولت خانۂ فتحپور میں مقیم رہوں۔" غرضکہ ۱۹۔ صفر سنہ ۱۰۲۸ھ کو جہانگیر کا مقام کول (تالاب فتحپور کے پہاڑ کا شمالی نشیب) فتحپور میں ہوا چونکہ دولت خانہ میں داخل ہونے کی ساعت ۲۸۔ صفر سنہ ۱۰۲۸ھ ۱۶۱۸ء مقرر تھی لہذا ۸ دن یہاں مقام رہا۔ اِس عرصہ میں بادشاہ کے حکم سے کول مذکور کی پیمایش کی گئی تو ۷ کوس کا دور معلوم ہوا۔ تاریخ مذکور کو چار گھڑی دن چڑھے بادشاہ فتحپور میں رونق افروز ہوے۔ اُسی دن شاہزادہ خرّم (شاہجہاں) کو ساتھ لیکر دولت خانۂ اکبری کی سیر کی۔ جمعرات کے دن ۱۳ ربیع الاوّل کو حضرت شیخ سلیم چشتی رح کے روضۂ مبارک پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھی۔

جشن جہانگیری

۴۔ ربیع الثانی سنہ ۱۰۲۸ھ ۱۶۱۸ء کو جہانگیر نے نوروز کا جشن منعقد کیا۔ یہ جشن بھی اس دھوم دھام سے ہوا کہ جشن جمشیدی کو مات کر دیا۔ ۱۵ دن تک فتحپور میں خوب رونق و زیبایش رہی۔ روز ایک امیر کی طرف سے بادشاہ کی ضیافت ہوتی تھی۔ اور جواہر گراں بہا اور طرح طرح کے تحائف پیشکش کئے جاتے تھے۔ نورجہاں بیگم بھی ہمراہ تھیں۔ اُن کے باپ اعتماد الدولہ اور بھائی آصف خاں نے ایسی قیمتی پیشکش پیش کی کہ ابتداے دولت اکبری

ہے اس وقت تک کسی امیر کبیر نے پیش نہیں کی تھی۔ اعتماد الدولہ کی پیشکش میں ایک نہایت نفیس طلائی اور نقرئی تخت تھا جس کے پائے شیر کی شکل کے تھے جو تخت کو اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ تین برس کے عرصہ میں چار لاکھ پچاس ہزار روپیہ کے صرف سے ہنرمند فرنگی کے اہتمام سے جو فنون زرگری اور حکاکی اور طرح طرح کی دستکاریوں میں اپنا عدیل و نظیر نہ رکھتا تھا تیار ہوا تھا۔

۲۸۔ ربیع الثانی ۱۰۲۸ھ کو جہانگیر فتحپور سے روانہ ہوئے۔ اس کے بعد شاہجہاں اور عالمگیر بھی اکثر فتحپور میں آئے گئے مگر کوئی خاص تاریخی بات قابل تحریر نہیں ہے۔

فتحپور کی آبادی کا زوال

محمد شاہ کے عہد تک فتحپور میں کچھ نہ کچھ رونق قائم رہی۔ تمام عمارات شاہی کی حفاظت اور مرمت ہوتی رہی چنانچہ اس عہد میں عبد اللطیف نام ایک امیر داروغہ محلات شاہی کے عہدے پر سرفراز تھا۔ جب سلطنت میں زیادہ ضعف پیدا ہوا اور چورامن اور سورج مل جاٹ کی لوٹ کھسوٹ شروع ہوئی محلے کے محلے۔ کوچے کے کوچے ویران ہو گئے۔ سوہا رام جاٹ نے جو سورج مل کی طرف سے آگرہ پر قابض تھا رعایا پر بڑے بڑے ظلم کئے۔ آگرہ اور فتحپور کا نہ صرف تمام شاہی سامان ہی لوٹ لیا گیا بلکہ اکثر عمارتیں دفینہ کی تلاش میں کھود ڈالیں اور قیمتی پتھر ڈیگ۔ کمھیر اور بھرت پور میں پہنچا دیا۔ اس کے بعد کچھ دنوں نجف خان افراسیاب خان۔ ہمدانی خان۔ اسمٰعیل خان وغیرہ امرا کا دور دورہ رہا۔ لیکن چند ہی روز میں آپس میں لڑ لڑا کر یہ سب لوگ بھی تباہ ہو گئے۔ بقول شخصے ؎

نجف خاں نہ ماندہ نجف خانیش	نہ افراسیاب و نہ ہمدانیش

اس کے بعد کچھ مدت تک مہاراجہ سیندھیا کی حکومت رہی۔ جس کی یادگار میں ایک پروانہ درگاہ شریف کے دیہات کی معافی کا شیخ تجمل حسین صاحب پیرزادہ کے پاس اب تک موجود ہے جو دوازدہم جمادی الثانی ۲۷ جلوس کا لکھا ہوا ہے۔ ۱۸۰۳ء کے قریب سرکار دولتمدار کا عمل ہوا۔ اُس وقت سے اگرچہ امن و امان ہو گیا مگر پھر فتحپور کا آباد کرنے والا کون تھا جو کچھ رہی سہی آبادی تھی اُس کا بھی بڑا حصہ ۱۸۵۷ء کے خوفناک غدر میں تباہ ہو گیا۔ تقریباً ایک صدی تک سرکار نے آثار قدیمہ سے بھی کسی قسم کی دلچسپی نہیں لی۔ اس

عرصہ میں سیکڑوں ۔ ہزاروں نفیس عمارتیں جو اپنا نظیر نہ رکھتی تھیں حوادث زمانہ اور بیدرد ہاتھوں سے ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ہو گئیں ۔ اب کچھ مدت سے ان دلفریب و نادر الوجود عمارات کے بقیہ طلسماتی آثار اور سحر آمیز نقش و نگار نے گورمنٹ کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے چنانچہ جو عمارتیں قابل مرمت تھیں اُن کی عمدہ طور سے مرمت ہو کر نہ صرف تاریخی حالات ہی قلمبند ہونا شروع ہوئے بلکہ تمام عمارتوں کے نقشے اور باقی ماندہ نقش و نگار اور صناعیوں کے مختلف نمونے نہایت آب و تاب سے صفحۂ قرطاس پر جلوہ افروز کئے گئے ۔ بلکہ یوں کہئے کہ گورمنٹ کی بدولت آب حیات سے سیراب ہو کر بقائے دوام کے مرتبہ پر پہنچے ۔ اِس معاملہ میں سب سے زیادہ تعریف اور شکریہ کے مستحق لارڈ کرزن صاحب بہادر وائسرائے و گورنر جنرل بہادر رہیں ۔ جنہوں نے نہ صرف تمام ہندوستان کی گذشتہ عمارتوں کی اپنے عہد ہی میں نہایت شاہانہ اُولوالعظمی سے مرمت کرادی بلکہ ہمیشہ کے واسطے آثار قدیمہ کی حفاظت کا ایک مستقل قانون نافذ کر کے ایک وسیع محکمہ اُس کی مرمت اور نگہداشت کے واسطے مقرر فرمایا ۔

فتحپور کی گذشتہ اور موجودہ آبادی کا مقابلہ

فتحپور کی موجودہ آبادی مردم شماری سنہ ۱۹۱۱ء کی بموجب ۷۱۴۷ ہے ۔ اس آبادی کا کچھ حصہ پہاڑ پر اور کچھ حصہ پہاڑ کے نیچے جنوب کی جانب آباد ہے ۔ پہاڑ کے شمالی جانب تھوڑے فاصلے پر ایک چھوٹی سی ندی جو کھاری ندی [1] کے نام سے موسوم ہے بہتی ہے

فتحپور کی پختہ فصیل اور دروازے

تین طرف ایک پختہ کنگورے دار فصیل ہے جس کا دور چھ میل کا بیان کیا جاتا ہے ۔ گوشہ شمال و مغرب میں فصیل کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہاڑ کے اوپر دو منزلہ سہ منزلہ سے لیکر پنج منزلہ نو منزلہ تک برابر عمارت بنی ہوئی تھی اسی وجہ سے اِس جانب فصیل نہیں بنائی گئی ۔ فصیل کے ہر موڑ پر بُرج بنے ہیں اور حسب ذیل آٹھ سنگین عالیشان دروازے ہیں جن کے اندر اور اوپر محافظین کے آرام و آسایش کے واسطے عمارتیں بنی ہوئی ہیں ۔ (۱) دہلی دروازہ ۔ (۲) لال دروازہ ۔ (۳) آگرہ دروازہ ۔ (۴) بیر پول (دروازہ) ۔ (۵) چندر پول (دروازہ) ۔ (۶) گوالیار دروازہ ۔ (۷) تیرہ دروازہ ۔ (۸) اجمیری دروازہ ۔ تیرہ اور اجمیری دروازہ کے درمیان میں پہاڑ پر ایک معمولی دروازہ اور ہے جو چور کھڑکی کے نام سے موسوم ہے

(۱) اسے بعض جگہ اُٹنگن ندی بھی کہتے ہیں ۱۲

نقشہ پلان عمارات فتحپور سیکری
جسمین فصیل اور اُس کے دروازے دکھائے ہین
متعلقہ صفحہ ۱۶
اجمیری دروازہ
گوالیار دروازہ
دہلی دروازہ
لال دروازہ
آگرہ دروازہ
چندرپول دروازہ
شمال
مرتبہ عابد علی اسیٹھوی لکھنوی
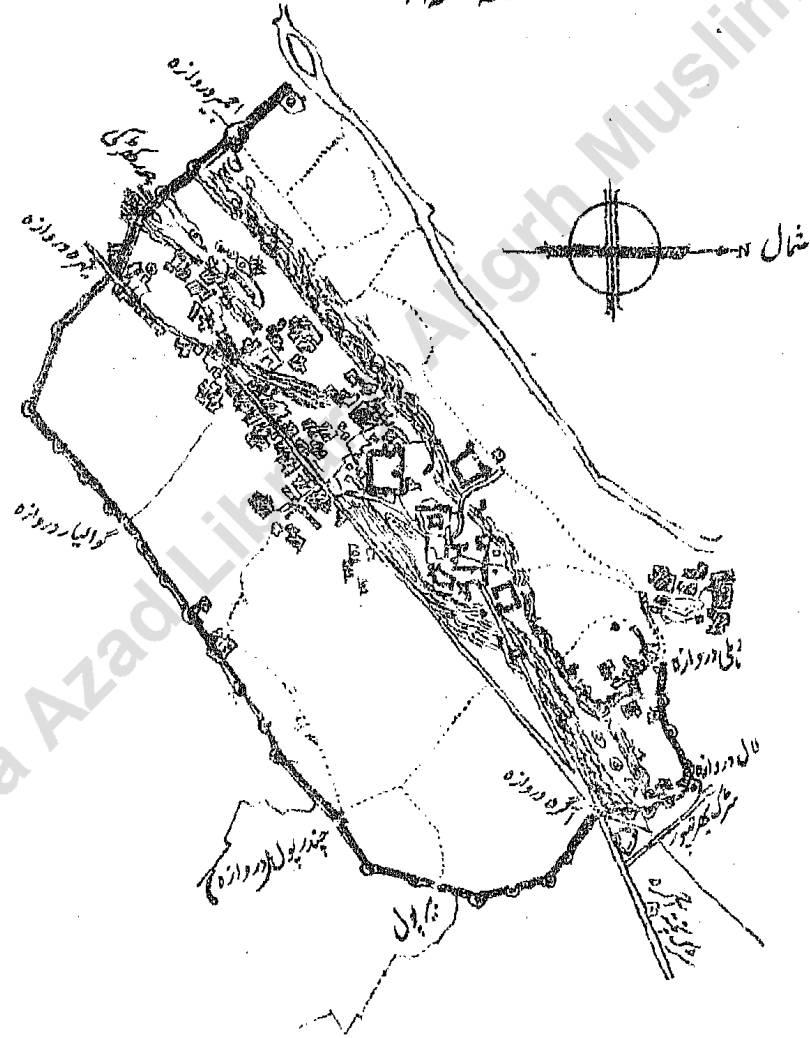
یہ سب دروازے اس قدر بلند ہیں کہ ہاتھی مع عماری کے بخوبی نکل سکتا ہے۔

اکبری اور جہانگیری عہد میں اس فصیل کے اندر اس قدر گھمسان آبادی تھی کہ اُمرائے عظیم الشان کو بھی اس کے اندر جگہ دستیاب نہ ہوتی تھی۔ اکبر کے عہد میں فصیل کے ارد گرد بھی کوسوں تک آبادی چلی گئی تھی جس کے نشانات اب تک نمایاں ہیں۔ مشرق میں جو موضع منڈوی گوڑ کے نام سے موسوم اور اب آگرہ دروازہ سے ایک میل کے فاصلہ پر واقع ہے فتحپور کا ایک محلہ تھا۔ اسی طرح جنوب و مغربی گوشے میں موضع منڈوی مرزا خاں تک جو اب تیرہ دروازہ سے ڈھائی تین میل کے فاصلے پر ہے فتحپور کی آبادی تھی۔ اس حساب سے شرقاً غرباً ۶-۷ میل سے زیادہ جگہ میں فتحپور آباد تھا۔ جہانگیر نے اپنے عہد میں روپ بانس اور فتحپور کا درمیانی فاصلہ ۲½ کوس لکھا ہے اب موجودہ آبادی سے روپ بانس ۵ کوس کے فاصلے پر آباد ہے۔

اب یہ حال ہے کہ آگرہ دروازہ میں گھُستے ہی کھنڈر نظر آنا شروع ہوتے ہیں کسی قصر کی دیواروں کے آثار باقی ہیں۔ کسی کا صرف دروازہ ہی کھڑا رہ گیا ہے۔ کسی جگہ پتھر اور چونے کا انبار لگا ہوا ہے۔ کسی مکان کا حمام باقی رہ گیا ہے۔ غرضکہ جس کا جو کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے وہ ایک عبرت کدہ ہے کہ راستہ چلنے والے مسافروں اور آثار قدیمہ کے عاشقوں کو آٹھ آٹھ آنسو رلاتا اور سرائے فانی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پیش کرتا ہے فصیل کے اندر اور باہر جدھر دیکھو کھنڈر ہی کھنڈر نظر آتے ہیں۔ بڑی بڑی پُرفضا بارہ دریوں اور عالیشان محلوں میں انسان کے بجائے زاغ و زغن کا بسیرا اور بوم کا پہرا ہے۔ افسوس

کل جہاں پر تھا بلبلوں کا ہجوم	آج اُس جا ہے آشیانۂ بوم
کل جہاں پر شگوفہ و گُل تھے	آج دیکھا تو خار بالکل تھے

صرف نقار خانہ اور درگاہ شریف کی درمیانی عمارتیں کسی قدر اچھی حالت میں ہیں کہ جن کی بلند چوٹیوں اور میناروں پر

صبح کو طائرانِ خوش الحان	پڑھتے ہیں کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ
غیرتِ حور مہ جبیں نہ رہے	ہیں مکاں گر تو وہ مکیں نہ رہے

فتحپور کی گزشتہ عمارات کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ اس وقت تک ۴۰-۵۰ سے زیادہ صرف حمام ہی موجود ہیں۔ منشی ولی الدین صاحب نے خوب مدّو جزر لکھا ہے ؎

گلزار تھا فتحپور ایک دن ۔۔۔ بے خار تھا فتحپور ایک دن
دربار تھا فتحپور ایک دن ۔۔۔ دُربار تھا فتحپور ایک دن

باقی ہے مکاں مگر مکیں نہیں ہے
خاتم ہے مگر نگیں نہیں ہے

فردوس کا باغ تھا کبھی یہ ۔۔۔ گلزار کا داغ تھا کبھی یہ
ہر غم سے فراغ تھا کبھی یہ ۔۔۔ دہلی کا چراغ تھا کبھی یہ

اب تو فقط ایک کھنڈر پڑا ہے
اِس گھر کو فلک بھی رو رہا ہے

تھا معدنِ زر کبھی یہ مسکن ۔۔۔ تھا گنجِ گہر کبھی یہ مسکن
تھا جائے ظفر کبھی یہ مسکن ۔۔۔ تھا روحِ بشر کبھی یہ مسکن

دلسوز تھا ہر دیار اِس کا
مدّاح تھا شہریار اس کا

باب دوم

درگاہ شریف مع عمارات ملحقہ بالائے کوہ

درگاہ شریف

فتحپور کی تمام عمارتوں کی جان، روح، عنصر، جو کچھ سمجھو یہ عمارت ہے۔ جو صنعت و رفعت۔ عزت و عظمت ہر لحاظ سے نہ صرف یہاں کی عمارات میں سب سے اوّل درجہ پر ہے بلکہ اکبری عہد کی تمام تعمیرات پر خاص فوقیت رکھتی ہے اور اس عہد کے آثار قدیمہ کا سب سے

بہتر نمونہ ہے۔ بڑے بڑے جہاندیدہ سیاح اور مؤرخین کا بیان ہے کہ دنیا میں ایسی عمارتیں بہت ہی کم ہیں۔ اِس کی اصلی خوش نما ہیئت کو لفظوں کے فوٹو میں اُتارنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ جب کوئی سیاح یا ناواقف آدمی اِسے باہر سے دیکھتا ہے تو ایک چھوٹا سا قلعہ تصور کرتا ہے۔

جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ جب ۹۷۶ھ ۱۵۶۸ء میں جہانگیر کی والدہ ماجدہ کو حمل کے آثار معلوم ہوئے تو اکبر نے اُنہیں حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کے گھر بھیج دیا اور حضرت کے واسطے ایک عالیشان خانقاہ اور مسجد کی تعمیر کا حکم دیا۔ یہ وہی خانقاہ اور مسجد ہے کہ پانچ لاکھ روپیہ کے صرف سے پانچ برس کے عرصہ میں بن کر تیار ہوئی۔ اسی عرصہ میں کہ مسجد تیار ہو کر خانقاہ تعمیر ہو رہی تھی اور شہر بہشت بریں بنتا چلا جاتا تھا حضرت شیخ نے اس دارنا پائدار سے سفرِ آخرت اختیار کیا اور اسی خانقاہ میں مدفون ہوئے۔ اُس وقت سے یہ درگاہ کے نام سے مشہور ہو گئی۔ مُلّا عبدالقادر بدایونی جو اکبر کے امام تھے اپنی تاریخ منتخب التواریخ میں لکھتے ہیں کہ اس مسجد اور خانقاہ کی تاریخ میں نے اِس طرح نکالی ہے۔ ؎

هٰذِهِ الْبُقْعُ قُبَّةُ الْاِسْلَامِ	رَفَعَ اللّٰهُ قَدْرَ بَانِيْهَا
قَالَ رُوْحُ الْاَمِيْنِ تَارِيْخًا	لَا يُرٰى فِي الْبِلَادِ ثَانِيْهَا

دوسری تاریخ یہ ہے ع — بیت معمور آمدہ از آسماں

درگاہ شریف کی یکجائی ہیئت

یہ عالیشان عمارت پہاڑ کی سب سے بلند چوٹی پر تعمیر کی گئی ہے۔ اِس پہاڑ کی تعریف میں ایک شاعر کہتا ہے

خوشا کوہ فرخندۂ فتحپور	کہ پیداست از وے تجلّی طور
منازل براں کوہ پیدا سرشت	چو برآسماں خانہ ہائے بہشت
ہمہ خانہا روشن و دلپذیر	چو دلہائے پیرانِ روشن ضمیر

چونکہ سطح برابر نہیں تھی اس وجہ سے جہاں جہاں ضرورت تھی اَن گڑھ پتھروں اور موٹے موٹے چونے سے ستون کھڑے کر کے تہ خانے اور دالان بنا کر سطح برابر کی گئی ہے۔ اِس کے اوپر کُل سنگِ سرخ کی عمارت ہے۔ مغربی جانب جامع مسجد باقی تینوں طرف خانقاہ کے حجرے

اور اُن کے آگے سروِ قد ستونوں کے ایوان یا برآمدے بنے ہیں جو فرش سے ۱ فٹ ۱۰ انچ کی کرسی پر بنائے گئے ہیں۔ حجروں کی چھت لداؤ کی پٹی ہے اور برامدوں کی چھت چار چار ستونوں کے درمیان میں سنگ سرخ کی پٹیوں سے پاٹی گئی ہے۔ یہ برآمدے تینوں طرف ۲۰ فیٹ ۳ انچ چوڑے ہیں۔ اِن میں خوش نما طاق اور کھڑکیاں اور محرابدار دروں کے نشان بنے ہوئے ہیں۔ باہر کے ہر محرابدار در کے سامنے ایک حجرہ ہے۔ ہر ایک ۱۰ فیٹ ۲ انچ لمبا اور ۱۰ فیٹ ۲ انچ چوڑا۔ اندر طاق اور بعض بعض میں روشندان کُھلے ہیں اور چونے کی استرکاری ہے۔ برآمدوں میں سرخ رنگ پر سفید دھاری کے جال اور کچھ نقش و نگار بنے تھے جس کا کچھ نمونہ جنوبی جانب کے برآمدہ میں حال میں دکھایا گیا ہے۔

دروں اور حجروں کی تفصیل اور تعداد

کُل درگاہ کے برآمدہ کے محراب دار دروں اور اندرونی حجروں کی تفصیل اور تعداد حسب ذیل ہے۔ مسجد کے حجرے اور در اس کے علاوہ ہیں۔

حجرے		
جانب جنوب	۱۲+۱۳	= ۲۵
جانب مشرق	۱۵+۱۵	= ۳۰
جانب شمال	۱۰+۱۶	= ۲۶
جانب مغرب	۳+۳	= ۶
		۸۷

در	
۱۱+۳ (بلند دروازہ کے در) +۱۱	= ۲۵
۱۳+۱ (بادشاہی دروازہ کا در) +۱۳	= ۲۷
۸+۲ (چھوٹے در) +۱۳	= ۲۳
۳+۳ (مسجد کے اردگرد)	= ۶
	۸۱

کنگریاں

برآمدے کے آگے دوہرا چھجّہ لگا ہے جس کے اوپر دیوار پر ۱۲۷ خوبصورت برجیاں (کنگریاں) اِس تفصیل سے مزیّن ہیں جنہوں نے اس عمارت کی خوش نمائی کو دوبالا کر دیا ہے۔ ہر برجی ۳ فیٹ ۱۱ انچ × ۳ فیٹ ۱۱ انچ ہے۔

شمال	۸ + ۵ (زنانہ روضہ کے دروازہ پر) + ۱۳	= ۲۶
مشرق	۱۳ + ۳ (بادشاہی دروازہ پر) + ۱۳	= ۲۹
جنوب	۱۰ + ۱۵ (بلند دروازہ پر) + ۱۰	= ۳۵
مغرب	۱۶ + ۵ (مسجد کے پیش طاق پر) + ۱۶	= ۳۷
		۱۲۷
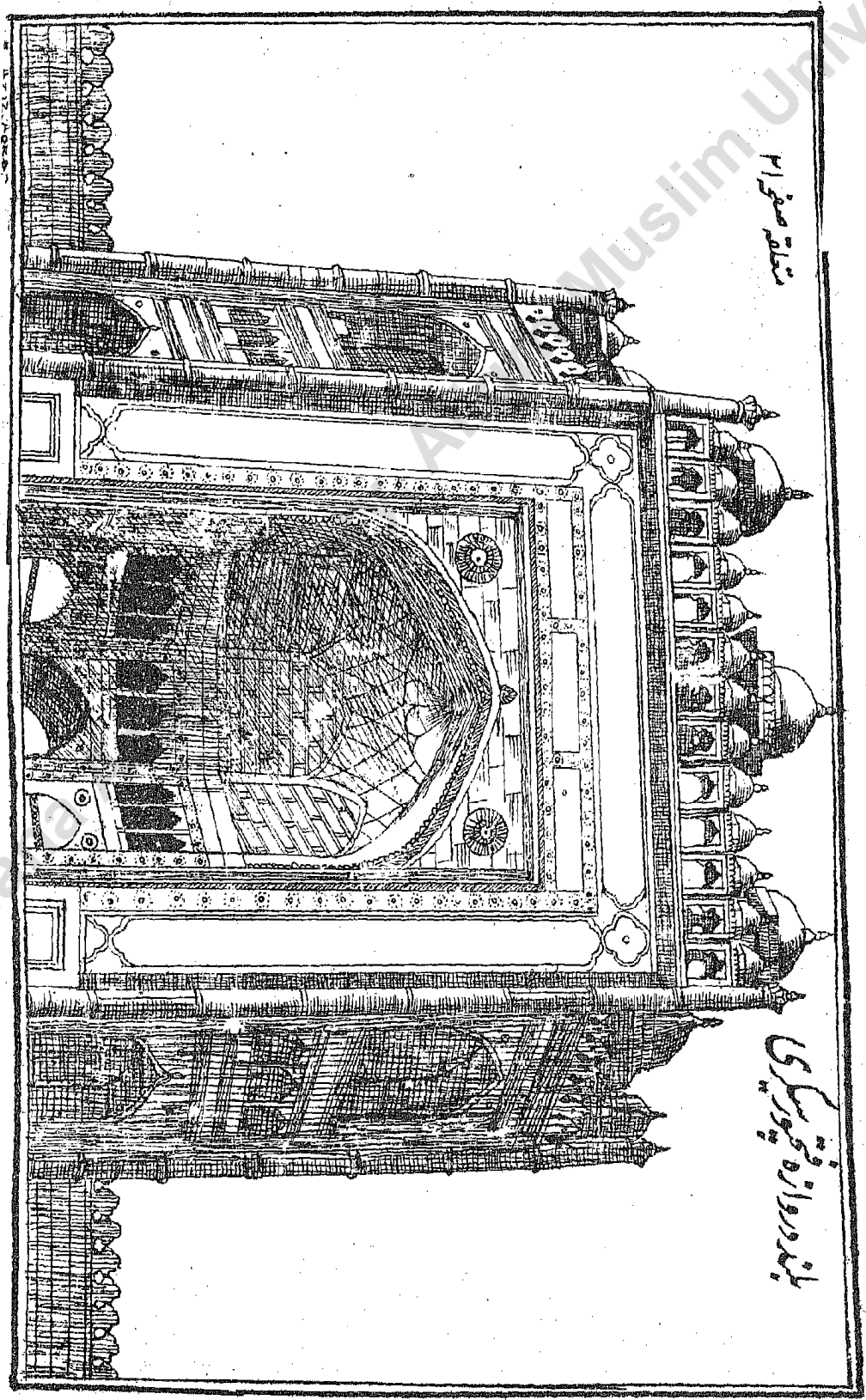
بلند دروازہ فتحپور سیکری
متعلقہ صفحہ ۲۱

اسی طرح ۱۲ بُرجیاں بلند دروازہ کے سب سے بالائی حصہ پر بیرونی جانب ہیں اور ۱۰ + ۸ + ۸ = ۲۶ بُرجیاں نواب اسلام خاں کے روضہ کے گنبد کے اطراف میں پرا باندھے کھڑی ہیں۔ یہ بُرجیاں نواب اسلام خاں کی تعمیر کردہ بیان کی جاتی ہیں۔ شب ہائے عرس اور ایام متبرکہ کے موقع پر ان برجیوں کے اندر ایک ایک شمع رکھ کر چاروں طرف رنگ برنگ کے کپڑوں سے منڈھ دی جاتی تھیں۔ اُس وقت رنگا رنگ کی روشنی عالم فانوس کو مات کرکے عجیب وغریب منظر پیش کرتی تھی۔

چھت پر باہر کی جانب ۱۰ فیٹ بلند پردہ کی دیوار ہے۔ اُس کے اوپر نہایت خوبصورت کنگورے جن پر سرخ رنگ کی نفیس دھاریاں دی گئی ہیں نصب ہیں۔ یہ ۴ فیٹ ۴ انچہ بلند ہیں مشرقی دیوار کے دونوں کناروں پر بُرج بنے ہیں جن کے اوپر ہشت پہل گنبد دار بُرجیاں بنی ہوئی ہیں۔ ہم نے جنوبی بُرج سے درگاہ کی دیوار کی پیمایش کی تو کنگورے تک ۸۰ فیٹ کی بلندی معلوم ہوئی۔ — دیوار کی بلندی

درگاہ میں دو بڑے اور دو چھوٹے دروازے ہیں۔ صدر دروازہ جنوب کی جانب ہے جو بلند دروازہ کے نام سے موسوم ہے۔ مشرق کا دروازہ بادشاہی دروازہ کہلاتا ہے۔ تیسرا چھوٹا دروازہ جہاں سے سنگتراش کی مسجد اور بالے میاں کے مزار کو راستہ گیا ہے کھڑکی دروازہ مشہور ہے یہ مغرب رُخ مسجد کے جنوبی جانب واقع ہے۔ چوتھا دروازہ مغرب کی طرف مسجد کے شمالی جانب ہے یہ بھی کھڑکی دروازہ کے نام سے موسوم ہے۔ — دروازے

صحن شرقاً غرباً ۳۴۰ فیٹ اور شمالاً جنوباً ۳۶۶ فیٹ ہے۔ اس میں ۱۰۰ فیٹ کے قریب جو مسجد کے آگے ہے کسی قدر بلند ہے۔ کل صحن میں سنگین فرش ہے۔ شمالی جانب حضرت شیخ سلیم چشتیؒ اور نواب اسلام خاں کا مقبرہ اور زنانہ روضہ ہے۔ — صحن

اب ہم ابتدا سے کل عمارت کا تفصیلوار حال بیان کرتے ہیں۔

بلند دروازہ

سب سے پہلے بلند دروازہ ہے۔ جو بلحاظ خوش نمائی اور بلندی کے بے نظیر سمجھا جاتا ہے۔ یہ نیچے سے اوپر تک سنگین ہے۔ چونکہ پہاڑ کی سب سے زیادہ بلند جگہ پر تعمیر کیا گیا ہے۔ اِس وجہ سے — بلند دروازہ

بلامبالغہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک دوسرا پہاڑ ہے کہ پہاڑ پر دھرا ہے۔ برسات کے موسم میں جبکہ آسمان پر ابر چھایا ہوا ہو اس کے اوپر سے روضۂ تاج محل (ممتاز محل) بخوبی نظر آتا ہے۔ یہ دروازہ سب سے اخیر میں تعمیر ہوا ہے۔ اس کی تعمیر کی تاریخ مصرعہ ذیل سے نکلتی ہے ع

شدہ رشک طاقِ سپہرِ بلند

پہاڑ پر اوّل ۲۸ سیڑھیاں چھوٹی چھوٹی بنی ہیں جن پر چڑھکر وہ پختہ سڑک ملتی ہے جو بلند دروازہ تک بنائی ہے اس کے بعد اول ایک چڑھاؤ کا راستہ ہے جس کے بعد تینوں طرف ۳۲ - ۳۲ بڑی بڑی سیڑھیاں بنی ہیں جنہیں طے کر کے بلند دروازہ کے آگے کے سنگین چبوترہ پر پہنچتے ہیں۔ یہ چبوترہ شرقاً غرباً ۸۹ فیٹ اور شمالاً جنوباً ۵۲ فیٹ ہے۔ اِس کے وسط میں سنگ سرخ اور سنگ سفید کے ٹکڑوں سے ایک خوبصورت مربع شکل کی شطرنجی بنی ہے جس کا ہر ضلع ۲۰ فیٹ ۳ انچہ ہے۔ اس کے بعد چار سیڑھیاں چڑھکر ۴ فیٹ ۳ انچہ کی بلندی پر دروازہ کے آگے کی دہلیز ہے۔ یہ شرقاً غرباً ۴۳ فیٹ ۴ انچہ اور شمالاً جنوباً ۴۳ فیٹ ۹ انچہ ہے۔ اِس کے وسط میں ایک پھول نصف دائرہ کی شکل کا سنگ سرخ میں سنگ سفید کی پچی کاری سے بنایا گیا ہے۔ دہلیز کے اوپر بلند دروازہ کا پیش طاق ہے جو ۵۱ فیٹ ۱۰ انچہ چوڑا ہے۔ پیش طاق کے دونوں بازوؤں پر ۱۴½ - ۱۴½ فیٹ چوڑے پیل پائے ہیں جن کے حصہ زیریں میں سنگ مرمر اور سنگ موسیٰ کی نہایت نفیس پچیکاری ہے اور اُس کے اوپر بہت باریک جالیدار کٹاؤ کا کام ہے۔ اسی کٹاؤ کے درمیان میں پیش طاق کی پیشانی اور اطراف میں نہایت بڑے بڑے اور اُبھرے ہوئے حروف کا یہ کتبہ عربی خط میں منقوش ہے مشرقی بازو کے نیچے جہاں سے کتبہ شروع کیا ہے کتبہ نویس کا نام اس طرح پر درج ہے۔

"کتبہ ہذالکتابہ حسین بن احمد چشتی" اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خوشخط کتبہ حضرت شیخ کے خلیفہ خواجہ حسین چشتی کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے۔

کتبہ بیرونی بلند دروازہ

وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا

اور جو لوگ (دنیا میں) اپنے پروردگار سے ڈرتے رہے اُن کو (بھی) ٹولیاں بنا بنا کر بہشت کی طرف لیجائیں گے یہاں تک کہ جب (یہ لوگ) بہشت کے پاس پہونچیں گے

وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ

اور اُس کے دروازے (تو اُن کے لئے پہلے ہی سے) کھلے ہونگے (تو اُن کی بڑی آؤ بھگت کی جائے گی) اور بہشت کے مؤکل اُن سے سلام علیک کر کے کہیں گے کہ تم (بڑے)

فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ○ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ صَدَقَنَا

تو بہشت میں ہمیشہ (ہمیشہ) کے لئے داخل ہو اور (یہ لوگ) کہیں گے کہ خدا کا شکر ہے جس نے اپنا وعدہ ہم کو سچ کر دکھایا

وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ

اور ہم کو (بہشت کی سر) زمین کا مالک بنایا کہ ہم بہشت میں جہاں چاہیں رہیں۔ تو (نیک) عمل کرنے والوں کا (کیا ہی)

اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ○ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ

اچھا اجر ہے۔ اور (اے پیغمبر اُس دن تم) فرشتوں کو دیکھو گے کہ عرش کے گرد اگرد حلقہ باندھے (کھڑے ہیں اور) اور اپنے پروردگار کی

بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

تعریف کے ساتھ اُس کی تسبیح (و تقدیس) کر رہے ہیں اور لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائیگا اور (سب کچھ ہو ہوا کر آخرکار ہر طرف سے یہی) صدا بلند

(پارہ ۲۴ سورہ زمر رکوع ۸) سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَفِىْٓ اَنْفُسِهِمْ

عنقریب ہم ان لوگوں کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں (دنیا کے) اطراف میں (بھی) دکھائیں گے اور اُن کے اپنے وجود میں بھی

حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۚ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ

یہاں تک کہ اُن پر ظاہر ہو جائیگا کہ یہ (قرآن) برحق ہے (اے پیغمبر) کیا (تمہاری تسلی کو) یہ بات کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار ہر چیز کا شاہد (حال) ہے

شَهِيْدٌ ○ اَلَآ اِنَّهُمْ فِىْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ۚ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ

سنو جی یہ (لوگ تو) اپنے پروردگار کے حضور میں حاضر ہونے کی طرف سے ہی شک میں (پڑے) ہیں۔ سنو جی خدا (کا علم اور اُس کی قدرت)

شَىْءٍ مُّحِيْطٌ ○ (پارہ ۲۵ سورہ حم سجدہ رکوع اخیر) اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا

ہر چیز پر حاوی ہے ۔ بیشک جن لوگوں نے اقرار کیا کہ اللہ ہی ہمارا پروردگار

اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا

ہے پھر (اسی عقیدے) پر جمے رہے (مرتے وقت) اُن پر (رحمت کے) فرشتے نازل ہوں گے (اور اُن سے کہیں گے) کہ (آیندہ کے لئے)

وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِىْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ

نہ تو کسی طرح کا) اندیشہ کرو اور نہ (گزشتہ کے لئے کسی طرح کا) رنج کرو اور بہشت جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا اب اُس کی خوشیاں مناؤ دنیا کی زندگی

اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ۚ (پارہ ۲۴ سورہ حم سجدہ رکوع ۴)

میں بھی ہم (بحکم خدا) تمہارے (حامی) مددگار رہتے اور آخرت میں بھی (ہونگے)

پیل پایوں کے دونوں گوشوں پر سات سنگین ستونوں کے منارہ نصب ہیں۔ جن کے اوپر خوش نما گلدستے مزین ہیں۔ پیش طاق کے دونوں طرف دو نفیس اُبھرے ہوئے پھول سنگ مرمر اور سنگ سرخ کے بنے ہیں جنہیں مقامی اصطلاح میں دروازہ کی آنکھوں کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ پیش طاق کے اندر پانچ پہل قائم کرکے اُس میں دروازہ لگا

اور دروں کے نشان بنا دئے ہیں جن میں نہایت خوبصورت کنگورہ دار محرابیں اور خوش نما
پھول اور بیلیں بنی ہیں اور اطراف میں سنگ مرمر کی نہایت نفیس پچی کاری ہے۔
درمیان کے تینوں دروں کے اوپر تین تین محرابدار دروں کی شہ نشینیں بنی ہوئی ہیں
جن کا ذکر آیندہ مناسب موقع پر آویگا۔

پیش طاق کے اندر دونوں گوشوں میں ایک ایک حجرہ مربع شکل کا بنا ہوا ہے جس کا
ہر ضلع ۶ فیٹ ۸ انچ ہے ان میں ہو کر ایک ایک راستہ جس کی چھت لداؤ کی راؤٹی نما پٹی
ہے اندر کو چلا گیا ہے۔ ہم نے مغربی حجرہ کے راستے کی پیمائش کی یہ اوّل شرقاً غرباً ۳ فیٹ ۳ انچ
اور پھر شمالاً جنوباً ۱۶ فیٹ ہے اس میں ہو کر درگاہ کے جنوبی دالان میں پہنچ جاتے ہیں۔
درمیان میں تین چار دروازے لگے ہیں جو جالیوں سے بند ہیں ان راستوں کی جنوبی دیوار
میں ایک ایک دروازہ اَور لگا ہے۔ جس میں ہو کر اُن محراب دار دروں میں نکل آتے ہیں
جو پیش طاق کے اردگرد بنے ہیں۔ ان دروں میں بھی کنگورہ نما محرابیں خوبصورت بیلیں
اور اردگرد چھ چھ ستونوں کے بلند منارہ جن کے اوپر خوش نما گلدستے بنے ہیں نصب ہیں
ان دروں کے نیچے کا چبوترہ ۱۷ فیٹ ۵ انچ × ۱۱ فیٹ ۳ انچ ہے۔ شمال میں ایک ایک حجرہ
۹ فیٹ ۲ انچ × ۸ فیٹ ۶ انچ بنا ہوا ہے۔

جن حجروں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اُن میں علاوہ راستہ کے ایک ایک سینچی اور اُس کے
اندر ایک ایک زینہ بنا ہے۔ زینہ کی ۷ سیڑھیاں طے کر کے اُس نشست گاہ میں پہنچ جاتے
ہیں جو پیش طاق کے اردگرد کے دروں کے اوپر بنی ہوئی ہیں۔

ان مقامات کی سیر سے فارغ ہو کر بلند دروازہ کا عالیشان پھاٹک ملتا ہے جس کا دروازہ
۱۲ فیٹ ۸ انچ چوڑا ہے۔ پھاٹک میں اب لکڑی کے کواڑ لگے ہیں جن میں لوہے کی کیلیں
نال کی شکل کی جڑی ہوئی ہیں۔ پہلے ہشت دھاتی کواڑ تھے جنہیں مع ایک بڑے نقارے
کے جاٹ اُتار کر لے گئے۔

پہلا درجہ

بلند دروازہ کا حصہ زیریں تین محرابدار بڑے بڑے دروں سے مرکب ہے یہ شرقاً غرباً
۱۰۴ فیٹ ۶ انچ + ۶ فیٹ ۷ انچ + ۶ فیٹ ۷ انچ (درمیانی دروں کا آثار) = ۱۱۷ فیٹ ۸ انچ

اور شمالاً جنوباً ۴۵ فیٹ ۸ انچ ہے۔ درمیانی حصّہ (۳۳ فیٹ ۸ انچ) کی چھت لداؤ کی گنبد نما اور اردگرد کے حصّوں کی چھت سنگین لداؤ کی ہے۔ ہر ایک حصّہ میں ایک ایک محرابدار در ۸ افیٹ ۲ انچ چوڑا جنوب میں اور اسی قسم کا ایک ایک مشرق و مغرب مین واقع ہے۔ درمیانی حصّہ مین ٹھیک دروازہ کے سامنے سُرخ و سفید پتھروں کے ٹکڑوں سے ایک شطرنجی ۱۳ فیٹ ۴ انچ × ۱۳ فیٹ ۴ انچ بنی ہے۔ چھت کے وسط میں ایک دائرہ نما بڑے پھول کے اندر ایک نہایت خوبصورت ۱۶ پتیوں کا پھول بنا ہے۔ اردگرد کے حصّوں میں وہی جالیدار دروازے لگے ہیں جن کا حال اوپر بیان ہو چکا۔ دیواروں میں کئی کئی محرابدار دروں کے نشان بنا کر خوش نمائی پیدا کی گئی ہے۔ اندرونی در کے اطراف میں بھی سنگ مرمر کی پچّے کاری ہے۔ درمیانی در کے بازوؤں پر نستعلیق خوشخط حروف میں اکبری عہد کے مشہور کتابہ نویس میر معصوم کے کندہ کئے ہوئے یہ کتبے منقوش ہیں۔

کتبہ اندرونی بلند دروازہ

مشرقی بازو پر

حضرت شاہنشاہ فلک بارگاہ ظل اللہ جلال الدین محمدؐ اکبر بادشاہ فتح مُلک دکن و داندیس کہ سابقاً مسمیٰ بہ خاندیس بود نمود سنہ ۴۶ الٰہی موافق سنہ ۱۰۱۰ھ (۱۶۰۱ء) ہجری بہ فتحپور رسیدہ عزیمت آگرہ فرمودند

نظم

تا نام زمین و آسمان است	تا نقش وجود در جہان است
نامش بہ سپہر ہمنشیں باد	ذاتش بہ جہاں ابد قریں باد

قَالَ عِیسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ اَلدُّنْیَا قَنْطَرَۃٌ فَاعْبُرُوْھَا وَلَا تَعْمُرُوْھَا (حدیث شریف)

فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے۔ دنیا ایک پل ہے اس پر سے گذر جاؤ اس کو آباد نہ کرو اور نہ اس پر عمارت بناؤ

فِی الْاَخْبَارِ مَنْ تَاَمَّلَ اَنَّہٗ یَعِیْشُ غَدًا تَاَمَّلَ اَنَّہٗ یَعِیْشُ اَبَدًا وَقِیْلَ الدُّنْیَا

جس نے یہ خیال کیا کہ کل تک زندہ رہیگا یہ اُس کا خیال ہمیشہ رہنے کا ہے۔ اور دنیا ایک

سَاعَۃٌ فَاجْعَلْھَا طَاعَۃً بَقِیَّۃِ الْعُمْرِ لَا قِیْمَۃَ لَھَا۔

ساعت ہے اس کو بس عبادت میں گذار دو اور کچھ اس کی قیمت نہیں۔

مغربی بازو پر

(حدیث شریف) فی الاخبار مَنْ قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ وَ لَیْسَ مَعَہٗ قَلْبُہٗ فَاِنَّہٗ لَا یَزِیْدُہٗ
جو بے دلی سے نماز پڑھتا ہے وہ اللہ سے اور

مِنَ اللّٰہِ اِلَّا بُعْدًا - خَیْرُ الْمَالِ مَا اُنْفِقَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ - بَیْعُ الدُّنْیَا
دور جا پڑتا ہے - مال وہی اچھا ہے جو خدا کی راہ میں صرف کیا جاے - جب دنیا کے عوض

بِالْاٰخِرَۃِ یُرْبِحُ - اَلْفَقْرُ مُلْکٌ فِیْہَا مُحَاسَبَتُہٗ رباعی
آخرت مول لیجاویگی تو نفع ہی رہیگا - فقر ایسا ملک ہے جس میں اس کے بابتہ حساب کیا جائیگا

ناصی چہ شد ار تو تخت گاہے کردی — وز قصر زر اندود پناہے کردی
خوا[illegible]ی جہاں بہ صورت آئینہ دال — خودگیر تو ہم درو نگاہے کردی

قایلہ و کاتبہ محمد معصوم نامی بن سید صفائی الترمذی اصلاً و البکری مسکناً و المنتسب انا الی سید میر قلندر بن بابا حسن ابدال السبزواری مولداً و القندھاری موطناً -

مغربی بازو کے کتبہ کے اوپر ۱ ۴/۱۲ فٹ × ۱ ۲/۱۲ فٹ کے ٹکڑے پر ایک باکمال نے جس کا نام احمد علی ارشد ہے نہایت صنعت سے پنج تن پاک اور خلفاے راشدین کے نام نامی ایک طغرے کے اندر منقوش کئے ہیں جسے دیکھکر زمانہ قدیم کے طغرہ نویسوں کی صنعتیں یاد آتی ہیں طغرے کے نیچے احمد علی ارشد سنہ ۱۲۴۲ھ تحریر ہے اور کنارے پر خوبصورت بیل کٹی ہوئی ہے غرضکہ ہر طرح قابلِ دید اور لایقِ داد ہے -

دوسرا درجہ

درگاہ شریف کے صحن میں بلند دروازہ کے دونوں گوشوں پر ایک ایک زینہ چھت پر چڑھنے کے واسطے بنا ہے - ہم مغربی زینہ پر چڑھکر آپ کو سیر کراتے ہیں - ۱۷ سیڑھیاں طے کرکے ۶ فیٹ ۲ انچ چوڑا گیلری نما راستہ ملتا ہے جو شمالاً جنوباً ۱۲ فیٹ ۳ انچ لمبا ہے - اس راستہ کی چھت لداؤ کی راؤٹی نما ہے - جس کے درمیان میں ایک کھڑکی مع چھجے کے بلند دروازہ کے اندر لگی ہے - اس راستے سے گزر کر تین سیڑھیاں چڑھنے کے بعد درگاہ کے برآمدے اور حجروں کی چھت پر پہنچ جاتے ہیں - زاں بعد ۵ سیڑھیاں طے کرکے ایک دروازہ ملتا ہے جس کے اندر دونوں بازوؤں پر ایک ایک زینہ بنا ہے - اور ایک راستہ سیدھا چلا گیا ہے - یہ راستہ ۳۴ فیٹ ۷ انچہ × ۴ فیٹ ۳ انچہ ہے - درمیان میں شمالی دیوار میں ایک کھڑکی کھلی ہوئی

ہے جو بلند دروازہ کے حصۂ زیریں کے مغربی درجہ میں نیچے سے نظر آتی ہے۔ راستہ کے ختم ہونے پر ایک دروازہ لگا ہے جس سے گزر کر اُس شہ نشین میں پہنچ جاتے ہیں جو پیش طاق کے درمیان میں بنی ہے۔ اسی قسم کی برابر برابر دو شہ نشینیں اَور ہیں۔ جن کے درمیان میں دروازے اور راستہ بنا ہے۔ ہر شہ نشین ۱۴ فیٹ ۶ انچہ × ۹ فیٹ ۵ انچہ ہے اور تین تین محرابدار در پیش طاق کے اندر کھُلے ہیں۔ درمیانی شہ نشین کی شمالی دیوار میں ایک کھڑکی بھی کھُلی ہوئی ہے جو نیچے کے درمیانی حصّہ سے نظر آتی ہے۔

ان شہ نشینوں کے بعد اُسی طرح کا راستہ ہے جیسا دوسری جانب ہے۔ جو لوگ بلند دروازہ کے مشرقی زینہ سے اوپر چڑھتے ہیں اُنہیں یہ راستہ اوّل ملتا ہے۔ غالباً ناظرین سمجھ گئے ہونگے کہ اس جانب سے اُس جانب تک یہ ایک گیلری نما راستہ بنایا گیا ہے جس میں سے دونوں طرف سے ہو کر شہ نشینوں میں پہنچتے ہیں۔

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ دروازہ کے دونوں بازوؤں پر زینہ ہے۔ "جنوبی زینہ پیچدار ہے اس میں تین سیڑھیاں چڑھکر ایک کھڑکی بطور روشندان کے جھالرہ کی طرف کھُلی ہوئی ہے چودھویں سیڑھی کے بعد ایک شہ نشین بنی ہے جو اُس در کے اوپر ہے جو پیش طاق کے مغربی جانب واقع ہے۔ یہ شہ نشین شرقاً غرباً ۱۰ فیٹ اور شمالاً جنوباً ۹ فیٹ ۲ انچہ ہے۔ اندر ایک کوٹھری ۹ فیٹ ۷ انچہ × ۹ فیٹ کی بنی ہے۔ شہ نشین میں تین محرابدار در ہیں اور سنگین کٹہرہ نصب ہے۔ اسی میں ایک زینہ بنا ہے جس کی ساتویں سیڑھی پر روشندان اور ستّرھویں سیڑھی کے بعد بلند دروازہ کی دوسری منزل کی چھت ہے"۔ شمالی زینہ سیدھا بنا ہے جس کی ۹۲ سیڑھیاں طے کر کے اسی چھت پر پہنچ جاتے ہیں۔

اسی طرح کے مشرقی دروازہ میں جو دو زینہ ہیں۔ اُن میں ہو کر اُس شہ نشین میں ہوتے ہوئے جو پیش طاق کے مشرقی در کے درمیان میں بنی ہے اسی چھت پر آجاتے ہیں غرضکہ دونوں طرف سوال و جواب کے طور پر بالکل ایک سی عمارت ہے۔

دوسری منزل پر جنوبی دیوار سے ملا ہوا ایک دالان بنا ہے جس کے پانچ درمیانی در جو ۲۳ فیٹ جگہ میں ہیں بند ہیں اور ان میں تیسری منزل پر پہنچنے کے واسطے ایک چوڑا زینہ

بنا ہے۔ اس طرح یہ دالان دو برابر کے حصّوں میں منقسم ہوگیا ہے۔ ہر ایک شرقاً غرباً ۳۶ فیٹ ۳ انچ اور شمالاً جنوباً ۱۵ فیٹ ۳ انچ ہے۔ پانچ پانچ در دونوں حصّوں میں ہیں۔ اندر ایک ایک کوٹھری اور ایک ایک شہ نشین اُنہیں شہ نشینوں کے اوپر بنی ہے جو پیش طاق کے اردگرد کے دروں کے اوپر ہیں اور جن کا ذکر اوپر تحریر کیا گیا ہے۔ دالان کے آگے ۱۱ فیٹ ۸ × ۷ فیٹ ۳ صحن چھوٹا ہوا ہے۔ شمالی دیوار یعنی بلند دروازہ کے اندر کے محراب دار دروں کے سب سے بالائی حصّہ پر ۱۱ گمزیاں۔ ۴ گلدستے دار منارہ اور مشرق و مغرب میں دو دو برجیاں (گمزیاں) بنی ہیں۔

تیسرا درجہ

دوسری منزل کے زینہ پر ۱۵ سیڑھیاں ہیں۔ جنہیں طے کرکے تیسری منزل پر پہنچتے ہیں۔ یہاں کوئی عمارت نہیں۔ صرف نیچے کے دالان کی چھت ہے۔ جنوبی سنگین دیوار میں ایک دروازہ لگا ہے۔ جس کے اندر آمنے سامنے دو سیدھے زینے چوتھی منزل پر پہنچنے کے واسطے بنے ہیں۔

چوتھا درجہ

ان زینوں کی ۲۴-۲۴ سیڑھیاں طے کرکے چوتھی منزل میں داخل ہوتے ہیں۔ یہاں صرف انہیں دونوں زینوں کی چھت ہے۔ جنوبی دیوار میں تین کوٹھریاں بنی ہیں جو پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہیں۔ شمالی دیوار میں خوبصورت کنگورے بنے ہیں۔ مشرق و مغرب میں اوّل ایک ایک ہشت پہل گنبد دار برج جس کا ہر ضلع ۵ فیٹ ۷ انچ ہے بنا ہے۔ اس برج کے ستون ہشت پہل ہیں۔ ان سے ملا ہوا ایک ایک دوسرا گنبد دار برج ہے جس کے ستون چوکور ہیں۔ یہ دوسرے برج مربع چبوتروں پر بنے ہیں جن کا ہر ضلع ۷ فیٹ ۴ انچ ہے کناروں پر نیچے سے آئے ہوئے منارہ اور اُن پر خوبصورت گلدستے مزیّن ہیں۔

پانچواں درجہ

ہشت پہل برجوں سے ملے ہوئے دونوں جانب دس دس سیڑھیوں کے زینے بنے ہیں جن میں ہوکر بلند دروازہ کی سب سے بالائی حصّہ پر پہنچتے ہیں۔ اِس منزل پر تین گنبد دار برج بنے ہیں۔ کناروں کے دونوں برج ہشت پہل اور زینوں کی چھت پر بنائے گئے ہیں۔ ان کا ہر ضلع ۵ فیٹ ہے۔ ستون ہشت پہل ہیں۔ درمیانی برج کی بلندی برابر کرنے کے واسطے اوّل ایک نیچی چھت کی کوٹھری ۱۱ فیٹ ۴ انچ × ۱۰ فیٹ ۷ انچ بنائی ہے۔ اس کی مربع چھت

پر جس کا ہر ضلع ۱۵ فیٹ ۳ انچ ہے برج بنایا ہے جس کے چاروں طرف تین تین در ہیں ستون نیچے سے چوکور اور اوپر سے گول پہل دار ہیں۔

جنوبی دیوار یعنی پیش طاق کے سب سے بالائی حصہ پر ایک چبوترہ ۲۸ فیٹ ۸ انچ × ۵ فیٹ ۸ انچ بنایا ہے۔ جس کے کناروں پر ۹ فیٹ ۹ انچ بلند ستون نصب کر کے چھت پاٹی ہے۔ اُس کے اوپر اُسی طرح کی ۱۲ بُرجیاں (گمزیاں) بنی ہوئی ہیں جیسی درگاہ کے اندرونی جانب دیواروں کے اوپر ہیں۔ کناروں پر نیچے سے آئے ہوئے منارہ اور اُن کے اوپر خوبصورت گلدستے مُزیّن ہیں۔ ہر بُرجی کے نیچے جنوبی جانب محراب دار اور شمالی جانب کھلے ہوئے در ہیں۔

بلند دروازہ کی بلندی اور منظر

بلند دروازہ کی بلندی ۱۰۶ + ۲۳ = ۱۲۹ فیٹ ہے۔ ناظرین خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ پہاڑ کی بلند چوٹی پر اتنا بلند دروازہ کیسا شاندار۔ عجیب و غریب اور خوش نما منظر پیدا کرتا ہوگا۔ باہر سے دیکھیے تو اس کے پیش طاق اور ارد گرد کے دروں کی ساخت۔ ان کے درمیان کی نفیس سنگ مرمری پچے کاری۔ خوبصورت بیلیں۔ طرح طرح کے نقش و نگار۔ خوش نما ہے۔ گلدستے۔ کتبے کے بڑے بڑے حروف۔ درمیان کی ہوا دار شہ نشینیں۔ اوپر کی پیاری پیاری بُرجیاں محوِ حیرت کرتی ہیں۔ اندر کی جانب سے ملاحظہ کیجئے تو ہر منزل کے بُرج۔ بُرجیاں۔ کنگورے۔ منارے۔ گلدستے ایک دوسرے سے ملے ہوئے خوبصورتی اور زیبائی کا عجیب و غریب منظر پیدا کر کے نقش دیوار بناتے ہیں۔ اوپر کا ہوا دار پُر فضا مقام جہاں سے نہ صرف کُل شہر بلکہ کوسوں تک کا منظر بخوبی نظر آتا ہے۔ ایسا دلکش اور دلچسپ ہے کہ اُس کی اصلی حالت کا لفظوں میں فوٹو اُتارنا ناممکن ہے۔

جنوبی جانب کے برآمدے اور حجرے

یہیں یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ بلند دروازہ کے دونوں طرف ۱۱-۱۱ در کے برآمدے اور اُن کے اندر حجرے بنے ہیں۔ ہر برآمدہ ۱۶۱ فیٹ ۳ انچ × ۲۰ فیٹ ۳ انچ ہے۔

بادشاہی دروازہ

درگاہ شریف کی مشرقی دیوار کے وسط اور ٹھیک مسجد کے پیش طاق کے سامنے یہ دروازہ واقع ہے۔ چونکہ محلات شاہی کا اسی دروازہ سے راستہ ہے۔ اور بادشاہ اسی دروازہ سے

درگاہ میں آیا کرتے تھے۔ اس وجہ سے یہ دروازہ بادشاہی دروازہ کے نام سے موسوم چلا آتا ہے۔
دروازہ کے دونوں بازوؤں پر صحن کی جانب دو زینے چھت پر چڑھنے کے واسطے بنے ہیں
دروازہ کی کرسی جس میں یہ دونوں زینے بھی شامل ہیں ۳۵ فیٹ ۵ انچ ہے۔ اندر سے دروازہ
کا طول ۴۲ فیٹ ہے۔ اندر چھ پہل بناکر مشرق و مغرب میں آمنے سامنے کا دروازہ اور چار
پہلوں میں محراب دار در کے اندر ۵ فیٹ چوڑی سینچی بنادی ہے۔ دروں کے کناروں پر
ایک ایک سفید پتھر کا پھول اور اطراف میں نہایت عمدہ کٹاؤ کا کام ہے۔ ہر پہل ۱۳ فیٹ ۴ انچہ
لمبا ہے۔ دروازہ کی چھت لداؤ کی گنبد نما ہے۔ جس میں سنگ سفید کی دھاریوں سے ۱۲ خوبصورت
پھانکیں بنادی ہیں۔ درمیان میں نفیس ابھرا ہوا سنگین پھول مزین ہے۔

بیرونی پھاٹک کے آگے ۸ فیٹ چوڑا محراب دار در ہے۔ جس کے ارد گرد دو چھوٹی چھوٹی
سینچیاں جن کے دروں پر لٹّو نما خوبصورت محرابیں ہیں بنی ہیں۔ پیشانی اور اطراف میں
سنگ مرمر کی نفیس پچّی کاری ہے۔ پیش طاق کے بالائی حصّہ پر دو بڑی بڑی برجیاں بنی ہیں
دروازہ کے اوپر اندرونی جانب تین برجیاں (گمزیاں) گلدستوں کے درمیان میں بنی ہیں۔

دروازہ میں دوہرا پھاٹک لگا تھا جس میں اب صرف بیرونی پھاٹک باقی ہے پیش طاق
کے آگے ۲۶ فیٹ × ۱۹ فیٹ چبوترہ ہے جسپر نیچے سے ۱۳ سیڑھیاں چڑھکر پہنچتے ہیں۔

زینوں میں ۲۲-۲۲ سیڑھیاں ہیں جنہیں طے کرکے اردگرد کے برآمدوں اور حجروں کی
چھت پر پہنچتے ہیں۔ درمیان میں ایک گیلری نما راستہ بنا ہے جس میں متعدد کھڑکیاں اندر اور
باہر کی جانب لگی ہوئی ہیں۔

مشرقی جانب کے حجرے اور برآمدے

اس دروازہ کے اردگرد حجرے اور اُن کے آگے ۱۳-۱۳ محرابدار در کے برآمدے ہیں
ہر ایک برآمدہ شمالاً جنوباً ۱۸۸ فیٹ ۸ انچہ × ۲۰ فیٹ ۳ انچہ ہے۔ گوشوں میں برجوں کے نیچے
ایک ایک حجرہ زائد ہے جن کے قریب چھت پر چڑھنے کے واسطے ۲۲-۲۲ سیڑھیوں کے زینے
بنے ہیں۔

زنانہ روضہ

درگاہ شریف کے شمالی جانب بلند دروازہ کے جواب میں جو عظیم الشان اور خوبصورت

دروازہ نظر آتا ہے۔ یہ دراصل باہر کی آمد ورفت کا دروازہ نہیں ہے بلکہ اس کے اندر زنانہ قبرستان ہے جس میں حضرت شیخ کی بی بی صاحبہ جن کا لقب بی بی جھیانی صاحبہ تھا آسودہ ہیں۔ ان کے علاوہ خاندان کی بہت سی مستورات کی قبریں اس میں بنی ہیں۔ دروازہ باہر سے ۳۳ فیٹ چوڑا ہے جس کے درمیان میں نہایت باریک اور خوش نما جالیاں نصب کرکے ایک چھوٹا سا محراب دار دروازہ بنا دیا ہے۔ دروازہ کی پیشانی اور اطراف میں سنگ مرمر اور فیروزی رنگ کی چینی کی پچے کاری کا بہت اچھا کام ہے۔ سب سے بالائی حصہ پر خوشنما گلدستے اور گمریاں مزین ہیں۔

دروازہ میں داخل ہوکر اوّل ایک کمرہ ملتا ہے جو شرقاً غرباً ۴۴ فیٹ اور شمالاً جنوباً ۱۵ فیٹ ۴ انچ ہے۔ اس کے درمیان میں ۲۰ فیٹ جگہ چھوڑکر اردگرد دو مجرے بنے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ کمرہ تین حصوں میں منقسم ہوگیا ہے۔ مجروں میں نہایت نفیس بلکہ بے نظیر سنگ سرخ کی کمانی دار جالیاں لگی ہیں۔ ان جالیوں کے اوپر خوش نما کنگورے نصب ہیں کُل کمرہ میں مع مجروں کے لڑکیوں اور عورتوں کے مزار ہیں صرف درمیانی حصہ کے ایک تعویذ پر علاوہ کلمہ طیبہ و آیات قرآنی کے یہ کتبہ منقوش ہے۔

مسماۃ بی بی متو لاہیری چشتی خاں ابن مخدوم شیخ کمال غفر اللہ لہ وفات یافت ۱۰۱۱ھ شب یکشنبہ نہم رجب

امید فاتحہ از زندگاں و مغفرت ز اللہ | کہ حق کریم و رحیم و غفور عفو ساز گناہ

اس کمرہ کے اندر ایک دوسرا کمرہ ہے جس کی لمبائی اس کمرہ کی برابر اور چوڑائی ۱۹ فیٹ ۴ انچ ہے۔ اس میں ایک دروازہ مشرق کی طرف اور ایک دروازہ جنوب کی جانب اُس کمرہ میں ہے جس کا حال ابھی بیان کیا گیا۔ جنوبی دروازہ کے اردگرد دو دروازے جالیوں سے بند ہیں کمرہ کی چھت سنگین لداؤ کی ہے۔ دیواروں میں کنگورہ نما محراب دار دروں کے نشان بنے ہیں جن کے اطراف میں پچے کاری کا کام تھا جو اَب نہیں رہا۔ اس کمرہ میں بہت سے سنگین تعویذ ہیں جو سب عورتوں اور لڑکیوں کے ہیں مگر کتبہ کسی پر نہیں ہے۔ صرف ایک تعویذ پر خان زادی کندہ ہے۔

اس کمرہ کے مشرقی جانب ایک بلند دالان ۸۲ فیٹ × ۱۹ فیٹ بنا ہے جس کی چھت

بڑے بڑے سنگین ستونوں پر سنگ سرخ کی پٹیوں سے پٹی ہے۔ اس میں ۷ در ہیں جن میں ۵ درمیانی در سنگ سرخ کی نفیس جالیوں سے بند ہیں۔ اس کے اور نواب اسلام خاں کے مقبرہ کے درمیان میں ۱۴ فیٹ چوڑا صحن ہے۔ تمام دالان اور صحن میں مستورات کی قبریں ہیں مگر کسی پر کتبہ نہیں ہے

شمالی جانب کے برآمدے اور حجرے

اس زنانہ قبرستان کے مشرق میں ۱۹۱ فیٹ ۸ انچہ × ۲۰ فیٹ ۳ انچہ آٹھ در کا۔ اور مغرب میں ۹۴ فیٹ × ۲۰ فیٹ ۳ انچ ۱۲ در کا برآمدہ ہے اور اُن کے اندر اُسی طرح کے حجرے ہیں جیسے دوسری جانب ہیں۔ دونوں طرف ایک ایک زینہ چھت پر چڑھنے کے واسطے بنا ہے۔ مشرقی جانب کے برآمدے میں بہت سی قبریں بن گئی ہیں۔ ایک طالب علم کی قبر پر یہ کتبہ کندہ ہے ؎

جوان نیک منش پاک دل کریم الدین	که بود با طلب علم محو رب علیم
رسا بطول تامل ذکا بہ ذہن ذکی	فلک بہ ہمت عالی ملک بہ قلب سلیم
ز خاکدان فنا یا کہاں کمر بربست	قدم کشاد بہ گلگشت باغ خلد نعیم
سروش از سر الہام سال رحلت او	بگفت کرد کرمہا بر و کریم و رحیم
	۱۲۲۴ ہجری

جامع مسجد

درگاہ شریف کے مغربی حصہ میں یہ وسیع و رفیع مسجد واقع ہے جس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ بعینہ مدینہ منورہ کی مسجد نبوی ؐ کے نمونہ پر تعمیر کی گئی ہے۔ اکثر سیاح اور مبصرین فن عمارت کا بیان ہے کہ اس کی خوش نما ساخت نہایت اعلیٰ درجہ کی صنعت کا نمونہ ہے غرضکہ اسلامی دنیا کی اعلیٰ و افضل مساجد میں اس کا شمار کیا جاتا ہے۔ اس کے درمیانی حصہ کا فرش اور پیش طاق سنگ مرمر کا ہے۔ جسے بعد میں نواب قطب الدین خان کوکلتاش نے تعمیر کرایا تھا جس کی تعمیر کی تاریخ جنت ثانی (۱۰۷۵ھ) سے نکلتی ہے۔ باقی کل عمارت سنگ سرخ کی اور گنبد خشت و چونے کے بنے ہیں۔

اس مسجد کی تعمیر کی نسبت بیان کیا جاتا ہے اور اکثر قلمی نسخوں میں بھی جو زمانۂ حال کے

جامع مسجد اندرون درگاہ فتحپور سیکری

متعلقہ صفحہ ۳۲
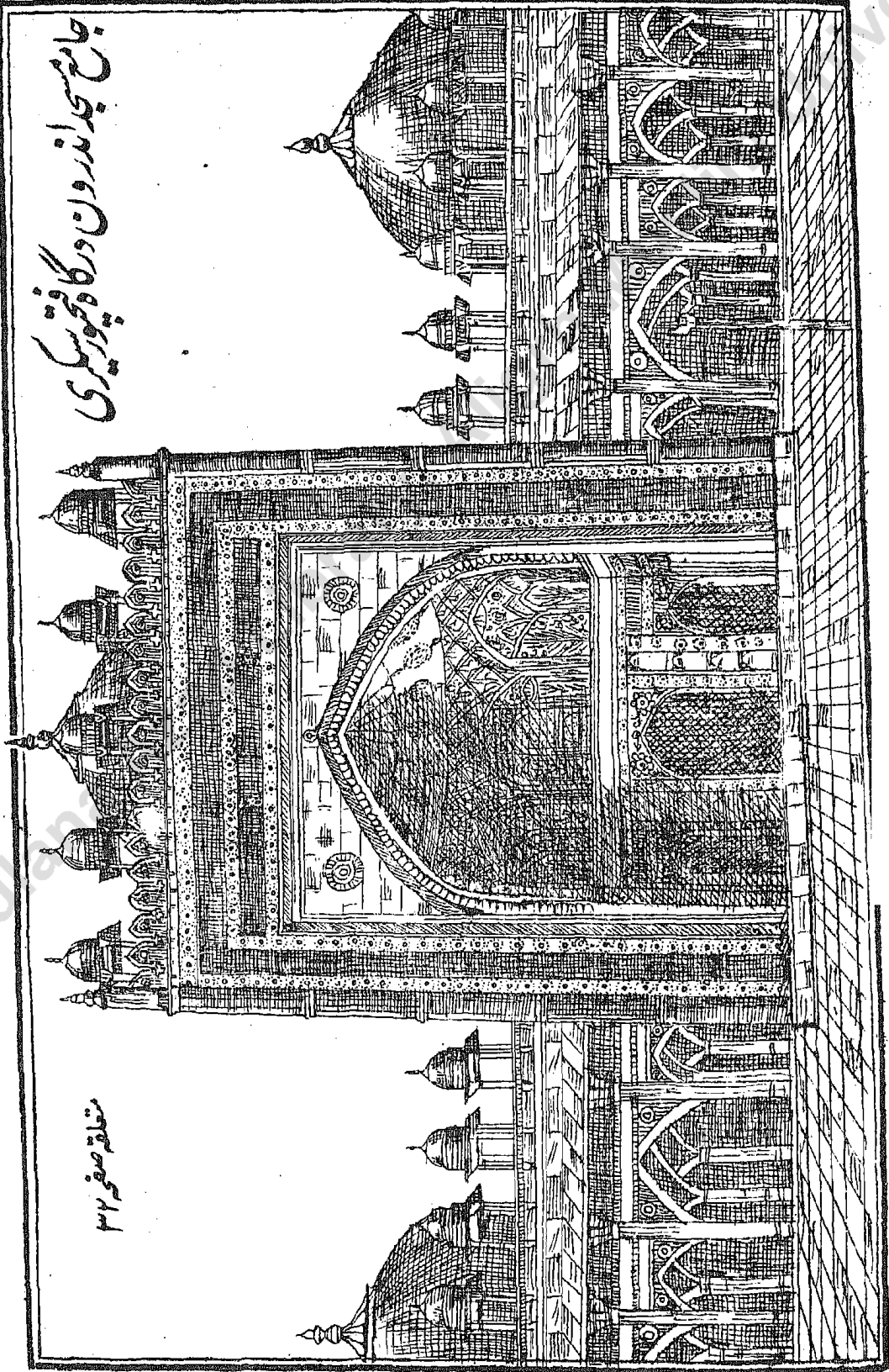
لکھے ہوئے ہیں تحریر ہے "کہ حضرت شیخ نے اِسے مظفر شاہ گجراتی کی نذر و نیاز سے خود تعمیر کرایا تھا اور مزدوری میں ۵۰۰ اشرفی ۵۰۰۰ روپیہ جو دونوں وزن میں ۱۱ ماشہ کے تھے اور ایک کروڑ بیالیس لاکھ ٹکہ جو فی ٹکہ ۲۱ ماشہ کا تھا صرف ہوئے۔ مزدور کو ایک پیسہ روز اور سنگتراش کو ایک ٹکہ روز مزدوری میں ملتا تھا۔ سنہ ۹۷۱ھ / ۱۵۶۳ء سے تعمیر شروع ہو کر سنہ ۹۷۹ھ / ۱۵۷۱ء میں مسجد تیار ہوئی"۔ جواہر فریدی میں صرف یہ لکھا ہے کہ مظفر شاہ گجراتی نے اپنی خلاصی اور حصول سلطنت کے واسطے جو نذر مانی تھی تخت نشین ہو کر حضرت شیخ کی خدمت میں بھیجی اور حضرت نے قبول فرما کر اس مسجد کی بنیاد ڈالی اور سنہ ۹۷۳ھ / ۱۵۶۵ء میں تعمیر شروع ہو کر سنہ ۹۷۹ھ / ۱۵۷۱ء میں اختتام کو پہنچی" برخلاف اِس کے اُس عہد اور قریب کے جملہ مؤرخ بالاتفاق اِسے اکبری تعمیر بتاتے ہیں۔ تاریخوں سے یہ البتہ معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۹۷۱ھ / ۱۵۶۳ء میں حضرت شیخ نے سفر حج سے واپس آکر ایک خانقاہ کی عظیم الشان عمارت تعمیر کرائی پس ظن غالب ہے کہ یہ روایت اُس خانقاہ اور اُس کی مسجد کے متعلق ہوگی جسے غلطی سے اس مسجد سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اِس کی تائید میں مسجد کے فارسی کتبہ کا یہ مصرع خاص طور سے پیش کیا جاتا ہے ع شیخ الاسلام مسجد آراستہ لیکن یہ تاریخ اکبر کے ایک میر منشی اشرف خاں کی نکالی ہوئی ہے (۱)۔ چونکہ حضرت شیخ ہی کے واسطے مسجد اور خانقاہ تعمیر کی گئی تھی اور غالباً حضرت کے زیر اہتمام ہی تیار ہوئی ہوگی اس وجہ سے تاریخ میں یہ مصرع ہونا کونسی تعجب کی بات ہے۔ اب ہم اس کے اکبری تعمیر ہونے کی نسبت چند مستند مؤرخین کا بیان درج کرتے ہیں۔ صاحب منتخب التواریخ لکھتے ہیں کہ "اکبر نے شیخ کی قدیم خانقاہ کے پاس جو سیکری کی پہاڑی پر تھی ایک جدید خانقاہ اور بہت بڑی مسجد بنوائی۔ پانچ برس کے عرصہ میں اُس کی عمارت تمام ہوئی" (۲) علامی ابوالفضل نے آئین اکبری میں جو کچھ لکھا ہے وہ باب اوّل میں بیان ہو چکا۔ اکبر نامہ میں دربار اکبری میں اپنے آنے کے حال میں لکھتے ہیں "جب اقبال کے نشان فتحپور میں آئے تو والد بزرگوار سے رخصت لے کر گیا۔ بھائی کے پاس اُترا۔ دوسرے دن مسجد جامع میں کہ شاہنشاہی عمارت ہے جاکر حاضر ہوا" (۳) جہانگیر نے اپنی توزک میں لکھا ہے۔ "یکے از اعاظم آثار کہ در عہد دولت

(۱) ملاحظہ ہو منتخب التواریخ ترجمہ اُردو صفحہ ۲۵۲ (۲) منتخب التواریخ اُردو صفحہ ۲۵۲ (۳) دربار اکبری صفحہ ۴۶۷

درزمانِ خلافت حضرت عرش آشیانی (اکبر) بظہور آمدہ ایں مسجد و روضہ است۔ بے اغراق عمارتے است
نہایت عالی تمکین کہ مثل ایں مسجد در ہیچ بلادے نیست۔ عمارتش ہمہ از سنگ و بکمال صفا اساس
نہادہ پنج لک روپیہ از خزانہ عامرہ صرف شدہ تا باتمام رسیدہ و آنکہ قطب الدین خان کوکلتاش
مجرو دور روضہ و فرش گنبد و پیش طاق مسجد را از سنگ مرمر ساختہ سوائے ایں است الخ،، (۱)
معتمد خان اقبالنامہ میں لکھتے ہیں۔ ”یکے از اعاظم آثار کہ درزمان دولت حضرت عرش آشیانی
انار اللہ برہانہ بظہور آمدہ ایں مسجد است۔ بے اغراق عمارت است عالی۔ از سیاحان روئے
زمین استماع افتادہ کہ مثل ایں مسجد در ہیچ بلادے از معمورۂ جہاں نیست الخ،، (۲) ملا عبدالحمید
لاہوری بادشاہ نامہ میں لکھتے ہیں۔ ”دہم ذی الحجہ (سنہ ۱۰۵۳ھ) از مسجد جامع (فتحپور) آں کہ
از آثار عظیمہ حضرت عرش آشیانی است۔ و در فسحت و رفعت بہ آسمان ہمسر۔ بہ نماز عید الضحیٰ
پرداختند،، (۳)

اکبر کا خطبہ پڑھنا

قبل اس کے کہ مسجد کی عمارت کا حال لکھوں میں ناظرین کو ایک اور تاریخی واقعہ سناتا ہوں۔ جب سنہ ۹۸۷ھ (۱۵۷۹ء) میں ابوالفضل کے باپ شیخ مبارک کی رائے سے ایک محضر اس بات کا لکھا گیا کہ امام عادل کو جائز ہے کہ اختلافی مسائل میں اپنی رائے کے بموجب وہ جانب اختیار کرے جو اس کے نزدیک مناسب وقت ہو۔ ایسی حالت میں علما اور مجتہدین کی رائے پر اس کی رائے کو ترجیح ہو سکتی ہے۔ اس وقت اکبر کو خیال ہوا کہ خلفائے راشدین اور اکثر سلاطین بلکہ امیر تیمور اور مرزا الغ بیگ گورگان بھی بر سرِ منبر جمعہ و جماعت میں خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ ہمیں بھی پڑھنا چاہئے۔ فیضی کو خطبہ تالیف کرنے کا حکم دیا اور جمعہ کے دن جمادی الاوّل کی چاندرات کو اسی مسجد میں بادشاہ منبر پر چڑھے۔ لیکن عجیب اتفاق ہوا کہ تھر تھر کانپنے لگے اور بڑی مشکل سے یہ تین شعر اور لوگوں کی مدد سے پڑھکر منبر سے اتر آئے اور پھر حافظ محمد امین کو امامت کا حکم دیا ؎

خداوندے کہ مارا خسروی داد	دلِ دانا و بازوئے قوی داد
بعدل و داد مارا رہنموں کرد	بجز عدل از خیالِ ما بروں کرد

(۱) توزک جہانگیری مطبوعہ علیگڈھ صفحہ ۲۶۲ (۲) نسخہ قلمی اقبال نامہ (۳) بادشاہ نامہ جلد دوم صفحہ ۳۵۳ مطبوعہ کلکتہ

بود وصفش ز حدّ فہم برتر		تعالیٰ شانہٗ اللہ اکبر	

یہ مسجد اندر سے سات درجوں پر منقسم ہے۔ درمیانی درجہ کے آگے پیش طاق اور ارد گرد کے تین تین درجوں کے آگے ۹-۹ محراب دار در ہیں۔ شمال و جنوب میں پانچ پانچ دو منزلہ حجرے بنے ہوئے ہیں۔ جن کی پہلی منزل میں علیحدہ علیحدہ حجرے اور دوسری منزل پر درمیانی تین حجروں کی چھت پر کمرہ اور ارد گرد کے حجروں کی چھت پر کوٹھریاں بنی ہیں۔ کل مسجد کا طول ۲۹۱ فیٹ اور عرض درمیانی درجہ کا پیش طاق کے چبوترہ تک ۸۷ فیٹ اور بقیہ درجوں کا ۶۳ فیٹ ہے۔ جس میں ۳۶ فیٹ ۱۱ انچ اندرونی درجوں کا اور ۲۶ فیٹ ۱ انچ بیرونی درجوں کا ہے۔ ارد گرد کے حجروں کی چوڑائی ۱۵ فیٹ ۶ انچ ہے جن کے دروازہ کے اطراف میں سنگ مرمر کی پچے کاری ہے۔ اب ہم شمال سے جنوب تک ہر درجہ کا علیحدہ علیحدہ حال تحریر کرتے ہیں۔

پہلا درجہ — شمالی پہلا درجہ شمالاً جنوباً ۲۶ فیٹ ۱۰ انچ ہے۔ اِس کی چھت ۲۴ منقش ستونوں پر جو نہایت مناسب ترتیب سے نصب ہیں۔ پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہے۔ مغربی دیوار میں محرابدار دروں اور دروازوں کے نشان اور اُن کے اطراف میں سنگ مرمر کی پچے کاری ہے۔ مشرقی حصّہ کھلا ہوا اور جنوب میں ایک بڑا محراب دار در ہے جس میں ہو کر دوسرے درجہ میں پہنچتے ہیں اس درجہ میں اب کوئی کتبہ نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مٹ گیا۔

دوسرا درجہ — دوسرا درجہ شمالاً جنوباً ۲۷ فیٹ ۳ انچہ ہے۔ اس کی چھت لداؤ کی ہے جس پر گنبد ہے۔ چھت میں سفید پتھر کی دھاریوں سے ۱۶ خوبصورت پھانکیں بنادی ہیں۔ حسب معمول یہ نیچے سے مربع شکل کا ہے جس کے درمیانی گوشوں میں ایک خاص صنعت سے سنگ سرخ کے منقش اور خوش نما ٹکڑے نصب کر کے اوپر سے ہشت پہل کر دیا ہے۔ اوپر چاروں طرف کھڑکیاں کھلی ہوئی ہیں۔ دیواروں اور دروں کے ارد گرد متعدد محراب دار دروں کے نشان خوش نمائی کے واسطے بنائے گئے ہیں جن کی کنگورہ اور لٹو نما محرابیں بہت خوبصورت ہیں۔ مغربی دیوار میں ایک کوٹھری بنی ہے جس کی چھت لداؤ کی ہے۔ دروازوں کے اطراف میں سنگ مرمر کی پچے کاری ہے۔ تینوں جانب ایک ایک بڑا در کھلا ہوا ہے۔ مغربی دیوار پر یہ آیۂ کریمہ عربی خط میں منقوش ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ
جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک کام کئے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہے

لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○
اُن (کے کئے) کا ثواب اُن کے پروردگار کے ہاں اُن کو ملے گا اُن پر نہ (تو کسی قسم کا) خوف (طاری) ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح) آزردہ خاطر ہونگے

(پارہ ۳ سورہ بقر رکوع ۳۸)

تیسرا درجہ: تیسرا درجہ شمالاً جنوباً ۲۹ فیٹ ۱۰ انچ ہے۔ اس کی ساخت مثل درجہ اوّل کے ہے۔ صرف یہ بات زیادہ ہے کہ اس میں علاوہ سنگ مرمر کی پچے کاری کے چینی کی پچے کاری بھی ہے۔ مغربی دیوار پر یہ کتبہ ہے۔

(شمالی محراب کے اوپر) وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ
اور (اے پیغمبر) دن کے دونوں سرے (یعنی صبح اور شام) اور اوائل شب نماز پڑھا کرو

إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ط (پارہ ۱۲ سورہ ھود رکوع ۱۰)
(کیونکہ) نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں

(درمیانی محراب پر) يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ
بیٹا! نماز پڑھا کر اور (لوگوں میں) اچھے کاموں (کے کرنے) کی نصیحت کیا کر اور

الْمُنكَرِ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ ط (پارہ ۲۱ سورہ لقمٰن رکوع ۲)
بُرے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جیسی پڑے جھیل

(جنوبی محراب پر) حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ
تمام نمازوں کا (عموماً) اور بیچ کی نماز کا (خصوصاً) تقید رکھو اور (نماز میں) اللہ کے آگے

قَانِتِينَ ○ (پارہ ۲ سورہ بقر رکوع ۳۱)
ادب سے کھڑے رہو

چوتھا درجہ: جامع مسجد کا چوتھا اور درمیانی درجہ مع پیش طاق کے شرقاً غرباً ۸۰ فیٹ اور شمالاً جنوباً ۱۸ فیٹ ۲ انچ ہے یہ سب سے زیادہ خوبصورت اور خوش قطع ہے۔ اس کا اور پیش طاق کا فرش سنگ مرمر کا ہے۔ باکمال صناعوں نے اس کے خوبصورت بنانے میں کوئی

دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ تمام در و دیوار پر سنگ مرمر۔ سنگ موسیٰ اور چینی کی خوش نما پچے کاری کے علاوہ رنگ برنگ کے گلدستے۔ قسم قسم کے خوبصورت نقش و نگار۔ بیلیں۔ پھول پتّے بنا کر سونے سے ایسی شگوفہ کاری کی تھی کہ جس کی نزاکت اور چمک سے آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں۔ اس وقت اگرچہ ساڑھے تین سو برس بعد اس کے تمام نقش و نگار بے نور آنکھوں کی طرح بے آب ہو رہے ہیں مگر اس خراب و خستہ حالت میں بھی بڑے بڑے سیّاح انہیں دیکھکر محو حیرت ہو کر نقش دیوار بنجاتے ہیں۔

یہ درجہ بھی نیچے سے مربع اور درمیان میں ہشت پہل ہے۔ ہر پہل میں ایک ایک محرابدار در بنا ہے۔ چھت لداؤ کی گنبد نما ہے۔ جس کے اوپر بڑا گنبد ہے۔ درمیان میں ۱۶ پنکھیوں کا ایک پھول مزیّن ہے۔ تینوں جانب تین تین محراب دار در ہیں۔ جن میں درمیانی در بڑا اور اطراف کے چھوٹے چھوٹے ہیں۔ ممبر سنگ سرخ کا ہے اور اُس کے قریب کی محراب کے اطراف میں جہاں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے یہ کتبہ نہایت خوش خط عربی خط نسخ میں لکھا ہوا ہے چونکہ اس پر چند ہی روز ہوئے کہ از سر نو آب زر سے جلا دی گئی ہے اس وجہ سے خوب جگمگاتا ہے۔ نقش و نگار کی اصلی خوبصورتی کا نمونہ دکھانے کی غرض سے کتبہ کے اوپر کے کچھ حصّہ میں بھی رنگ آمیزی کی گئی ہے۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ج فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا

(اے پیغمبر حکم تحویل قبلہ کے انتظار میں) تمھارا مُنہ پھیر پھیر کر آسمان کی طرف دیکھنا ہم ملاحظہ فرما رہے ہیں تو (گھبراؤ نہیں) جو قبلہ تم چاہتے ہو ہم تم کو

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا

(اچھا) تو (اب نماز پڑھتے وقت) مسجد محترم (یعنی کعبہ) کی طرف اپنا مونہ کر لیا کرو اور (مسلمانو! تم بھی) جہاں کہیں ہوا کرو اُسی کی طرف کو

وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ط وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ

اپنا مونہ کر لیا کرو اور (اے پیغمبر) جن لوگوں کو کتاب (تورات وغیرہ) دی گئی ہے اُن کو بخوبی معلوم ہے کہ تحویل قبلہ

الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَلَئِنْ

برحق (اور) اُن کے پروردگار (کے حکم) سے ہے اور جو (کارسازیاں یہ لوگ) کر رہے ہیں خدا اُس سے بیخبر نہیں اور (اے پیغمبر) جن لوگوں

اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ج وَمَا اَنْتَ

کو کتاب (تورات وغیرہ) دی گئی ہے اگر تم (دنیا جہان کے) سارے دلائل بھی اُن کے پاس لے کر آؤ تو وہ تمھارے قبلہ کی پیروی کریں اور تم بھی

بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۚ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ

اُن کے قبلے کی پیروی کرنے والے ہو اور اُن میں کا کوئی (فریق) بھی دوسرے (فریق) کے قبلے کی پیروی کرنے والا نہیں اور تم کو جو علم حاصل ہو چکا ہے

أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ إِنَّكَ إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ ۝

اگر اُس کے (حاصل ہوئے) پیچھے بھی تم ان (لوگوں) کی خواہشوں پر چلے تو ایسی صورت میں بیشک تم بھی نافرمانوں میں (شمار) ہو گئے

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّ

جن لوگوں کو ہم نے کتاب (تورات وغیرہ) دی ہے وہ جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں (اُسی طرح ہمارے) ان (پیغمبر) کو بھی پہچانتے ہیں اور

فَرِيقًا مِنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ

اُن میں سے ایک فریق (ایسا بھی ہے جو) دیدہ و دانستہ حق (بات) کو چھپاتے ہیں (اے پیغمبر یہ تحویل قبلہ) برحق (اور) تمہارے پروردگار

فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۝ وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا ۖ فَاسْتَبِقُوا

(کے حکم) سے ہے تو (دیکھو تم) کہیں شک کرنے والوں سے نہ ہو جانا اور ہر (فریق) کے لیے ایک سمت (مقرر) ہے جدھر کو (نماز میں) وہ اپنا مُونہ کرتا ہے تو (مسلمانو)

الْخَيْرَاتِ ۚ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ

نیکیوں کی طرف لپکو (کہ اوروں سے بڑھ جاؤ) اللہ تم سب کو (اپنے پاس) کھینچ بلائے گا بیشک اللہ ہر چیز پر

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ

قادر ہے اور (اے پیغمبر) تم کہیں سے بھی نکلو (یہاں تک کہ مکے سے بھی تو جہاں ہو نماز میں) اپنا مُونہ مسجد محترم

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا

کی طرف کر لیا کرو اور یہ (یعنی نیا قبلہ) برحق (اور) تمہارے پروردگار (کے حکم) سے ہے اور (مسلمانو!) اللہ تمہارے عملوں

تَعْمَلُونَ ۝ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ

سے بیخبر نہیں اور (اے پیغمبر) تم کہیں سے بھی نکلو (یہاں تک کہ مکے سے بھی تو جہاں ہو نماز میں) اپنا مُنہ مسجد محترم کی طرف

الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ

کر لیا کرو اور (مسلمانو!) تم بھی جہاں کہیں ہوا کرو (نماز میں) اُسی کی طرف اپنا مُونہ کرو (بار بار حکم دینے سے ایک) غرض یہ ہے کہ ایسا نہ ہو

لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ

لوگوں کو تمھیں قائل کرنے کی سند ہاتھ آ جائے مگر ان میں سے جو ناحق کی ہیکڑی کرتے ہیں (وہ تم کو الزام دیئے بغیر رہنے کے نہیں) تو تم اُن سے نہ ڈرو

وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ كَمَا

اور ہمارا ڈر رکھو اور (دوسری) غرض یہ ہے کہ ہم اپنی نعمت تم پر پوری کریں اور (تیسری) غرض یہ ہے کہ تم (قبلے کے بارے میں) سیدھے رستے پر آ لگو (یہ احسان

اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ

ہم نے تم میں تم ہی میں کے ایک رسول بھیجے جو ہماری آیتیں تم کو پڑھ کر سناتے اور تمھاری اصلاح کرتے اور تم کو

وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝

کتاب (یعنی قرآن) اور عقل (کی باتیں) سکھاتے اور تم کو ایسی ایسی باتیں بتاتے ہیں جو (پہلے سے) تم کو معلوم نہ تھیں

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝ (پارہ ۲ سورہ بقر رکوع

تو تم ہماری یاد میں لگے رہو کہ ہمارے ہاں بھی تمھارا ذکر (خیر) ہوتا ہے اور ہمارا شکر کرتے رہو اور ناشکری نہ کرو

۱۷ و ۱۸) (سیپارہ ۲ کا پہلا رکوع)

پیش طاق

درمیانی درجہ کے آگے پیش طاق ہے۔ یہ شمالاً جنوباً ۴۲ فیٹ ۸ انچ اور شرقاً غرباً ۲۷ فیٹ ۱۱ انچ ہے۔ اس کا سب سے بالائی حصہ فرش سے ۸۷ فیٹ ۹ انچ بلند ہے۔ دونوں جانب ایک ایک منارہ جو پانچ پانچ ستونوں سے مرکب ہے نیچے سے اوپر تک چلا گیا ہے۔ جس کے اوپر دو گلدستے مزین ہیں۔ ان پانچ ستونوں میں دو سنگ سفید کے سادہ اور دو سنگ سرخ کے منقش اور ایک سادہ ہے۔ پیش طاق کے در پر کنگورہ نما خوبصورت محراب ہے۔ جس کے اوپر نہایت نفیس بیل بنی ہوئی ہے۔ سنگ مرمر کی پچے کاری کے ارد گرد سنگ موسیٰ کی دھاری عجیب بہار دکھاتی ہے۔ گوشوں میں نیچے سے اوپر تک خوبصورت محراب دار دروازوں کے نشان بنے ہیں پیش طاق کے اندر دروں کے درمیان میں اُسی طرح کے نقش و نگار اور سنگ مرمر کی پچے کاری ہے جیسی اندر کے درجہ میں ہے۔ علاوہ اُن تین دروں کے جو مغربی جانب واقع ہیں ایک ایک در شمال و جنوب میں ہے۔ طاق کے اندر یہ آیات منقوش ہیں۔ جن کے دو ایک جگہ کے حروف مٹ گئے ہیں۔

کتبہ پیش طاق مسجد

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ

جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو چاہیئے کہ یوں کہے اے اللہ میرے لئے رحمت کے دروازے

اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَاِذَا خَرَجَ فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ

کھول دے — اور جب باہر نکلے تو کہے — اے اللہ میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں

قوله تعالیٰ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ

اور (یہ) دعا مانگا کرو کہ اے میرے پروردگار (آخر تو مجھ کو کہ چھوڑ کر کسی جگہ جا کر رہنا ہی تو جہاں) مجھ کو (پہنچائے خیر سے) اچھی جگہ پہنچا یو اور جہاں...

[illegible]

وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ○ (پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۹)

اور اپنے ہاں سے مجکو (دشمنوں پر) فتحیابی کے ساتھ غلبہ دیجیو

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ○

لوگوں (کی عبادت) کے لئے جو پہلا گھر ٹھیرایا گیا وہ یہی ہے جو (شہر) مکہ میں واقع ہے برکت والا اور دنیا جہان (کے لوگوں) کے لیے (موجب

فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ ۚ۬ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ

اِس میں (فضیلت کی) بہت سی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں (از انجملہ) ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ۔ اور جو اس گھر میں آ داخل ہوا امن میں آگیا

وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا ؕ وَ

اور لوگوں پر فرض ہے کہ خدا کے لئے خانہ کعبہ کا حج کریں جس کو اس تک پہونچنے کا مقدور ہو اور جو (مقدور رکھے پیچھے

مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ○ (پارہ ۴ سورہ آل عمران رکوع ۱۰)

نعمت کی) ناشکری کرے (اور حج کو نہ جائے) تو اللہ دنیا جہان سے بے نیاز ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِیْ

جو لوگ کفر کرتے اور (لوگوں) کو خدا کے رستے سے روکتے اور مسجد حرام (میں جانے) سے (مانع آتے) جن کو

جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ِۨ الْعَاكِفُ فِیْهِ وَالْبَادِ ؕ وَمَنْ یُّرِدْ فِیْهِ

ہم نے یکساں (بلا امتیاز سب) آدمیوں کے لئے (معبد) قرار دیا ہے وہاں کے رہنے والے ہوں یا باہر کے (ان روکنے والوں کو) اور (نیز)

بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ○ وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ

اُن کو جو مسجد حرام میں شرارت (کی راہ) سے کفر کرنا چاہیں ہم (آخرت میں) عذاب دردناک (کا مزہ) چکھائیں گے اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے ابراہیم کے لئے

مَكَانَ الْبَیْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَیْئًا وَّطَهِّرْ بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ

خانہ کعبہ کی جگہ مقرر کردی (اور حکم دیا) کہ ہمارے ساتھ کسی چیز کو شریک (خدائی) نکرنا اور ہمارے (اس) گھر کو طواف کرنے والوں

وَالْقَآئِمِیْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ○ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ

اور قیام اور رکوع (اور) سجدہ کرنے والوں (یعنی نمازیوں) کے لئے صاف ستھرا رکھنا اور لوگوں میں حج کے لئے پکار دو

یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ○

کہ لوگ تمہاری طرف (دوڑتے چلے) آئیں گے (کچھ) پیادے اور (کچھ) ہر طرح کی دُبلی (دُبلی) سواریوں پر جو ہر راہ دور (دراز) سے آئی ہونگی

لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَیَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ

(اور اس سفر سے اُن کا مقصود یہ ہوگا) کہ اپنے فائدوں (یعنی تجارت) کے لئے بھی وقت پر آ موجود ہوں اور خدا نے جو مویشی چارپائے

عَلٰی مَا رَزَقَھُمْ مِّنْ بَھِیْمَۃِ الْاَنْعَامِ ج فَکُلُوْا مِنْھَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ

اُن کو دئے ہیں (اُن) خاص دنوں میں (اُن کی قربانی کرتے وقت) اُن پر خدا کا نام لیں تو (لوگو!) قربانی (کے گوشت میں) سے (آپ بھی) کھاؤ

الْفَقِیْرَ ○ ثُمَّ لْیَقْضُوْا تَفَثَھُمْ وَلْیُوْفُوْا نُذُوْرَھُمْ وَلْیَطَّوَّفُوْا

اور مصیبت زدہ محتاج کو (بھی) کھلاؤ پھر (لوگوں کو) چاہئے کہ (قربانی کئے پیچھے احرام کے وقت کا) اپنا میل کچیل اُتار دیں اور اپنی منتیں پوری کریں اور

بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ ○ (پارہ ۱۷ سورۂ حج رکوع ۳ و ۴)

(معبدِ) قدیم (یعنی) خانۂ (کعبہ) کا طواف (بھی) کریں

اِس کے نیچے نہایت خوش خط اور نستعلیق حروف میں یہ تاریخ کندہ ہے جس کے درمیان میں نہایت نفیس بیل بنی ہے ؎

جانب شمال

در زمانِ شہِ جہاں اکبر | کہ از و ملک را نظام آمد

جانب مغرب

شیخ الاسلام مسجدے آراست | کز صفا کعبۂ احترام آمد

جانب جنوب

سالِ اتمام ایں بنائے رفیع | ثانی المسجد الحرام آمد

اخیر مصرع سے سنہ ۱۱۵۱ھ تاریخ نکلتی ہے

پانچواں درجہ

مسجد کے پانچویں۔ چھٹے۔ ساتویں درجہ کی ساخت اور پیمائش بعینہٖ تیسرے۔ دوسرے اور اوّل درجہ کے مطابق ہے صرف کتبہ ہر ایک کا جداگانہ ہے جو یہ ہے۔

(اوّل محراب کی پیشانی پر) وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ ○ اِنَّ السَّاعَۃَ اٰتِیَۃٌ

اور ہماری یاد کے لئے نماز پڑھا کرو (کیونکہ) قیامت (ضرور) آنے والی ہے (اور) ہم اُس (کے وقت) کو

اَکَادُ اُخْفِیْھَا لِتُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰی ○ (پارہ ۱۶ سورہ طٰہٰ رکوع ۱)

(ان لوگوں سے) پوشیدہ رکھنے کو ہیں تاکہ ہر شخص (قیامت کے ڈر سے نیک کام کرنے کی کوشش کرے اور قیامت میں اُس) کو اُس کی کوشش کا بدلہ ملے

(درمیان میں) قُلْ ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ قف عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَ

کہو میرا طریق تو یہ ہے کہ (سب کو) خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اور لوگ میرے پیرو ہیں (وہ۔ ہم سب دین کے ایک)

مَنِ اتَّبَعَنِیْ ؕ وَ سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ○ (پارہ ۱۳ سورہ یوسف رکوع ۱۲)
معقول رستے پر ہیں (جس کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے) اور اللہ (کی ذات) پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں

(جنوبی محراب پر) اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ
(اے پیغمبر) آفتاب کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک (ظہر، عصر، مغرب، عشا کی) نمازیں پڑھا کرو اور نماز صبح (بھی)

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا ○ (پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۹)
کیونکہ) نماز صبح کا وقت نور ظہور کا وقت ہے

چھٹا درجہ — چھٹے درجہ میں یہ کتبہ ہے وَاَقِیْمُوْا وُجُوْهَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ
اور (فرمایا ہے کہ) ہر ایک نماز کے وقت (تم سب خدا کی طرف) متوجہ ہو جایا کرو اور خالص اُسی کی تابعداری

لَهُ الدِّیْنَ ؕ کَمَا بَدَاَکُمْ تَعُوْدُوْنَ ○ فَرِیْقًا هَدٰی وَفَرِیْقًا حَقَّ عَلَیْهِمُ
مد نظر رکھ کر اُس کو پکارو جس طرح تم کو پہلے (پیدا) کیا تھا اُسی طرح تم دوبارہ بھی (پیدا) ہو گے (اُسی نے) ایک فریق کو ہدایت دی اور ایک فریق

الضَّلٰلَةُ ؕ (پارہ ۸ سورہ اعراف رکوع ۳)
ہر گمراہی اُن (کے سر) پر سوار ہے

ساتواں درجہ — ساتویں درجہ کا کتبہ یہ ہے اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ
(اے مخاطب) کیا تو نے (اس بات پر) نظر نہیں کی کہ جتنے (فرشتے اور آدمی) آسمان زمین میں ہیں اللہ کی تسبیح

الْاَرْضِ وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِیْحَهٗ ؕ (پارہ ۱۸ سورہ نور رکوع ۱۵)
(و تقدیس) کرتے رہتے ہیں اور پرند (بھی) جو پر پھیلائے (اُڑتے پھرتے ہیں) سب کو اپنی (اپنی) نماز اور اپنی (اپنی) تسبیح (کا طریقہ) معلوم ہے

مسجد کا بیرونی درجہ — مسجد کے بیرونی درجہ میں پیش طاق کے اِرد گرد دو برابر کے حصّہ ہیں - اِن میں ہر ایک ۹۴ فیٹ ۵ انچہ لمبا اور ۲۹ فیٹ ۱ انچہ چوڑا ہے - ہر درجہ میں علاوہ اُن ستونوں کے جو اندرونی درجوں میں شمار ہو گئے ۲۰۰ ستون اور ہیں - یہ سب ستون منقش نیچے سے چوکور - درمیان میں ہشت پہل - اور سب سے اوپر گول اور پتھر کے کئی کئی ٹکڑوں سے مرکّب ہیں - اور دس دس کی ترتیب سے اس طرح نصب کئے گئے ہیں کہ ہر درجہ پھر برابر کے دو حصّوں میں منقسم ہو گیا ہے چھت چار چار ستونوں کے درمیان میں پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہے اور دونوں جانب نو نو محرابدار در ہیں - اِن میں ۵ بڑے اور ۴ چھوٹے ہیں - شمالی جانب دوسرے در کی پیشانی پر یہ کتبہ کندہ ہے -

إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَٰبَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَوٰةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَٰهُمْ

اور جو لوگ کتابُ اللہ کی تلاوت کرتے اور نماز پڑھتے اور جو کچھ ہم نے اُن کو دے رکھا ہے اُس میں سے چھپا کر

سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَٰرَةً لَّن تَبُورَ ۝ لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ

اور کھلے طور پر (راہ خدا میں) خرچ کرتے ہیں بیشک وہ ایسے بیوپار کی آس لگائے بیٹھے ہیں جس میں کبھی گھاٹا ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ خدا

وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِۦٓ (پارہ ۲۲ سورہ فاطر رکوع ۴)

اُن کو اُن کے اجر پورے پورے بھر دے گا اور اپنے فضل سے اُن کو زیادہ بھی دے گا۔

کُل مسجد میں ۱۳۶ استون ہیں آگے ۱۰۰ فیٹ چوڑا صحن مسجد کے واسطے مخصوص کر دیا گیا ہے جو بقیہ صحن سے کسی قدر بلند ہے۔

مینار چھت اور گنبد

مغربی دیوار کے دونوں گوشوں پر ایک ایک مینار بنا ہے۔ جس پر ۱۱ سیڑھیاں چڑھکر ایک گیلری نما تنگ راستہ ملتا ہے جس کی جنوبی دیوار میں اوّل ایک زینہ اُس کے بعد روشندان اور سب سے آخر میں ایک کھڑکی مسجد کے قریب کے جنوبی دالان میں کھلی ہوئی ہے۔ شمالی دیوار میں تین دروازے مسجد کے حجروں کی چھت کے کمرے میں بنے ہیں۔ اِس کے بعد ۱۵ سیڑھیاں چڑھکر مسجد کی چھت ملتی ہے۔ چھت سے ۸ فیٹ ۲ انچہ کی بلندی پر ان میناروں کے اوپر مثمن برج بنے ہوئے ہیں۔ چھت کے درمیان میں بڑا اور اُس کے اِرد گرد دوؔ چھوٹے گنبد چونے کے بنے ہیں۔ جن کے اوپر پتھر کے کلس نصب ہیں۔ چھوٹے گنبد ۱۲ پہل کے ۱۱ فیٹ بلند چبوتروں پر بنائے گئے ہیں۔ چبوترہ کا ہر ضلع ۷ فیٹ ۳ انچہ ہے۔ ۱۲ پہل میں محراب دار دروں کا نشان اور چار میں اندر کی جانب کھڑکیاں کھلی ہوئی ہیں۔ درمیانی بڑا گنبد چھوٹے گنبدوں سے ۴ فیٹ ۸ انچ کے فاصلہ پر ہے۔ یہ دوہرے چبوترہ پر بنایا گیا ہے۔ پہلا چبوترہ چھت سے ۷ فیٹ ۹ انچہ بلند ہے۔ اس کے اوپر دوسرا چبوترہ ہے جو ۱۱ فیٹ ۵ انچہ بلند ہے۔ اوپر کا چبوترہ نیچے سے ۳۲ اور اوپر سے ۱۶ پہلوں پر منقسم ہے۔ ہر ضلع نیچے سے ۴ فیٹ ۵ انچہ اور اوپر سے ۱۱ فیٹ ۲ انچہ ہے۔ چبوتروں میں خوش نما محراب دار دروں کے نشان بنے ہیں۔ مشرقی جانب پیش طاق کا بالائی حصّہ اور مغربی جانب دیوار میں اُسی طرح کے منارے اور گلدستے جواب میں بنے ہوئے ہیں مشرقی دیوار پر برابر برابر وہ کنگریاں مزیّن ہیں جن کا حال پہلے بیان ہو چکا ہے۔

یہ تینوں گنبد نہایت بلند اور اعلیٰ درجہ کی صنعت کا نمونہ ہیں۔ اکثر مبصرین کا بیان ہے
کہ ایسے خوبصورت اور شاندار گنبد کسی دوسری عمارت میں نہیں ہیں۔ غرضکہ ان کی اصلی
خوش نمائی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ بیان میں نہیں آسکتی۔

مغربی برآمدے اور حجرے

مسجد کے شمال و جنوب میں تین تین در کے برآمدے ہیں۔ ہر ایک برآمدہ ۱۹ فیٹ ۵ انچہ
× ۲۰ فیٹ ۳ انچہ ہے۔ ان برآمدوں کے دو دروں کے سامنے حجرے اور ایک در کے سامنے
دروازے ہیں۔ دروازوں کے قریب چھت پر چڑھنے کے واسطے زینے بنے ہوئے ہیں۔

روضۂ عالی حضرت شیخ سلیم چشتی قدس سرہٗ

درگاہ شریف کی افضل العمارت روضۂ عالی حضرت شیخ الاسلام شیخ سلیم چشتی قدس سرہٗ
ہے جسے نواب قطب الدین خاں کوکلتاش نے جو حضرت کے نواسے تھے نہایت بلند ہمتی اور
دریا دلی سے ۹۸۸ھ ۱۵۸۰ء میں تعمیر کرایا تھا۔ سبحان اللہ عجیب نفیس عمارت ہے جس کو اگر نمونۂ فردوس
بریں کہیں تو بجا ہے یا بقعۂ نور سمجھیں تو روا ہے۔ صناعانِ باکمال نے خوب کمال دکھایا ہے
کہ روضۂ رضواں کا نمونہ فرش زمین پر بنایا ہے۔ عجیب دلکش اور دلچسپ مقام ہے۔ کیسا ہی
غمگین اور دل گرفتہ کیوں نہ ہو۔ جہاں اس مقام اقدس پر قدم رکھا۔ ہر قسم کا غم غلط ہوا اور
غنچۂ دل شگفتہ ہوکر باغ باغ ہوگیا۔ یوں تو ہر وقت اس قطعۂ بہشتی کی سیر سے صانعِ حقیقی
کی صنعت کاملہ کا جلوہ نظر آتا اور گلشنِ قدس کی سیر کا لطف حاصل ہوتا ہے مگر شب ماہ میں
تو اس پر ایسا نور برستا ہے کہ کسی طرح اس کی سیر سے سیری نہیں ہوتی۔

حجرہ مزار مبارک

یہ روضۂ عالی درگاہ شریف کے شمالی جانب بلند دروازہ کے سامنے واقع ہے۔ اندر کا
حجرہ جس میں مزار مبارک واقع ہے مربع شکل کا ہے جس کا ہر ضلع ۱۶ فیٹ ۴ انچہ ہے۔ چاروں
طرف ۳ فیٹ ۱ انچہ آثار کے دروازے ہیں جن میں صرف جنوبی دروازہ کھلا ہوا ہے باقی تینوں
دروازے سنگ مرمر کی جالیوں سے بند ہیں۔ مغربی دروازہ کے آثار میں تین چھوٹے چھوٹے
محرابدار مصلے سنگ موسیٰ کی پچیکاری سے بنے ہیں۔ جن کے اندر ایک نہایت خوبصورت آٹھ
پتیوں کا پھول مزین ہے۔ حجرہ کا فرش نہایت پرتکلف اور شفاف ہے جو سنگ مرمر کے اندر
سنگ ابری۔ سنگ موسیٰ۔ سنگ یرقان کی پچے کاری سے قطعہ دار بنا ہوا ہے۔ وسط میں

روضہ حضرت سلیم چشتی (اندرون درگاہ فتحپور سیکری) متعلقہ صفحہ ۴۴
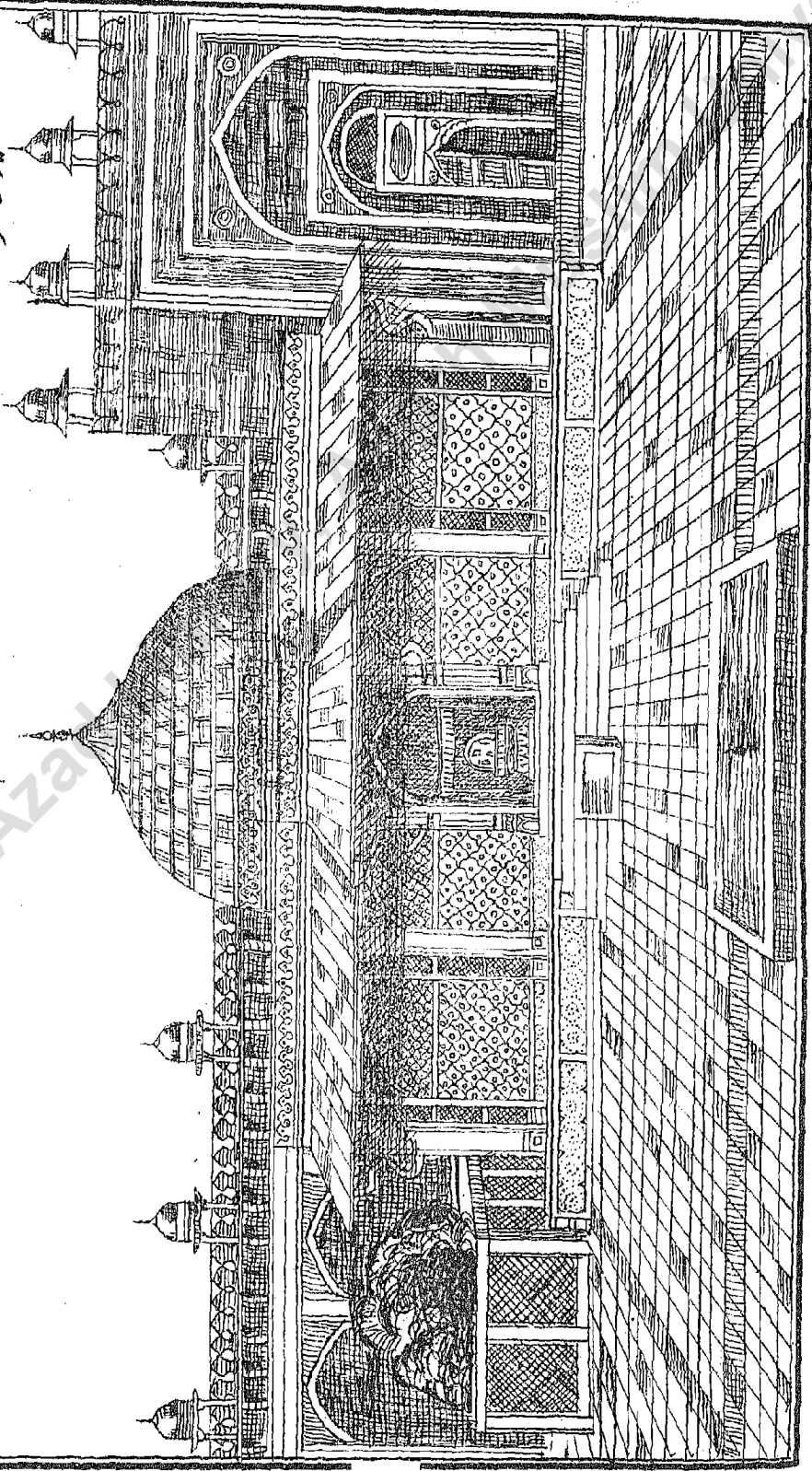
۹ فیٹ ۲ انچ × ۶ فیٹ ۳ انچ جگہ میں ۲ فیٹ اونچا سنگ مرمر کا جالیدار کٹہرہ نصب ہے۔
جس کے اندر مزار مبارک کا تعویذ سنگ مرمر کا واقع ہے۔ جو ہمیشہ خوبصورت قبرپوشوں سے
ڈھکا رہتا ہے صرف ۲۰ رمضان کی شب کو غسل کے واسطے کھولا جاتا ہے۔ کٹہرہ کے اوپر
سیپ کے کام کا نہایت نفیس بلکہ بے نظیر چھپرکھٹ قائم ہے۔ جس کی چھت سائبان نما ہے
اس کی سیپ نہایت اعلیٰ درجہ کی اور ہندوستان میں بے نظیر سمجھی جاتی ہے۔ کسی صاحب کمال
نے ایسا باریک اور نفیس کام بنایا ہے کہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ آج کل اس کی مرمت
ہو رہی ہے جس کے واسطے کئی مرتبہ مختلف مقامات سے سیپ منگائی گئی مگر پورانی سیپ کے
سامنے ایک بھی نہ جچی۔ اب عدن سے سیپ منگائی گئی ہے اور اسی سے مرمت ہو رہی ہے۔
حجرہ کے اندرونی در و دیوار سنگ سرخ کے ہیں صرف ۳ فیٹ ۸ انچ دیواروں میں
سنگ مرمر لگا ہوا ہے تمام در و دیوار پر رنگ برنگ کی خوش نما گلکاریاں۔ طرح طرح کے بیل
بوٹے۔ پھول پتّے بنے ہوئے ہیں۔ دروازوں کے گوشوں میں محراب دار در بنا کر اُن کے اندر
بڑے بڑے شجر بنائے ہیں جن میں غنچہ اور شگوفہ کی خوب بہار دکھائی ہے۔ چھت لداؤ کی گنبد نما
ہے جس پر سُرخ رنگ کی مخمل کی چھت گیری لگی رہتی ہے۔ دروازہ میں سنگ مرمر کے جالیدار
کواڑ لگے ہیں جن کے اوپر رنگ پھرا ہوا ہے۔ روضہ کے اندر چاروں طرف یہ آیات عربی خط میں
کندہ ہیں۔

(جانب شمال) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ
(شروع) اللہ کے نام سے جو نہایت رحم والا مہربان ہے کیا وہ شخص جس کا سینہ خدا نے (قبول) اسلام

لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ (سورۂ الزمر رکوع ۳ پارۂ ۲۳)
کے لئے کھول دیا ہے اور وہ اپنے پروردگار کی (مشعل ہدایت آگے رکھتا اور اسی کی) روشنی پر (چلتا) ہو (اُس کے برابر ہو سکتا ہے جو کفر کی تاریکیوں میں پھنسا ہو)

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ
(ہمارے یہ) پیغمبر (محمدؐ) اُس (کتاب) کو مانتے ہیں جو اُن کے پروردگار کی طرف سے اُن پر اُتری ہے اور (پیغمبر کے ساتھ دوسرے مسلمان

بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ (پارۂ ۳ سورہ بقر رکوع اخیر)
بھی (یہ سب کے) سب اللہ اور اُس کے فرشتوں اور اُس کی کتابوں اور اُس کے پیغمبروں پر ایمان لائے کہ (سب پیغمبروں کا دین ایک ہی ہے اور)

(جانب مغرب) لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ قف وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا

ہم خدا کے پیغمبروں میں سے کسی کو (بھی) جدا نہیں سمجھتے (یعنی سب کو مانتے ہیں) اور بول اُٹھے کہ (اے ہمارے پروردگار)

غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ○ (سورہ بقر رکوع ۴۰ پارہ ۳) اِنِّیْ

ہم نے (تیرا ارشاد) سُنا اور تسلیم کیا۔ اے ہمارے پروردگار (بس) تیری ہی مغفرت (درکار ہے) اور تیری ہی طرف لوٹ جانا ہے۔ میں نے

وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا

تو ایک ہی کا ہو کر اپنا رُخ اُسی کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمان و زمین کو بنایا اور میں

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ع (سورۂ انعام رکوع ۹ پارہ ۷)

مشرکوں میں سے نہیں ہوں

(جانب جنوب) رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا

اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہ معاف کر اور ہمارے کاموں میں جو ہم سے زیادتیاں ہو گئی ہیں اُن سے درگزر فرما

وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○ پارہ ۴ سورہ آل عمران رکوع ۱۵) رَبَّنَا وَاٰتِنَا

اور (دشمنوں کے مقابلہ میں) ہمارے پاؤں جمائے رکھ اور کافروں کے گروہ پر ہم کو فتح دے اے پروردگار جیسی جیسی

مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ○

نعمتوں کے وعدے اپنے رسولوں کی معرفت تو نے ہم سے فرمائے ہیں ہم کو نصیب کر اور قیامت کے دن ہم کو ذلیل نہ کیجیو تو اپنا وعدہ تو کبھی خلاف کیا ہی نہیں کرتا

(پارہ ۴ سورہ آل عمران رکوع ۲۰)

(جانب مشرق) وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ق فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ط

اور اللہ ہی کا ہے پورب اور پچھم تو جہاں کہیں (قبلے کی طرف) مُنہ کر لو اُدھر ہی کو اللہ کا سامنا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ (پارۂ اوّل سورۂ بقر رکوع ۱۴) اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ

بیشک اللہ (بڑی) گنجائش والا (اور سب کچھ) جانتا ہے اللہ اور اُس کے فرشتے

يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○

پیغمبر پر درود بھیجتے (رہتے) ہیں (تو) مسلمانو! (تم بھی) پیغمبر پر درود اور سلام بھیجتے رہو

(سورہ احزاب رکوع ۷ پارہ ۲۲)

غلام گردش

حُجرہ کے آگے چاروں طرف سنگ مرمر کا ۱۱ فیٹ چوڑا برآمدہ (غلام گردش) ہے جس میں

چاروں طرف پانچ پانچ در ہیں جو سنگ مرمر کی نہایت خوبصورت باریک اور مختلف وضع جالیوں سے جن کے اندر محراب دار دروازوں کے نشان اور سنگ موسیٰ کی پٹریاں دی ہوئی ہیں بند ہیں صرف جنوبی جانب کے درمیانی در میں دروازہ کھلا ہوا ہے۔ جس میں آبنوسی کواڑ چڑھے ہوئے ہیں۔ مشرقی جانب کے درمیانی در کی جالی میں ایک کھڑکی بنی ہے جس میں چوبی کواڑ کہ جن پر پیتل کا پتّر چڑھا ہوا ہے لگے ہیں۔ برآمدے کی چھت سنگ مرمر کی پٹیوں سے پٹی ہے۔ فرش بھی سنگ مرمر کا ہے۔ گوشہ شمال مشرق میں ۱۰ فیٹ ۵ انچ × ۱۰ فیٹ ۵ انچ فرش کی جگہ سنگ موسیٰ کی پٹریوں سے محصور کر دی گئی ہے جس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے نیچے مدینہ منورہ کی خاک مدفون ہے۔

روضہ شریف کے چاروں دروازوں کے بیرونی جانب دونوں طرف ۵ فیٹ ۱۰ انچ × ۲ فیٹ ۴ انچ سنگ مرمر کی لوحوں پر جن کے گرد سنگ موسیٰ کی پٹریاں دی ہوئی ہیں۔ خط نسخ میں آیات قرآنی کے نہایت خوش خط کتبے کندہ ہیں جو برآمدے کے فرش سے ۴ فیٹ کی بلندی پر ہیں نہ معلوم کس صاحب کمال کے پُرزور قلم نے یہ جادونگاری کی ہے اور کس کے متبرک ہاتھوں نے انہیں پتھر میں تراشا ہے کہ جن کے دیکھنے سے آنکھوں میں نور اور دل میں سرور پیدا ہوتا ہے حروف اُبھرے ہوئے اور اتنے بڑے بڑے ہیں کہ ایک حرف (ل) پیمایش سے ۱ فٹ ۷ انچ کا نکلا۔ باکمال صناع نے ایک اور صناعی دکھائی ہے کہ ہر کتبہ کے حروف کے درمیان میں ایک خوبصورت پھولدار بیل بنائی ہے۔ کسی زمانہ میں یہ کل کتبے آبِ زر سے جگمگاتے تھے اب صرف جنوبی دروازہ کے کتبے اور ایک مغربی دروازہ کے جنوبی کتبہ کے حروف پر سونے کے پانی سے جلا کی گئی ہے جو بہت ہی چمکتے اور بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ ان کتبوں کے اوپر تین تین محراب دار طاقوں کے نشان بنے ہیں جن کی خوش نما محرابیں اور کنارے اُبھرے ہوئے ہیں۔ ان طاقوں کے اندر ایک ایک نہایت نفیس بلکہ بے نظیر گلدستہ مختلف رنگوں سے بنایا گیا تھا جو اب صرف جنوبی جانب کے چھئوں طاقوں میں باقی رہ گیا ہے۔ منجملہ ان کے چار گلدستوں میں جلا دی گئی ہے اور از سرِ نو سونے کا پانی پھیرا گیا ہے۔ کتبے حسب ذیل ہیں۔

جانب جنوب

(شرقی) بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَعَلَی اللّٰہِ اِعْتِمَادِیْ

(شروع) اللہ کے نام سے جو نہایت رحم والا اور مہربان ہے اور اللہ ہی پر میرا بھروسہ ہے

(مغربی) سَلَامٌ عَلَیْکُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّۃَ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ فی سنہ ۹۸۸ھ

تم پر سلامتی ہو اپنے اعمال کی جزا میں جنت میں داخل ہو۔

جانب مغرب

(جنوبی) اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ وقف وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ

دین (حق) تو خدا کے نزدیک (یہی) اسلام ہے اور یہی اور اہل کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ) نے جو (دین حق سے)

اُوْتُوا الْکِتٰبَ (پارہ ۳ سورہ آل عمران رکوع ۲)

مخالفت کی

(شمالی) فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَھُمْ فِیْ رَوْضَۃٍ یُّحْبَرُوْنَ ۝

پھر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل (بھی) کیے وہ تو باغ (بہشت) میں ہونگے (اور) انکی خاطر داریاں ہو رہی ہونگی

جانب شمال

(مغربی) وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ

اور (اے پیغمبر) جب ہمارے بندے تم سے ہمارے بارے میں دریافت کریں تو (اُن کو سمجھا دو کہ) ہم (اون کے) پاس ہیں۔ جب کبھی ہم سے

الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (سورہ بقر رکوع ۲۳ پارہ ۲)

کوئی دعا کرے تو ہم (ہر ایک) دعا کرنے والے کی دعا کو (سنتے اور مناسب ہوتا ہے تو) قبول (بھی) کر لیتے ہیں۔

(مشرقی) وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاۗءٌ

اور (اے پیغمبر) جو لوگ اللہ کے رستے میں مارے گئے اُن کو مرا ہوا خیال نہ کرنا (وہ مرے نہیں ہیں) بلکہ اپنے پروردگار کے پاس جیتے (جاگتے)

(پارہ ۴ سورہ آل عمران رکوع ۱۷)

جانب مشرق

(شمالی) عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَ

(اُس کے خوانِ کرم سے) اُن کے راتب بندھے ہیں اور جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے اُن کو دے رکھا ہے اُس میں مگن ہیں۔ اور

يَسْتَبْشِرُوْنَ (پارہ ۴ سورہ آل عمران رکوع ۱۷)
خوشیاں مناتے ہیں

(جنوبی) وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى
اور اللہ (لوگوں کو) سلامتی کے گھر (یعنی بہشت) کی طرف بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھے رستے کی طرف

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ (پارہ ۱۱ سورہ یونس رکوع ۳)
رہنمائی کر دیتا ہے

روضہ کے دروازہ کے اطراف میں باہر کی جانب رنگارنگ اور طلائی کام کے نقش ونگار بنے ہیں۔ اور پیشانی پر دونوں طرف کلمۂ طیبہ اور درمیان میں خط طغریٰ میں اللہ۔ محمدؐ۔ ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ۔ اور اس کے نیچے یہ تاریخ لکھی ہے ۔

مغیث ملت پیر طریق شیخ سلیم	کہ در کرامت و قربت جنید و طیفور است
منور است از و شمع خانوادۂ چشت	فرید گنج شکر را خلف تریں پور است
دو بیں مباش ز خود فانی و بحق باقی	کہ سال رحلتش اندر زمانہ مشہور است [۱]

برآمدہ کے دروازہ کے اوپر باہر کی جانب نہایت باریک بیل بنی ہے اور اطراف میں یہ کتبہ کندہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ قال اللہ تعالیٰ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
(شروع) اللہ کے نام سے جو نہایت رحم والا مہربان ہے البتہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے

الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا
اُن کی ضیافت کے لئے فردوس (بریں) کے باغ ہوں گے جن میں وہ ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے۔ (اور کبھی) یہاں سے

لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ○ (پارہ ۱۶ سورہ کہف رکوع ۱۲) اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ
اُٹھنا نہیں چاہیں گے اے اللہ تو سراسر سلامت ہے

(۱) اس تاریخ میں در اصل چار شعر ہیں۔ لیکن اس مقام پر صرف تین شعر لکھے ہیں۔ یہ تیسرا شعر تحریر نہیں ہے ۔

کسے کہ جرعہ کش بادۂ محبت اوست	ہزار کرد تہی خم ہنوز مخمور است

وَمِنْكَ السَّلَامُ وَاِلَيْكَ يَرْجِعُ السَّلَامُ حَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا

اور تجھی سے جہان کی سلامتی ہے اور تیری طرف سلامتی کا رجوع ہے۔ پروردگار ہمیں امن چین سے زندہ رکھ اور سلامتی کے گھر

دَارَ السَّلَامِ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

یعنی بہشت میں داخل کر دے اے پروردگار تو بڑا مبارک ہے اور اے بزرگی اور بڑائی کے صاحب تو بڑا بلند ہے

برآمدہ کی چھت کے آگے چاروں طرف خوبصورت چھجّہ لگا ہے جس کے توڑے (مورنیاں) ایک خاص وضع اور صنعت کے مثل سانپ کے پیچدار بنے ہیں۔ جن کے درمیانی حصّوں میں بہت باریک اور نفیس مختلف وضع کی جالیاں کٹی ہوئی ہیں۔

یہ روضہ ایک سنگ مرمر کے چبوترہ پر جو ۵۸ فیٹ × ۵۸ فیٹ ہے اور درگاہ کے فرش سے ۳ فیٹ ۳ انچہ بلند ہے بنا ہے اس میں ½۴۸ فیٹ × ½۴۸ فیٹ پر عمارت اور باقی چاروں طرف چبوترہ نکلا ہوا ہے۔ چبوترہ کی بلندی کے حصّہ میں سنگ مرمر کے اندر سنگ موسیٰ وابری وغیرہ کی اُسی طرح کی پچے کاری ہے جیسی مزار کے حجرے کے فرش میں ہے۔ جنوبی جانب ۴۔ باقی تینوں طرف سات سات ٹکڑوں کے اندر جو سنگ مرمر کے ٹکڑوں اور سنگ موسیٰ کی پٹریوں سے علیٰحدہ علیٰحدہ کر دئے گئے ہیں پچے کاری جداگانہ کی گئی ہے۔

سائبان

برآمدے (غلام گردش) کے دروازہ کے سامنے ایک سائبان (چوکھنڈی) ۱۱ فیٹ ۱ انچہ × ۱۱ فیٹ بنا ہے جس کی چھت سنگ مرمر کے چار ستونوں پر نہایت خوش نمائی سے پاٹی گئی ہے چھت کے درمیان میں ایک بڑا پھول اور اُس کے اردگرد چھوٹے چھوٹے پھول مزیّن ہیں کناروں پر خوبصورت نقش ونگار کٹے ہوئے ہیں۔ فرش نہایت شفاف سنگ مرمر اور سنگ ابری اور سنگ یرقان کے ٹکڑوں سے قطعہ دار بنا ہے جس کے گرد سنگ موسیٰ کی چوڑی پٹری دی ہوئی ہے۔ چاروں ستون منقش لور کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں۔ اگلے دو ستون اندر سے خولدار ہیں جو پتھر کے دو دو ٹکڑوں سے بنائے گئے ہیں۔ روضہ کی چھت کا تمام برساتی پانی انہیں کے اندر ہو کر نالیوں کے ذریعہ سے جو فرش کے نیچے بنی ہیں پرکہ میں پہنچتا ہے۔ اس کے آگے ۲ فیٹ ۱۰ انچہ چوڑا سنگ مرمر کا چبوترہ بنا ہے جس پر درگاہ کے فرش سے ۵ سیڑھیاں چڑھکر پہنچتے ہیں۔

سنگ مرمر کا فرش

روضہ کے سامنے یعنی جنوب کی جانب سنگ مرمر کا فرش ہے جو شمالاً جنوباً ۲۷ فیٹ ۲ انچہ اور شرقاً غرباً ۵۸ فیٹ ہے۔ یہ درگاہ کے سنگ سرخ کے فرش سے ۵ انچہ بلند ہے۔ اسی فرش کے وسط میں ٹھیک مزار شریف کے سامنے ایک کٹہرہ کے اندر شیخ علی احمد صاحب سجادہ نشین کا مزار ہے۔ مزار کا تعویذ سنگ مرمر کا ہے اور یہ کتبہ لکھا ہوا ہے۔

شیخ علی احمد ازیں دار فنا	کرد منزل چوں بہ جنات نعیم
گفت تاریخ وفاتش ہاتفی	بود کامل نائب شیخ سلیم
	۱۲۱۶ھ ہجری

چھت و گنبد

روضہ شریف کی چھت پر جانے کا کوئی راستہ نہیں رکھا گیا کہ بے ادبی کا خوف تھا خاص روضہ کی چھت پر سنگ مرمر کا گنبد ہے جس پر سنہرا کلس چڑھا ہوا ہے۔ ۱۸۶۶ء سے پیشتر گنبد چونے کا تھا۔ مسٹر میلسل صاحب کلکٹر آگرہ نے زر مجتمعہ درگاہ شریف سے اپنے اہتمام سے سنگ مرمر کا بنوا دیا۔

تہ خانہ

روضہ شریف کے نیچے تہ خانہ تھا جس میں اصل مزار واقع تھا۔ یہ اب عرصہ سے بند کر دیا گیا ہے اور اس کا دیکھنے والا بھی کوئی باقی نہیں رہا۔

حوض

سنگ مرمر کے فرش سے ملا ہوا سنگین حوض ہے جو طول و عرض میں ۲۸ فیٹ ۶ انچہ اور ۴ فیٹ ۱ انچہ گہرا ہے۔ درمیان میں سنگ مرمر کا فوارہ لگا ہے۔ جس کا خزانہ اب خراب ہو گیا ہے۔ جنوبی لبِ گرداں پر یہ عبارت کندہ ہے۔ "ایں لب گرداں درسنہ یکہزار و یکصد و ہفتاد بدست کاریگر گھاسی دہلوی و مولچند اکبرآبادی طیار شد"۔ اس حوض میں جھالرہ سے پانی بھرا جاتا ہے۔ اب عام طور سے حوض خالی رہتا ہے صرف عُرس کے ایام میں پانی بھر دیا جاتا ہے

چنبیلی کا سرسبز درخت

حوض سے ملے ہوئے دو مولسری کے درخت اور ایک سنگین چبوترہ پر چنبیلی کا بھاری جھاڑ چھایا ہوا ہے۔ سبحان اللہ کیا شان ایزدی ہے کہ پہاڑی مقام اور سنگین چبوترہ پر یہ درخت اس سرسبزی کے ساتھ قائم ہے۔ اس کے سرسبز پتوں میں سفید سفید پھول اِس کثرت سے کھلتے ہیں کہ ایک پھولوں کا گنبد معلوم ہوتا ہے۔ ان کی بھینی بھینی خوشبو سے تمام درگاہ معطر ہو جاتی ہے اور خادم چُن چُن کر حضرت شیخ کے مزار مبارک پر پھیلا دیتے ہیں۔

حجرہ بی بی زینب صاحبہ

روضۂ مبارک کے چبوترہ سے مغرب کی جانب تھوڑے ہی فاصلے پر یہ خوبصورت حجرہ بنا ہوا ہے جس کے اندر کا فرش اور بی بی زینب صاحبہ کے مزار کا تعویذ سنگ مرمر کا ہے۔ حجرہ میں نہایت خوبصورت اور باریک کٹاؤ کی سنگ مرمر کی جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ خاصکر مغربی جانب کی ایک جالی وضع کی نرالی قابلِ دید ہے۔ بی بی زینب، شیخ احمد صاحب سجادہ نشین کی زوجۂ ثانی تھیں۔ حجرہ کے اندر شمالی جانب یہ کتبہ لکھا ہوا ہے۔

اللہ۔ محمدؐ۔ علیؓ۔ فاطمہؓ۔ حسنؓ۔ حسینؓ

اصل ایجاد وجودِ دو سہ علی یک موسیٰ	یک حسین و سہ محمدؐ دو حسن یک جعفر

اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و اشہد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ

مرقد مسماۃ بی بی زینب صاحبہ لیلن حضرت شیخ قدس سرہٗ شب ہفتم ماہ ذیقعدہ ۱۲۲۵ھ

حجرہ کے دروازہ پر یہ کتبہ ہے (اللہ)

چو رحلت کرد ایں عصمت پناہے	فلک جیبِ شکیبائی دریدہ
بہ سالِ انتقالش گفت ہاتف	بہ فردوسِ بریں بیشک رسیدہ ۱۲۲۵ھ

شمال میں بیرونی جانب یہ کتبہ ہے

در مزرعِ دل حبِّ علی کاشتہ ام	چشمِ ثمرِ بہی ازو داشتہ ام
او ذاتِ حق ست و حق بذاتش ملحق	حق می داند کہ من حق انگاشتہ ام

مقبرہ نواب اسلام خان

نواب اسلام خان حضرت شیخ کے پوتے تھے۔ درگاہ شریف کے شمالی حصہ میں حضرت شیخ کے روضہ کے قریب مشرقی جانب جو گنبد ہے اُس کے اندر آپ کا مزار واقع ہے۔ اس کے اندر اور برآمدے میں چاروں طرف حضرت شیخ کے بیٹے۔ پوتوں۔ نواسوں اور خاندان کے دیگر لوگوں کی قبریں ہیں۔ گنبد کے نیچے کا حصہ ہشت پہل ہے جس کا قطر ۳۱ فیٹ اور ہر ضلع ۱۲ فیٹ ۹ انچہ ہے۔ چار پہلوں میں دروازے اور چار میں محراب دار گوشوں کے طاق بنے ہوئے

مقبرہ نواب اسلام خاں اندرون درگاہ فتحپور سیکری متعلقہ صفحہ ۵۲
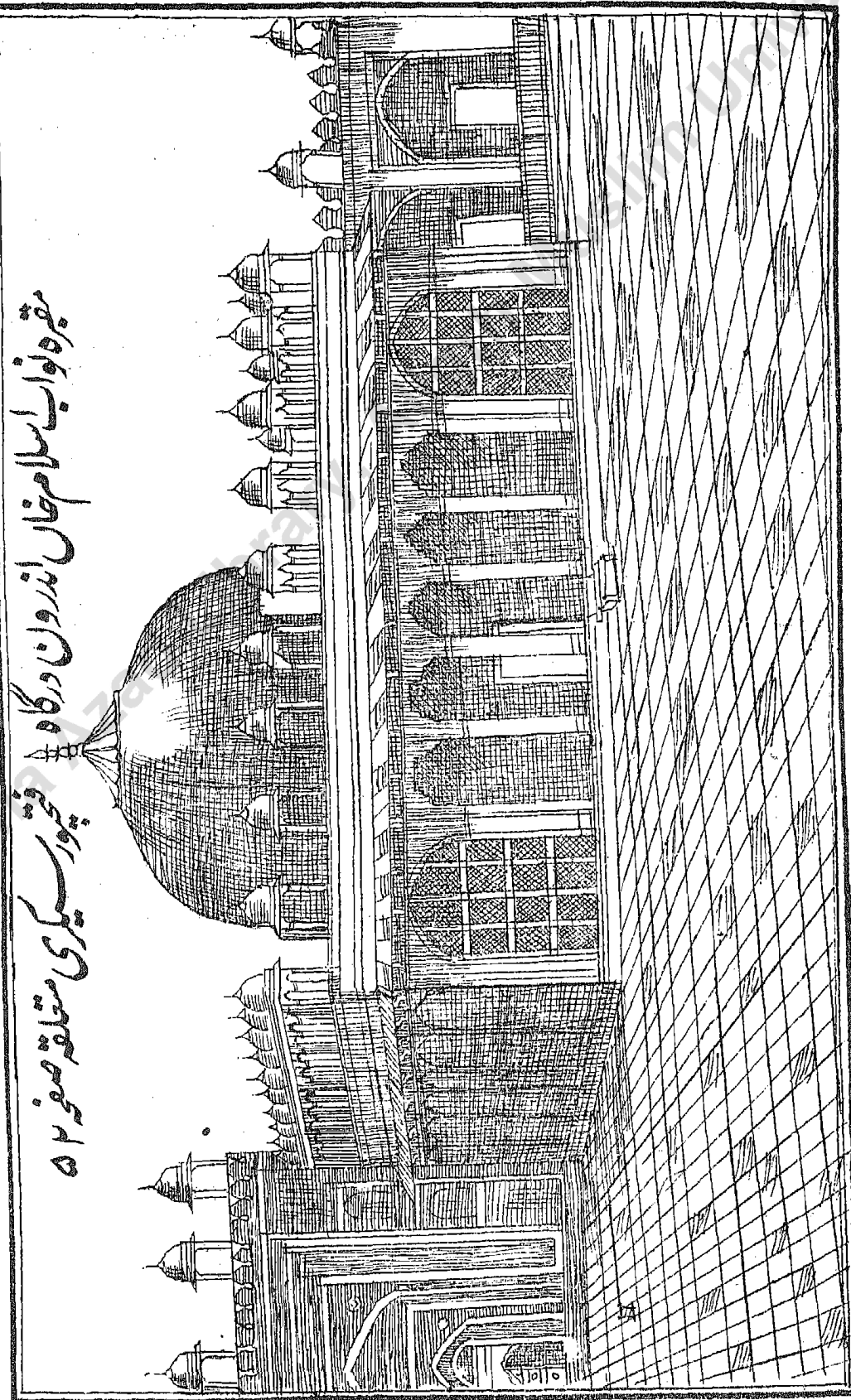
ہیں۔ تین دروازے سنگ سرخ کی جالیوں سے بند ہیں۔ صرف جنوبی دروازہ کھلا ہوا ہے جس میں سنگ سرخ کے کواڑ لگے ہیں۔ سابق میں ان کواڑوں پر رنگین کام اور چینی کی پچے کاری تھی اب کچھ کام باقی نہیں رہا۔ صرف پچیکاری کا خفیف حصّہ باقی رہ گیا ہے۔ چھت میں بہت سے اُبھرے ہوئے پھول بنے ہیں۔ درمیان میں آٹھ پتیوں کا ایک خوبصورت پھول مزین ہے۔ درمیانی حصّہ میں سینچیوں اور طاقوں کے نشان بنے ہوئے ہیں۔

گنبد کے اندر ۴ بڑے اور ۱۰ بچوں کے تعویذ ہیں۔ شمال میں ایک چوبی کٹہرہ کے اندر جو ۷ فیٹ ۲ انچہ × ۳ فیٹ ۷ انچہ ہے نواب اسلام خاں صاحب کا مزار ہے۔ اس کٹہرے پر رنگین کام ہے۔ تعویذ بہت خوبصورت اور سنگ مرمر کا ہے جس کے اوپر ایک خوش نما محراب کے اندر قلمدان اور ایک خوبصورت گلدستہ بنا ہے۔ اندر کوئی کتبہ نہیں ہے صرف ایک تعویذ پر شیخ افضل - ایک پر قادر ابن شیخ موسیٰ - اور ایک پر کلمۂ طیبہ منقوش ہے۔ دروازہ کی پیشانی پر یہ کتبہ کندہ ہے۔ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَ

اور (یہ لوگ) کہیں گے کہ خدا کا شکر ہے جس نے اپنا وعدہ ہم کو سچ کر دکھایا اور

اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ

ہم کو (بہشت کی سر) زمین کا مالک بنایا کہ ہم بہشت میں جہاں چاہیں رہیں تو (نیک) عمل کرنیوالوں کا (کیا ہی)

الْعٰمِلِيْنَ ۝ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ (پارہ ۲۴ سورہ زمر رکوع ۸)

اچھا اجر ہے۔ اور (اے پیغمبر اُس دن تم) فرشتوں کو دیکھو گے کہ حلقہ باندھے (کھڑے ہیں)

اس کے آگے چاروں طرف ۷ فیٹ چوڑا برآمدہ ہے جو فرش سے ۳ فیٹ بلند چبوترہ پر بنایا گیا ہے۔ ۳ فیٹ چوڑا چبوترہ برآمدہ کے جنوب و مغرب کے جانب باہر کو نکلا ہوا ہے۔ جنوبی برآمدہ کے پانچ در کھلے اور ایک جالی سے بند ہے۔ اسی جانب شیخ حاجی حسین صاحب کے حجرے سے ملا ہوا شیخ ابراہیم معصوم کا مزار ہے جن کی تعمیر کردہ سہ دری درگاہ سے ملی ہوئی مغرب کی جانب واقع ہے۔ اس مزار کا تعویذ نہایت خوبصورت سنگ مرمر کا ہے اور اُس پر کلمۂ طیبہ کے نیچے یہ تاریخ منقوش ہے۔

بزرگِ دہر بود ایں شیخ مرحوم	کہ در سلکِ طریقت بود منظوم

سروشم گفت تاریخ وصالش	بحق پیوست ابراہیم معصوم ۱۰۹۸ھ

اس سے ملے ہوئے جو تعویذ ہیں اُن میں یہ کتبے منقوش ہیں۔ شیخ چنون۔ مرقد شیخ سراج الدین تاریخ دوازدہم ربیع الاوّل سنہ (صاف پڑھا نہیں جاتا)۔ بتاریخ۔ شیخ یعقوب ابن شیخ مصطفیٰ رحلت نمود۔ نواب مرتضےٰ خاں بتاریخ بست ونہم شوال ۱۱۵۷ھ

مشرقی برآمدے کے چھپوں ور سنگ سرخ کی جالیوں سے بند ہیں اس میں بہت سے سنگین تعویذ ہیں۔ مگر صرف تین تعویذوں پر یہ کتبہ منقوش ہے۔ شیخ زین اولیا۔ ۱۰۲۵

محمد معصوم بن شیخ زین اولیا۔ مرقد شیخ احمد بن شیخ علی اصغر بن شیخ مودود چشتی ۱۰۱۱ سنہ ۱۰۹۱ھ

شمالی برآمدہ زنانہ قبرستان سے ملا ہوا ہے اس وجہ سے اس جانب کل عورتوں کی قبریں ہیں مگر کسی پر کتبہ نہیں ہے۔ اس جانب کے چھپوں در کھلے ہوئے ہیں۔

مزار نواب مکرم خان

مغربی برآمدے میں تین علٰحدہ علٰحدہ جالی دار حجرے بن گئے ہیں۔ پہلا حجرہ جو گوشہ شمال و مغرب میں ہے ۲۵ فیٹ ۴ انچ × ۱۵ فیٹ ۵ انچ ہے۔ اس کے اندر علاوہ نواب مکرم خان (شیخ عبد الصمد) کے مزار کے جو ایک سنگین کٹھرے کے اندر ہے ۹ تعویذ مردانے اور زنانے اور ہیں۔ مغربی جانب دروازہ کی پیشانی پر یہ کتبہ نستعلیق حروف میں کندہ ہے۔ اور دروازہ کے اطراف میں خوش نما بیل بنی ہوئی ہے ؎

چو خانِ مکرّم ز طوفانِ دنیا	فرو بُرد کشتی[1] بدریاے وحدت
بفرمود در خواب تاریخ خود را	کہ سالِ وصالم شفاعت و رحمت ۱۰۴۶

مزار نواب محتشم خان

دوسرا درمیانی حجرہ ۳۴ فیٹ ۲ انچ × ۱۴ فیٹ ہے۔ اس کے اندر دس قبریں ہیں۔ جن میں تین کے گرد سنگین کٹھرہ نصب ہے۔ درمیانی کٹھرہ سنگ مرمر کا جالیدار ہے اسی کے اندر نواب محتشم خان[2] (شیخ قاسم) کا مزار بتایا جاتا ہے۔ دروازہ کی پیشانی پر خط نستعلیق میں یہ کتبہ لکھا ہے ؎

سرِ نامدارِ جہاں محتشم خاں	چو زیں زہر فانی بہ عقبیٰ گزر کرد

(۱) کشتی لوٹ گئی تھی اور دریا میں ڈوب کر آپ نے انتقال کیا تھا۔ مفصل حال ضمیمہ میں دیکھئے (۲) مفصل حال ضمیمہ میں دیکھئے۔

سروشِ خرد گفت تاریخ وصلش ۔۔۔ بزرگِ زمانہ ز عالم سفر کرد
۴۴ ۱۰۱۰

حجرۂ شیخ حاجی حسینؒ

تیسرا حجرہ گوشۂ جنوب و مغرب میں ہے یہ ۱۵ فیٹ ۴ انچ × ۱۵ فیٹ ۴ انچ ہے۔ جو سنگ سرخ کی جالیوں سے محصور ہے۔ اس کی چھت لداؤ کی ہے۔ اندر نقش و نگار تھے جس کے کچھ آثار اب تک نمایاں ہیں۔ اِس میں دو سنگ مرمر کے تعویذ اور ایک قبر کا نشان ہے۔ دروازہ جنوبی برآمدہ میں ہے جس کے اطراف میں خوبصورت بیل بنی ہوئی ہے اور پیشانی پر سنگ سفید کے اوپر نستعلیق خط میں یہ کتبہ کندہ ہے ؎

شیخ امیرِ قافلہ حاجی حسین آنکہ ۔۔۔ بودش تمتّعے ز حج و عمرہ جاوداں
چوں در صفا و مروہ و عمرش نماند سعی ۔۔۔ رحمت کشید جانبِ مقصود در اعناں
سالِ وصالش اہلِ مناسک رقم زدند ۔۔۔ بہرِ طوافِ کعبۂ مقصود شد بجاں

اِس تاریخ سے سنہ ۱۰۰۱ھ / ۱۵۹۱ء نکلتے ہیں۔ حضرت حاجی حسین صاحب حضرت شیخ کے خلیفۂ اوّل محرمانِ خاص اور مقربانِ با اخلاص سے تھے۔ خانقاہ کا اہتمام انہیں کے سپرد تھا

مقبرہ نواب اسلام خان کا گنبد خشت و چونے کا نہایت عالیشان اور خوش نما ہے۔ برآمدے کے چاروں طرف دوہرا چھجہ لگا ہوا ہے۔ گنبد کے ارد گرد ۲۷ گمزیاں فرّین ہیں۔

مزار شیخ فضل الدین حسین صاحب سجادہ نشین

اس مقبرہ اور حضرت شیخ کے روضہ کے درمیان میں زنانہ قبرستان کے دروازہ سے ملا ہوا ایک مجحر بنا ہے اِس کے اندر چار زنانے تعویذ ہیں جن میں تین سنگ مرمر کے ہیں اور تینوں پر کلمۂ طیبہ منقوش ہے۔ اُس کے آگے فرش پر بہت سے مزار ہیں انہیں میں شیخ فضل الدین صاحب سجادہ نشین اور اُن کے صاحبزادہ شیخ مکرم حسین صاحب کا مزار ہے۔ شیخ فضل الدین حسین صاحب شیخ علی احمد صاحب سجادہ نشین کے حقیقی بھانجے اور شیخ تجمل حسین صاحب کے جدّ امجد تھے۔ مزار کے گرد سنگین کٹہرہ ہے۔ اور اُس پر شمالی جانب یہ کتبہ کندہ ہے ؎

چونکہ از دنیا نجیبِ جانبین ۔۔۔ آنکہ زو سجادگی میداشت زین
کرد رحلت خواستم تاریخ او ۔۔۔ از سروشِ رازدانِ نشأتین
برکشید آہ و سوالم را جواب ۔۔۔ گفت بینوا جائے فضل الدین حسین
سنہ ۱۲۴۷ ہجری

شیخ تکرم حسین کے مزار پر یہ کتبہ ہے ؎ | ہوالعزیز

کرد رحلت چو تکرم حسین از دنیا	شد جہاں تیرہ و تاریک بچشم احباب
ہاتفی گفت مہر سالِ وفاتش از غیب	آمدہ ماہِ جہاں تاب بتاریک سحاب
	۲۷- محرم ۱۲۶۳ھ روز دوشنبہ

مقبرہ نواب اسلام خاں کے جنوبی جانب فرش پر بھی بہت سی قبریں ہیں۔ انہیں میں مکرمی شیخ عزیز الدین صاحب پیرزادہ کے جدّ بزرگوار شیخ رحیم اللہ صاحب اور اُن کے بیٹے شیخ ریاض الدین صاحب اور میرے دوست منشی مظہر علیم صاحب کے پدر بزرگوار ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب کے جو اخلاق حمیدہ سے موصوف اور صفات پسندیدہ سے آراستہ و پیراستہ تھے اور فتحپور کے شفاخانہ میں مدت تک ڈاکٹر رہے مزار واقع ہیں جن پر یہ کتبے لکھے ہوئے ہیں ؎

ہوالغفار

رحیم اللہ شیخ خاصہ حق	ز دنیا جانب عقبیٰ رواں شد
سروشِ گفت تاریخ وصالش	مقام او بہشتی جاوداں شد
	۱۲ ھ

شیخ ریاض الدین صاحب کے مزار پر فارسی- اُردو کی یہ دو تاریخیں لکھی ہیں ؎

چوں ریاض الدیں ازیں دارِ فنا	گشت عازم جانبِ ملکِ بقا
بہر تاریخ از کلامِ کبریا	فادخلی فی جنتی آمد ندا
	۱۲ ھ

دیگر

باغبانِ باغ احمدی افسوس	باغ جنّت کو جب روانہ ہوا
کہا ہاتف نے لاإلٰہ کھینچ	نونہالِ ریاضِ دیں سوکھا
	۲۲ ر شہر صفر ۱۲ ھ

کتبہ مزار ڈاکٹر عبد اللہ مرحوم

شیخ عبد اللہ محمود خصال	بود بر فرمانِ حق لبستہ میاں
بستمی شب بود از اوّل ربیع	کز بیادِ خلد گشتش تازہ جاں
یار و فرزند از فراقش چشم تر	بیغم او در گلشنِ جنت چناں

بہرِ سالِ رحلتش گفتا سروش — رحمتِ حق باد بر جانش بخواں
۱۳۱۹ھ

محمد معین الدین و مظہر علیم و اختر عادل پسرانِ مرحوم بتاریخ دوازدہم ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ ہجری

یاران چبوترہ

مقبرہ نواب اسلام خاں کے مشرقی جانب یارانِ چبوترہ ہے - یہ مقام بڑے بڑے مردانِ خدا کا مسکن اور عندلیبانِ گلشنِ قدس کا نشیمن ہے - حضرت شیخ کے اکثر خلفا مثل شیخ حسین چشتی رح - شیخ حسین تبنی رح - شیخ حسین کنبوہ رح وغیرہ اسی جگہ آسودہ ہیں - سیکڑوں سنگ سفید - سنگ مرمر اور سنگ سرخ کے تعویذوں کی قبریں ہیں - بعض بعض تعویذوں کے کتبے یہاں نقل کئے جاتے ہیں -

شیخ ولی اللہ اولیا - ملک پیر محمد حسین در ۱۰۷۱ھ - شیخ ابراہیم - واقعہ آخر ذالحجہ ۱۰۷۱ ہجری

تاج الدین - احمد ابن شیخ موسیٰ - ایں قبر حافظ محی الدین امام و خطیب مسجد درگاہ -
۱۱۲۷

"(شیخ الاسلام خلیفہ زادہ) بسال یکصد و چہل و ہزار یک ہجری - شہید گشت محمد حیات عند اللہ"

محمد ولی ابن شیخ یعقوب - جمال اللہ ابن شیخ ولی محمد ۱۰۱۰ھ - ایں مرقد شیخ حسین تبنی ۱۰۲۴ھ

محمد شفی ابن فرید

جو شیخ پیر محمد کہ بود عالم عصر — قدم — زراہِ عدم بہ ملک قدم
بگفت سالِ وصالش سروش روضۂ قدس — شد بعالم اقدس —
۱۰۸۵

شیخ حسین کنبوہ رح کا مزار مشرقی جانب برآمدے کے پاس ہے اِس کا تعویذ سنگ سرخ کا ہے اس پر عربی کا کتبہ تھا مگر اب بالکل پڑھا نہیں جاتا -

یارانِ چبوترہ کے نیچے فرش پر مولوی مہدی صاحب انشائے مہدی کا مزار ہے - آپ شیخ عثمانی اور علما ے عہد سے تھے - مزار پر یہ کتبہ کندہ ہے ؎

آنکہ ذاتش بود بہرِ فیضِ حق — در ہدایت از برائے خاص و عام
عابد و زاہد چو اصحابِ نبی — مولوی و حاجیٔ بیت الحرام

کرد رحلت زیں سرائے بے وفا	ساخت ماوائے خود دار السلام
ہاتفی فرمود تاریخش زغیب	یافت جنّت مہدیؒ عالی مقام
	۱۴۔ ذالحجہ سنہ ۱۲۶۱ھ روز چارشنبہ

اسی کے برابر ایک اور مزار ہے جس پر یہ کتبہ منقوش ہے ؎

شیخ علاؤ الدین مرد باخدا	بود خلوت دوست مشہور انام
رفت زیں دار فنا سوئے جناں	در محرم عشرہ با صد احترام
سالِ وصلش گفت با من ہاتفی	یافت جنّت زاویہ عالی مقام
	سنہ ۱۲۶۵ھ

برکھہ

فتحپور کا پانی عام طور سے خراب ہے۔ اور پہاڑ پر پانی کی سخت قلّت رہتی ہے۔ اس وجہ سے خُدّام درگاہ اور عوام کی آسائش کے واسطے درگاہ شریف کے صحن میں بلند دروازہ اور بادشاہی دروازہ کے درمیان میں یہ برکھہ (چاہ نما حوض جس میں بارش کا پانی جمع کیا جاتا ہے) بنا دیا گیا ہے اس کا مُنہ اوپر سے ایک چھوٹے سے کنوئیں کے برابر ہے لیکن اندر سے بہت وسیع ہے۔ اندر چاروں طرف دالان بنے ہوئے ہیں جن میں پہنچنے کے واسطے زینہ بنا ہوا ہے۔ اب زینہ کا دروازہ بند کردیا گیا ہے۔ اس برکھہ میں صرف روضہ شریف اور نواب اسلام خاں کے مقبرہ کی چھت کا پانی جمع ہوتا ہے۔ نالیاں فرش کے اندر بنی ہیں۔ سال بھر تک برابر اس میں پانی رہتا ہے۔ جس سے خاص و عام آرام پاتے ہیں۔ میں نے جس وقت اس کی بلندی کی پیمائش کی تو ۲۲ فیٹ کی گہرائی پر پانی تھا۔

انتظام درگاہ شریف

میں درگاہ شریف کے اندر کی کُل عمارات کا تفصیلوار حال لکھ چکا اب مجھے صرف اُس کے انتظام کے متعلق لکھنا باقی ہے وہ تحریر کرتا ہوں۔ درگاہ شریف کے مصارف کے واسطے غالباً اکبر ہی کے عہد سے حسب ذیل دیہات وقف چلے آتے تھے۔ موضع مہدو مسلم۔ موضع جاجئو مسلم۔ موضع بہراوتی مع نگلہ نا مسلم۔ موضع سرولی۔ موضع باغ بدرپور واقع پرگنہ باڑی معہ مزرعہ مسلم

املاک کانڈوبارہ تعلقہ کراولی۔ املاک تالاب قصبہ فتحپور۔ املاک اندرون بیرون فتحپور سیکری مع باغات (۱)

اکبر سے لیکر شاہجہاں کے عہد تک عرس کے موقع پر خزانہ شاہی سے بھی کچھ خرچ کیا جاتا تھا جہانگیر نے سنہ ۱۴ جلوس میں لکھا ہے "کہ میں نے ہزار روپیے مُلّا علی احمد مہرکن اور ملا روزبہان شیرازی کے حوالہ کرکے حکم دیا کہ حضرت شیخ سلیم چشتی رح کے عرس میں روضہ مبارک پر جاکر صرف کریں" شاہجہاں جب ۲۹ ذیقعدہ سنہ ۱۰۵۲ھ کو روضہ مبارک پر حاضر ہوا تو چار ہزار روپیے نواب اکرام خاں سجّادہ نشین کو دیکر حکم دیا کہ مستحقین درگاہ میں تقسیم کردیں۔

ان دیہات کی آمدنی کے علاوہ حضرت شیخ کے بیٹے پوتے اور خاندان کے دوسرے لوگ اپنے پاس سے بھی عرس کے موقع اور درگاہ کی مرمت وغیرہ میں بہت کچھ خرچ کرتے تھے اکبر۔ جہانگیر بلکہ شاہجہاں اور عالمگیر کے عہد تک حضرت شیخ کے خاندان میں امارت و ریاست کا دور دورہ رہا۔ ہزاروں علما۔ فقرا۔ مشائخ اِس خاندان کی بدولت پرورش پاتے اور عیش و آرام سے زندگی بسر کرتے تھے۔ حضرت شیخ کے عہد میں شیخ حاجی حسین جو آپ کے تمام خلفاء کے صدر نشین تھے خانقاہ کے مہتمم اور با اختیار تھے۔ ان کے بعد کے حال کا کسی تحریر سے پتہ نہیں چلتا۔ جب سلطنت مغلیہ میں ضعف پیدا ہوا تو اس خاندان میں بھی افلاس نے مُنہ دکھایا۔ آخرکار کل دارمدار انہیں دیہات کی آمدنی پر رہ گیا۔ اسی آمدنی سے خاندان کی پرورش بھی ہوتی اور مصارف درگاہ بھی کئے جاتے تھے۔ سجّادہ نشین کا تقرر ہمیشہ دربار شاہی سے ہوتا اور اُسی کے نام ان دیہات کی معافی کا فرمان عطا ہوتا تھا اور وہی اپنے اہتمام سے کُل آمدنی کو صرف کرتا تھا۔ برٹش گورنمنٹ کے ابتدائی عہد میں بھی یہی طریقہ جاری رہا۔ جب بندوبست ہوا تو بموجب چِٹھی سکرٹری گورنمنٹ ممالک مغربی و شمالی آگرہ نمبر ۴۶ ۳۴۳ سنہ ۱۸۴۶ء مورخہ ۱۴ اگست سنہ ۱۸۴۶ء باستثنا ے موضع بدرپور (۲) کے جو ریاست دھولپور میں شامل ہوگیا تھا

(۱) بدرپور ریاست دھولپور میں اور باقی کل گاؤں پرگنہ کراولی ضلع آگرہ میں واقع ہیں ۱۲

(۲) یہ موضع ریاست دھولپور کی جانب سے بھی عرصہ تک بدستور سابق معاف رہا۔ درمیان میں کسی وجہ سے ضبط ہوگیا لیکن چند سال بعد پھر واگذاشت ہوکر ایام ضبطی کا روپیہ بھی سجّادہ نشین کو مرحمت کیا گیا۔ اِس کے بعد جب یہ رہن کردیا گیا تو ریاست سے حکم ہوا کہ یہ معافی رہن نہیں ہوسکتی اگر فک رہن نہ کرایا جائیگا تو معافی ضبط کرلی جائیگی۔ ریاستوں کا مرہٹی انتظام حکم کے کئی برس بعد راقم کو اطلاع ہوئی اُس وقت وہاں معافی ضبط بھی ہوگئی تھی پھر بہت کوشش کی گئی مگر کچھ سماعت نہیں ہوئی ۱۲

کل مواضعات کا انتظام قابضان کے ساتھ کر دیا گیا اور جو روپیہ معرفت تحصیلدار کے قابضان سے وصول ہو کر سجادہ نشین کو دیا جاتا تھا وہ طریقہ مسدود کر دیا گیا اور بجائے اُس کے آٹھ ہزار ترپن روپئے (۸۰۵۳) سرکاری خزانہ سے دئے جانا قرار پائے۔ اُس دن سے مرمت بھی سرکاری اہتمام سے ہونے لگی۔ جب ایکٹ ۲۰ سنہ ۱۸۶۳ء نافذ ہوا تو تین مسلمان ممبر (لوکل ایجنٹ) اس درگاہ کے انتظام کے واسطے بھی مقرر ہوئے۔ جنہیں حسب ضابطہ اہل اسلام فتحپور منتخب کرتے ہیں۔ سجادہ نشین کا تقرر (خاندان حضرت شیخ سے) تقسیم وظیفہ مقررہ و تنخواہ ملازمان۔ اور اخراجات متفرق کا اختیار انہیں ممبران کو حاصل ہے۔ مصارف عرس۔ تقسیم لنگر و خرچ روشنی و نگرانی ملازمان کا اہتمام بہ نگرانی ممبران مذکور سجادہ نشین کے ہاتھ میں ہے مدرسہ درگاہ کے منتظم شیخ تجمل حسین صاحب پیرزادہ ہیں۔ مرمت بدستور سرکاری اہتمام سے ہوتی ہے۔ اب آمدنی و خرچ حسب ذیل ہے۔

آمدنی

آمدنی مالگذاری بعد منہائی ابواب وغیرہ	۸۰۵۳
کرایہ آمدنی املاک نزول درگاہ ماہوار	۲۱۶
	۸۲۶۹

خرچ

مرمت درگاہ و کام سیپ ۱۰۰۰ ۔ اخراجات مدرسہ درگاہ ۶۰۰ ۔ مصارف عرس ۶۰۰ ۔ خرچ لنگر روزمرہ ۳۰۰

روشنی روزمرہ ۱۰۰ ۔ تنخواہ ملازمان درگاہ ۱۰۶۷ ۔ تنخواہ عملہ سررشتہ و متفرقات ۳۴۲

پنشن شیخ تجمل حسین صاحب پیرزادہ ۶۰۰ ۔ پنشن شیخ محمد اسحق صاحب و شیخ عظیم الدین صاحب پیرزادگان ۲۴۳۴

پنشن شیخ فضل رسول صاحب سجادہ نشین ۲۴۰ ۔ پنشن شیخ احتشام علی صاحب پیرزادہ ۲۲۸ ۔ پنشن متفرقات ۳۲۰

میزان کل خرچ ۹۵۱

ملازمان درگاہ اِس تفصیل سے ہیں یہ سب شاہی زمانہ کے اہل فرمان ہیں کہ اُن کی اولاد اب تک اپنے کار خدمت پر نسلاً بعد نسلٍ مامور چلی آتی ہے۔

پیش امام	خادم	داروغہ	بخشی	متصدی	مشرف
یک	۳	یک	یک	یک	یک
للعہ/ ماہوار		معہ/ ماہوار	عـہ ماہوار	صہ/ ماہوار	للعہ/ ماہوار ۸/

مؤذن	پیادے	دربان	خوشبوساز	فراش	آبدار
یک	۲	۴	یک	۲	یک
عـہ/ ماہوار	فی عـہ/ ماہوار	فی ۴ ۱۲/ ماہوار	ے ماہوار	فی ۴ ۱۲/ ماہوار	۴ ۱۲/ ماہوار

تحویلدار	گھڑیال	قوال	نقارچی	شہناچی
یک	۲	۴	۴	۳
۱۱/ ۴ ماہوار	فی عـہ/ ماہوار		فی عـہ/ ماہوار	فی عـہ/ ماہوار

نان پز	حلوائی	بہشتی	گلفروش	حجام
۲	۴	یک	۲	۱
فی سے/ ماہوار	فی ۴ ۱۲/ ماہوار	عـہ/ ماہوار	فی ۸/ ماہوار	عـہ/ ماہوار

دھوبی	خاکروب	میزان
۱	۱	۴۷ نفر
۸/ ماہوار	عـہ/ ماہوار	

جھالرہ

فتحپور کے پہاڑ پر پانی کی سخت قلت تھی اس وجہ سے نواب قطب الدین خاں کوکلتاش نے جو حضرت شیخ سلیم چشتی رح کے نواسے تھے بلند دروازہ کے قریب درگاہ کے گوشہ جنوب و مغرب میں یہ گہری جھیل بنوا دی تھی جو جھالرہ کے نام سے موسوم ہے سوائے روضۂ مبارک کی چھت کے جس کا پانی برکھہ میں جاتا ہے کل درگاہ شریف کا برساتی پانی مختلف نالیوں کے ذریعہ سے اس میں جمع ہوتا ہے۔ یہ کبھی خشک نہیں ہوتا۔ فتحپور کے ہزاروں غریب آدمی

اس کا پانی پیتے اور بانی کو دعائے خیر سے یاد کرتے ہیں اور اوپر کے خرچ میں تو علی العموم اسی کے پانی کا استعمال ہوتا ہے۔ غرضکہ فتحپور میں یہ ایک چشمۂ فیض ہے کہ جاری ہے۔ پہلے درگاہ کی دیوار پر سے تیراک اس میں کود کر اپنا کمال دکھاتے تھے چندروز ہوئے کہ مسٹر ہاپکنس صاحب بہادر کلکٹر و مجسٹریٹ ضلع نے اس کی ممانعت کر دی ہے۔

مشرقی جانب جھالرہ میں اُترنے کے واسطے سنگین بڑی بڑی سیڑھیاں بنی ہیں۔ ۳۸ سیڑھیوں کے بعد ایک محراب دار در ۱۱ فیٹ چوڑا ہے۔ سیڑھیوں کے اردگرد اول دو کوٹھریاں اور اُن کے بعد دو سہ دریاں ۲۰ فیٹ ۳ انچ × ۱۲ فیٹ ۹ انچ بنی ہیں۔ ان سہ دریوں میں ایک ایک زینہ چھت پر چڑھنے کے واسطے بنا ہے جن کا دروازہ اب بند کر دیا گیا ہے۔

جھالرہ کی عمارت ہشت پہل ہے جس کا ہر ضلع ۴۳ فیٹ ہے۔ اندر ہر پہل میں محرابدار در کا نشان بنا ہوا ہے جنوب و مغرب کے دو ضلعوں کے اوپر کے حصہ میں پانچ پانچ محرابدار در سنگ سرخ کے ستونوں پر قائم ہیں جن سے خیال ہوتا ہے کہ کچھ اور عمارت بھی تھی جو کسی زمانہ میں منہدم ہو گئی۔

جھالرہ کی گہرائی اوپر سے اُس مقام تک جہاں سے سنگین ہشت پہل عمارت کا سلسلہ شروع ہے ۲۶ فیٹ ہے اور اس سال باوجود اس کے کہ بارش بالکل نہیں ہوئی ۲۵ فیٹ پانی سب سے گہرے مقام پر ہے۔ چندروز سے اس کے پانی میں خفیف سرخ رنگ پیدا ہو گیا ہے۔ جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس کے قریب کہیں گیرو کی کان ہے جہاں تک کسی طرح پانی کا سلسلہ پہنچ گیا ہے۔

حمام نواب اسلام خاں

یہ عالی شان حمام بلند دروازہ کے سامنے واقع ہے جسے نواب اسلام خاں (شیخ علاؤ الدین چشتیؒ) نے عام فقرا اور مساکین کے واسطے تعمیر کرا کر درگاہ کے متعلق کر دیا تھا۔ اِس میں دو درجہ ہیں۔ پہلے درجہ میں درمیان میں ہشت پہل کمرہ اور اردگرد پانچ غسل خانے ہیں۔ دوسرے درجہ میں درمیانی کمرہ کے آس پاس ۸ چھوٹے بڑے غسل خانے اور کپڑے

بدلنے کے مکان ہیں۔ دونوں درجوں کے غسل خانوں میں گرم و سرد پانی کے علیحدہ علیحدہ حوض نل۔ نالیاں وغیرہ اب تک موجود ہیں۔ بعض بعض مقام پر گزشتہ نقش ونگار کے آثار بھی نمایاں ہیں۔ اس حمام میں جس باؤلی سے پانی آتا تھا وہ اب موجود نہیں ہے لیکن نالیوں کے نشان اب تک موجود ہیں۔

لنگر خانہ

بلند دروازہ سے ملا ہوا مشرق کی جانب لنگر خانہ ہے جہاں شاہی زمانہ میں ہزاروں فقرا اور مساکین کو دو وقتہ کھانا ملتا تھا۔ اس عمارت میں چاروں طرف سنگین دالان بنے ہیں۔ جنوبی دالان ۸۲ فیٹ ۸ انچ × ۱۷ فیٹ ۸ انچ ہے اس میں نو نو در شمال اور جنوب دونوں طرف کھلے ہوئے ہیں۔ مشرقی اور مغربی دالان ۲۹ فیٹ ۸ انچ × ۱۷ فیٹ ۸ انچ ہے مشرقی دالان میں دونوں جانب تین تین در اور مغربی دالان میں صرف صحن کی طرف تین در ہیں شمالی دالان جنوبی دالان کی برابر ہے جس کے در بند کرکے تین دروازے بنا دئے ہیں گوشہ جنوب و مغرب میں لنگر خانہ کا دروازہ اور بقیہ تینوں گوشوں میں کوٹھریاں بنی ہوئی ہیں جن میں گوشہ جنوب و مشرق کی کوٹھری منہدم ہوگئی۔ دروازہ کے قریب زینہ بنا ہے اور صحن کے نیچے تہ خانہ بنا ہوا ہے جس میں اُترنے کیواسطے سنگین زینہ بنا ہے۔

سہ دری شیخ ابراہیم معصوم

حضرت شیخ ابراہیم معصوم حضرت شیخ زین اولیا کے بیٹے تھے سلسلۂ نسب حضرت بابا فرید شکر گنج رح سے ملتا ہے آپ اپنے عہد کے بڑے خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ مزار شریف نواب اسلام خاں کے روضہ کے جنوبی برآمدہ میں واقع ہے۔ آپ نے درگاہ شریف کے مغربی جانب جنوبی کھڑکی دروازہ کے قریب یہ سہ دری تعمیر کرائی تھی جو شمالاً جنوباً ۲۷ فیٹ ۴ انچ اور شرقاً غرباً ۱۳ فیٹ ہے۔ اس کی چھت پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہوئی ہے مغربی جانب تین اور شمال و جنوب میں ایک ایک در ہے۔ مشرقی دیوار میں ۹ محرابدار خوش نما طاق بنے ہیں اور سہ دری کے آگے سنگین چبوترہ ہے۔

مشرقی دیوار کے اوپر نہایت جلی قلم اور نستعلیق حروف میں کتبہ کندہ تھا۔ غدر سے پیشتر کسی صاحب نے سہ دری پر غاصبانہ قبضہ کر کے ایک احاطہ سے محصور کر لیا اور اس خوف سے کہ سہ دری کا کتبہ کسی وقت ان کی غاصبانہ حرکت کو ظاہر نہ کر دے اُس کو اپنی دانست میں بالکل کھرچ ڈالا۔ اُن کی اس حرکت بیجا کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور حاکم ضلع نے اُن سے یا اُن کے وارثوں سے سہ دری کو خالی کرالیا۔ میں نے اپنے احباب کے ساتھ اس کھرچے ہوئے کتبے کے پڑھنے میں بہت کوشش کی۔ اوّل پانی سے اُس مقام کو خوب دھویا۔ پھر پڑھنا شروع کیا۔ خدا کا شکر ہے کہ چھ سات گھنٹہ کی کوشش کے بعد کل کتبہ پڑھ لیا جو حسب ذیل ہے

در زمانِ خلافت میمنت تواماں فرماں روائے برّ و بحر بادشاہِ ہفت کشور ابو المظفر ابو المظفرؔ
ابو المعانی شاہِ عالمگیر ابن صاحب قران ثانی و در ایّام جائے نشینی سعادت انتظام صاحب
سجّادہ عظام شیخ محمد اسلام، ابراہیم معصوم ابن شیخ زین اولیا کہ نور العلاقدسی منزلت
قطبِ اقطاب معلیٰ منزلت شیخ فرید الدین گنج شکر زبدۃ الاولیا رعانی معینی شیخ الاسلام
بدو واسطہ وجدہ لبسعادت ارادت بیشود ایوان بنا فرمود داخلہ جنت ابدہ تا یوم الدین۔

مزار بالے میاں

درگاہ شریف کی مسجد کے پشت پر ایک احاطہ ہے جو طولاً ۹۳ فیٹ ۸ انچ اور عرضاً ۵۷ فیٹ ۸ انچ ہے۔ اِس کے اندر سنگین فرش ہے کُل احاطہ میں صرف عورتوں اور بچّوں کے مزار ہیں۔ جنوبی جانب ایک سنگین چھوٹے سے گھوارے کے اندر درخت کے نیچے حضرت شیخ سلیم چشتی رح کے چھوٹے صاحبزادے کا مزار ہے جن کا نام مخدوم شیخ تاج الدین اور خطاب بالے میاں ہے۔ آپ مادرزاد ولی تھے ایک برس کی عمر بھی نہ ہونے پائی تھی کہ آپ سے کرامات اور عجائبات ظاہر ہونے لگے۔ اکثر اپنی جگہ سے غائب ہو جاتے اور پھر خود بخود آموجود ہوتے تھے ڈھائی برس کی عمر میں حضرت شیخ رح سے گویا ہوئے اور حضرت کی دستار مبارک چوپلنگ کے پایہ پر رکھی ہوئی تھی اُٹھا کر اپنے سر پر رکھنا چاہی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ شیخ بدر الدین رح کا حق ہے۔ اُسی وقت حضرت کے پاس سے چلے گئے اور تھوڑی ہی

دریں انتقال کیا۔ ۲۔ شعبان کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔ آپ کے بھائی شیخ منور بھی جنہوں نے صغیر سنی میں انتقال کیا اسی جگہ آسودہ ہیں۔

احاطہ کی جنوبی دیوار میں دروازہ ہے جس میں سنگ سرخ کے کواڑ لگے ہیں۔

مکان شیخ فیضی و ابوالفضل

ہر چند کہ شیخ ابوالفضل اور ملک الشعرا فیضی کا نام نامی ہمارے ملک کے بچے بچے کی زبان پر ہے اور ان کی شہرت کسی بیان کی محتاج نہیں مگر اس اصول کے بموجب جو اس کتاب میں ملحوظ رکھا گیا ہے ان دونوں کا مختصر حال اس جگہ درج کیا جاتا ہے۔

ملک الشعرا فیضی

ابوالفیض فیضی فیاضی شیخ مبارک کے بڑے بیٹے ۹۵۴ھ / ۱۵۴۷ء میں بمقام آگرہ پیدا ہوئے۔ باپ نے ابوالفیض نام رکھا اور خود تعلیم و تربیت دی۔ فیضی نے بہت جلد جملہ علوم عقلی و نقلی میں جو ایشیا میں مروج تھے کمال حاصل کیا۔ ۹۷۴ھ / ۱۵۶۶ء میں جبکہ اکبر نے چتوڑ پر چڑھائی کی تھی کسی تقریب سے دربار میں ان کا ذکر ہوا۔ اکبر نے فوراً طلب فرمایا۔ حسب الطلب فیضی بادشاہ کے سامنے حاضر ہوئے اس وقت حضور جس بارگاہ میں تھے اس کے گرد جالی کا کٹھرہ لگا تھا۔ یہ اس کٹھرہ کے باہر کھڑے کئے گئے۔ انہوں نے خیال کیا کہ اس طرح کلام کا مزہ نہ آئیگا۔ اسی وقت یہ قطعہ موزوں کرکے پڑھا قطعہ

بادشاہا درون پنجرہ ام	از سر لطف خود مرا جا دہ
زانکہ من طوطی شکر خایم	جائے طوطی درون پنجرہ بہ

اکبر اس حاضر کلامی سے بہت خوش ہوا اور پاس آنے کی اجازت دی۔ جو قصیدہ انہوں نے اوّل دربار میں پڑھا اس میں تین کم دو سو شعر ہیں۔ مطلع یہ ہے ؎

سحر نوید رساں قاصد سلیمانی	رسید ہمچو سعادت کشادہ پیشانی

جو شاہزادہ پڑھنے کے قابل ہوتا تھا اکبر اس کی استادی سے فیضی کو اعزاز دیتا تھا۔ سنہ ۹۹۰ھ / ۱۵۸۲ء میں آگرہ۔ کالپی۔ کالنجر کی تحقیقات معافی کی خدمت ان کے سپرد ہوئی۔ سنہ ۹۹۶ھ / ۱۵۸۷ء میں ملک الشعرا کا خطاب مرحمت ہوا۔ سنہ ۹۹۹ھ / ۱۵۹۰ء میں راجی علی خاں حاکم خاندیس

کی سفارت پر بھیجے گئے۔ جہاں سے سنہ ۱۰۰۱ھ (۱۵۹۲ء) میں واپس ہوئے۔ ۱۰ صفر سنہ ۱۰۰۴ھ (۱۵۹۵ء) کو ضیق النفس
(دمہ) اور تپ دق کے مرض میں مبتلا ہو کر انتقال کیا۔ نزع کی حالت میں اکبر آدھی رات کے
وقت حکیم علی کو لیکر مکان پر گئے اور نہایت محبت سے سر پکڑ کر اُٹھایا اور کئی دفعہ پکار کر کہا
شیخ جیو ہم حکیم علی کو ساتھ لائے ہیں۔ تم بولتے کیوں نہیں۔ وہاں بولتا کون۔ جب کچھ
جواب نہ ملا تو بادشاہ نے نہایت رنج سے پگڑی زمین پر دے ماری اور تھوڑی دیر میں
شیخ ابوالفضل کو تسلی دیکر چلے گئے۔

فیضی کی مشہور تصانیف حسب ذیل ہیں۔ تفسیر سواطع الالہام۔ موارد الکلم۔ انشائے فیضی
دیوان تباشیر الصبح۔ مرکز دوار۔ سلیمان و بلقیس۔ نل دمن۔ ہفت کشور۔ اکبر نامہ۔
ترجمہ لیلاوتی وغیرہ۔ بعض تاریخ والے ان کی کل تصنیفات کی تعداد ۱۰۱ بتلاتے ہیں۔
مرتے وقت کتب خانہ سے ۴۶۰۰ جلدیں نفیس صحیح کی ہوئی برآمد ہوئیں۔

شیخ ابوالفضل

شیخ ابوالفضل ۶ محرم سنہ ۹۵۸ھ (۱۵۵۱ء) کو پیدا ہوئے۔ برس سوا برس کی عمر میں صاف باتیں
کرنے لگے۔ ۱۵ برس کی عمر میں زیور علم و فضل سے آراستہ ہو کر درس دینے لگے۔ ۲۲ برس کی
عمر تھی کہ سنہ ۹۸۱ھ (۱۵۷۳ء) میں حسب الطلب بمقام فتحپور دربار اکبری میں حاضر ہوئے اور مزاج شناسی
اور ادب و خدمت اور اطاعت فرمان اور علم و لیاقت سے اس طرح اکبر کا دل ہاتھ میں
لیا کہ ہر وقت روئے سخن انہیں کی جانب ہوتا تھا۔ اوّل بیستی (۲۰ سواروں کا افسر) کا
منصب عطا ہوا۔ سنہ ۹۹۳ھ (۱۵۸۴ء) میں ہزاری منصب ہو گیا۔ سنہ ۱۰۰۰ھ میں دوہزاری منصب پر ترقی
پائی۔ سنہ ۱۰۰۶ھ (۱۵۹۷ء) میں دوہزار و پانصدی (۲۵۰۰) کے عہدے پر سرفراز ہوئے اِسی سال مہم دکن میں
تعیناتی ہوئی اور اس مہم خصوصاً فتح قلعہ آسیر میں ایسی کارگزاری دکھائی کہ اِس کے
صلے میں سنہ ۱۰۱۰ھ (۱۶۰۱ء) میں پچاس ہزار روپیہ نقد انعام میں مرحمت ہو کر پنج ہزاری منصب عطا ہوا
سنہ ۱۰۱۱ھ (۱۶۰۲ء) میں حسب الطلب دکن سے دارالخلافت کو روانہ ہوئے۔ اُس وقت شاہزادہ سلیم
(جہانگیر) باپ سے بگڑا بیٹھا تھا اور وہ انہیں اپنا چغل خور سمجھکر ہمیشہ ناراض رہتا تھا
جب اُس نے یہ حال سنا راجہ نرسنگھ دیو بُندیلہ کو خفیہ طور سے لکھا کہ کسی طرح راستہ میں
شیخ کا کام تمام کردے۔ اگر خدا نے تخت نصیب کیا تو خاطر خواہ رُتبہ اور انعام سے

سرفراز کرونگا۔ اُس لئے نہایت خوشی سے اس خدمت کو قبول کیا۔ جمعہ کے دن ربیع الاول کی پہلی تاریخ سنہ ۱۰۱۱ھ ۱۶۰۲ء کو جبکہ شیخ دو تین آدمیوں کے ساتھ قصبہ آنتری (گوالیار سے ۶ کوس ہے) سے تین کوس کے فاصلے پر تھا یہ بُندیلہ سردار مع اپنی فوج کے آپہنچا۔ شیخ نے بھی خوب مقابلہ کیا آخر کار کئی زخم کھاکر گھوڑے سے گرا اور جاں بحق تسلیم ہوا۔ راجہ نے سر کاٹ کر شاہزادہ کے پاس بھیجدیا۔ جب اکبر کو یہ حال معلوم ہوا تو اس قدر غمناک اور بے قرار ہوا کہ کسی بیٹے کے لئے یہ حال نہ ہوا تھا۔ کئی دن تک نہ دربار میں آیا نہ کسی سے بات کی۔ باربار چھاتی پہ ہاتھ مارتا تھا اور کہتا تھا۔ کہ ہائے شیخو جی (شاہزادہ سلیم کو شیخو جی کہا کرتا تھا) بادشاہت لینی تھی تو مجھے مارنا تھا شیخ کو کیا مارنا تھا۔ مشہور ہے کہ جب شیخ کی بے سر لاش آئی تو یہ شعر پڑھا

شعر

شیخِ ما از شوقِ بیحد چوں سوئے ما آمدہ
ز اشتیاقِ پائے بوسی بے سر و پا آمدہ

ابوالفضل کی زندہ یادگار اکبرنامہ اور آئین اکبری موجود ہے۔ آئین اکبری کی تعریف حدِ بیان سے باہر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر آئین اکبری نہ لکھی جاتی تو اکبری عہد کے کارناموں اور سلطنت کے ضوابط و قوانین سے آج ہم اسی طرح ناواقف ہوتے جیسے اُس سے پہلے عہد کے بادشاہوں کے آئین قوانین کے حال سے ہیں۔ ہندوستان میں اسلامی عہد کی کوئی تاریخ اِس سے بہتر نہ پہلے لکھی گئی نہ اس کے بعد کسی نے لکھی۔ شیخ کی انشا پردازی اور مطلب نگاری کی آج تک دھوم ہے اور ہندوستان میں اب تک وہ سب سے بڑا انشاپرداز مانا جاتا ہے۔

فتحپور میں جو مکان شیخ فیضی اور ابوالفضل کے نام سے موسوم ہے وہ درگاہ شریف کی شمالی دیوار سے ملا ہوا ہے۔ اور یہ بات نہایت دلچسپی سے دیکھنے کے قابل ہے کہ جس طرح زندگی میں ان دونوں بھائیوں سے عُلوم عقلی و نقلی کا فیض جاری رہا اور باوجود امارت کے ان کے مکانوں میں ہمیشہ درس و تدریس کا سلسلہ رہا وہی سلسلہ آج تک ان کے مکان میں جاری ہے۔ یعنی فتحپور کا سرکاری اور درگاہ کا مشترکہ مدرسہ اسی مکان میں قائم ہے۔

اِس مکان کے موجودہ احاطہ اور اُس کے قرب وجوار کی حالت دیکھنے سے صاف
معلوم ہوتا ہے کہ باقی ماندہ عمارت کسی عالیشان محل کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔ اِس وقت
اس میں دو قطعہ ہیں جن میں مشرقی قطعہ شیخ ابو الفضل اور مغربی قطعہ شیخ فیضی کے نام
سے موسوم کیا جاتا ہے۔ مشرقی قطعہ میں اندر ایک مستطیل کمرہ ۲۹ فیٹ ۴ انچہ × ۱۷ فیٹ ۱۰ انچہ
ہے جس کے مشرق و مغرب میں ایک ایک کمرہ ۱۷ فیٹ ۱۱ انچہ × ۱۰ فیٹ ۱۱ انچہ اور بنا ہے۔
درمیانی کمرہ کے آگے برآمدہ اور اردگرد کے کمروں کے آگے ایک ایک دو منزلہ سہ دری
۱۲ فیٹ × ۱۱½ فیٹ بنی ہے۔ برآمدے کے توڑے نہایت خوبصورت اور خاص صنعت کے
ہیں۔ برآمدہ کے آگے چبوترہ ۶۸½ فیٹ لمبا اور ۲۰ فیٹ چوڑا ہے۔ چھت پر ۲½ فیٹ چوڑا
گیلری نما راستہ بنا ہے جس میں دورویہ جالیاں لگی ہیں۔ یہ تمام عمارت سنگ سرخ کی ہے
جس کی چھت پر گزشتہ نقاشی کے خفیف نشان اب تک نمایاں ہیں۔ اِس عمارت کی
پشت پر ایک وسیع حمام چھ درجہ کا موجود ہے۔

مکان شیخ ابو الفضل

مغربی قطعہ میں اندر ایک کمرہ ۲۹ فیٹ ۱ انچہ × ۱۷ فیٹ ۲ انچہ ہے جس کے مشرق و
مغرب میں ایک ایک کوٹھری اور آگے ۴۵ فیٹ × ۱۵ فیٹ ۲ انچہ برآمدہ ہے۔ برآمدہ کے
آگے ۱۳ فیٹ چوڑا چبوترہ ہے جو اب شکستہ حالت میں ہے۔ چھت پر ایک کمرہ
۲۱ فیٹ × ۱۱ فیٹ اور اُس کے آگے ۱۵ فیٹ ۲ انچہ × ۱۲ فیٹ ۴ انچہ برآمدہ ہے۔

مکان شیخ فیضی

احاطے کے ایک گوشے میں دوہرا دالان اور درگاہ کی دیوار سے ملی ہوئی چند کوٹھریاں
اور شمالی جانب ایک چھوٹا سا پختہ حوض ۲۴ فیٹ ۳ انچہ × ۱۷ فیٹ ۴ انچہ بنا ہوا ہے۔
احاطے سے باہر شمالی جانب دور تک آثار قدیمہ کے نشانات ہیں جو سب اسی مکان کے متعلق
معلوم ہوتے ہیں۔ ان میں دو تین حمام اور پہاڑ کے شمالی کنارے پر ایک نشستگاہ کسی قدر
اچھی حالت میں ہے۔ جس کے گزشتہ نقش ونگار اور خوبصورت مُنبّت کاری کا کچھ کام اب تک
باقی ہے۔ یہ جگہ عجیب پُر فضا اور دلچسپ ہے دور تک کا منظر یہاں سے پیش نظر رہتا ہے۔
اسی کے قریب پہاڑ کے نیچے ایک باؤلی ہے جس میں سے اِس جانب کے مکانات میں پانی
پہنچایا جاتا تھا۔ جس کی پختہ نالیاں اب تک بنی ہوئی ہیں۔

شفاخانہ فیضی

ملک الشعرا فیضی نے فن طب کو بھی حاصل کیا تھا اور ابتدائے عمر ہی سے ہمیشہ بندگان خدا کو معالجہ سے فیض پہنچاتا تھا۔ جب ہاتھ میں رسائی پیدا ہوئی تو دوا بھی اپنے پاس سے دینے لگا۔ جب خدا نے امارت و ریاست کے درجہ پر پہنچایا تو رفاہ عام کی غرض سے ایک شفاخانہ بنوایا جو غالباً اسی مقام پر کسی جگہ ہوگا مگر اب اُس کا کوئی نشان نہیں ملتا۔

اسی مقام کے قریب پہاڑ کے نیچے فیضی کا باغ تھا۔ اخیر زمانہ میں جب اکبر نے آگرہ میں رہنا اختیار کیا تو ابوالفضل نے اپنا اور فیضی کا مکان مع باؤلی اور باغ کے اپنی بہن لاڈلی بیگم زوجہ نواب اسلام خان چشتی (نبیرہ شیخ سلیم چشتی رح) کے نام ہبہ کر دیا۔ چنانچہ اُس وقت سے مدرسہ کا مکان اب تک اُن کی اولاد کے قبضہ میں ہے جس کے مالک آج کل شیخ تجمل حسین صاحب پیرزادہ ہیں۔

سموسہ محل

ابوالفضل اور فیضی کے مکان سے شمال کی جانب تھوڑے ہی فاصلہ پر یہ محل واقع ہے۔ اس کے نام کی وجہ تسمیہ کئی طور سے بیان کی جاتی ہے جس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دراصل اس محل کا نام سنیاسی محل تھا جو اکبر نے سنیاسیوں اور جوگیوں کے واسطے بنوایا تھا پھر سنیاسی محل سے سموسہ محل مشہور ہو گیا۔ منتخب التواریخ سے یہ تو پتہ چلتا ہے کہ "۹۹۱ھ ۱۵۸۳ء میں اکبر نے دو مکان مسلمان اور ہندو فقیروں کو کھانا کھلانے کے واسطے علیحدہ علیحدہ تعمیر کرائے پہلے کا نام خیر پورہ اور دوسرے کا نام دھرم پورہ رکھا۔ اور جب دھرم پورہ میں جوگی کثرت سے آنے لگے تو اُن کے واسطے ایک علیحدہ مکان تعمیر کرا کر اُس کا نام جوگی پورہ رکھا۔ اکثر راتوں کو اکبر اپنے چند خدمتگاران کے ساتھ اس مکان میں جوگیوں کے پاس جایا کرتا تھا۔ اور خلوت میں بیٹھ کر اُن کے عقائد مذہب۔ جوگ کے اسرار و حقائق۔ اور عبادت و اشتغال کے طریقے۔ حرکات و سکنات۔ اُٹھنا بیٹھنا۔ سونا۔ جاگنا۔ کایا پلٹ وغیرہ کے کرتب سیکھا کرتا تھا۔ کیمیاگری بھی سیکھی تھی۔ چنانچہ اپنی کیمیاگری سے سونا بنا کر سب لوگوں کو دکھایا تھا۔ شیوراتری کی رات کو جوگیوں کا بڑا مجمع ہوتا تھا اور ہر طرف سے جوگی آ کر جمع ہوتے تھے۔ اس رات کو اکبر بڑے بڑے جوگیوں کے ساتھ ہم پیالہ و ہم نوالہ ہوتا تھا اور اُنہوں نے اکبر کو

جوگی پورہ

بشارت دی تھی کہ آپ کی عمر معمولی عمر سے سہ چند چہار چند ہوگی"۔ کیا عجب ہے کہ یہ وہی محل ہو لیکن وجہ تسمیہ سوائے اِس کے اور کچھ نہیں ہے کہ اس کی شکل سموسہ نما ہے۔ ایک قلمی نسخہ میں یہ محل شیخ ابوالفضل کے محلات میں شمار کیا گیا ہے۔ پس ایسی حالت میں اس کی نسبت کوئی صحیح رائے قائم نہیں کی جا سکتی ہے۔ چند مدت پیشتر یہ ایسی خراب حالت میں تھا کہ لوگ اس کے اندر جانے سے ڈرتے تھے اب سرکار نے اس کو صفا کرا کر کچھ مرمت بھی کرا دی ہے۔

جیسا کہ اوپر تحریر کیا گیا یہ ایک سموسہ کی شکل کی عمارت ہے جس کے تین جانب وسیع دالان اور گوشہ جنوب و مغرب میں دروازہ ہے۔ جنوبی پانچ در کا دالان سب سے بڑا ۱۱۳ ½ فیٹ × ۱۳ ½ فیٹ ہے۔ مشرقی دالان چھ در کا ۱۷ ½ فیٹ × ۱۳ ½ فیٹ اور شمالی دالان چار در کا ۵۰ × ۱۳ ½ فیٹ ہے۔ درمیان میں صحن ہے جو شرقاً غرباً ۷۹ ½ فیٹ اور شمالاً جنوباً سب سے چوڑے مقام پر ۹۱ فیٹ ہے اور پھر سموسہ کی شکل میں ترچھا ہوتا ہوا دروازہ کے پاس صرف ۱۰ ½ فیٹ رہ گیا ہے۔ دالانوں کی چھت کسی جگہ کی گر گئی اور کچھ باقی ہے تمام در و دیوار پر چونے کی استرکاری اور اُس پر نہایت خوبصورت بیل بوٹے اور مختلف قسم کے نقش و نگار بنے ہوئے تھے جو اکثر جگہ کے اب تک اصلی حالت میں موجود ہیں۔ باقیماندہ آثار سے ظاہر ہوتا ہے کہ چھت پر بھی کچھ عمارت تھی۔ دروازہ سے ملا ہوا ایک وسیع حمام بنا ہوا ہے جس میں سرد و گرم پانی کے علیحدہ علیحدہ حوض اور پانی آنے جانے کی نالیاں اور نل اب تک موجود ہیں۔

نو محلہ

یہ ایک عالیشان نو منزل کی عمارت تھی جسے نواب اکرام خاں[۱] (شیخ فضل اللہ) پسر نواب اسلام خاں نے تعمیر کرایا تھا اس کی نسبت یہ روایت مشہور چلی آتی ہے کہ جب نواب موصوف نے ایسی عالی شان عمارت کی تعمیر کا قصد کیا تو فتحپور میں پہاڑ کے اوپر کوئی جگہ میسر نہ آئی بہت کوشش سے تھوڑی سی زمین اس شرط پر ملی کہ اُس کے معاوضہ میں

[۱] ان کا حال ضمیمہ میں دیکھو

زمین کے اوپر روپیہ بچھا دیا جائے چنانچہ اسی معاوضہ پر زمین حاصل کی گئی اور اُس کے آگے پہاڑ کے نیچے سہ منزلہ عمارت محض سطح برابر کرنے کے واسطے بنائی گئی۔ اُس کے اوپر اصلی عمارت بننا شروع ہوئی۔ افسوس کہ جس سال یہ عمارت تیار ہوئی اُسی سال بانی نے اس دارِ ناپائدار سے انتقال کیا۔ اس کی بالائی منزلیں مدت ہوئی کہ منہدم ہوگئیں صرف نیچے کی تین منزلوں کے نشان خراب و خستہ حالت میں عمارت کا نام قائم رکھنے یا اپنے اُلوالعزم بانی کی نوحہ خوانی کے واسطے ہنوز باقی ہیں۔ بعض جگہ اب تک چونے کا نفیس صندلا ایسا چمکتا ہے کہ اُس میں آئینہ کی طرح مُنہ دکھائی دیتا ہے۔ کچھ نقش و نگار بھی اب تک نمایاں ہیں۔ تعمیر کی تاریخ کسی نے یہ کہی ہے ؎

سالِ تاریخش چو پرسیدم زعقل	گفت زیبا منزلِ اکرام خاں

اس عمارت کے منہدمہ آثار مسجد سنگ تراش سے تھوڑے ہی فاصلہ پر محلہ تالاب میں واقع ہیں

مسجد قدیم یا مسجد سنگ تراش

درگاہ شریف کے مغربی جانب تھوڑے ہی فاصلے پر یہ مسجد واقع ہے جو بلحاظ قدامت فتحپور کی عمارتوں میں خاص فوقیت رکھتی ہے۔ اِس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ جس زمانہ میں حضرت شیخ سلیم چشتی رح اُس غار کے اندر جو اس مسجد میں اب تک موجود ہے عبادت کیا کرتے تھے سنگ تراشوں نے جو پہاڑ پر چکیاں بنانے آیا کرتے تھے۔ آپ کی کچھ کرامت دیکھ کر آپ کے واسطے تعمیر کر دی تھی۔ لیکن اس روایت کی تائید میں تاریخی شہادت موجود نہیں ہے۔ تاریخ سے اتنا پتہ البتہ چلتا ہے کہ جب ۹۷۱ھ ۱۵۶۴ء میں حضرت شیخ سلیم چشتی رح دوبارہ سفر حج سے واپس تشریف لائے تو آپ نے اس پہاڑی پر ایک نہایت خوبصورت اور عالی شان خانقاہ تعمیر کرائی۔ پس ظن غالب ہے کہ یہ مسجد اُسی خانقاہ کے متعلق تعمیر کی گئی ہوگی۔ جب اکبر نے جدید خانقاہ (درگاہ شریف) تعمیر کرا دی تو پرانی خانقاہ کی جگہ مکانات تعمیر ہوگئے صرف مسجد باقی رہ گئی۔ چنانچہ اکثر لوگ اُس دالان کو جس میں مجلسِ سماع منعقد ہوتی

اور جو اس مسجد سے ملا ہوا ہے پورانی خانقاہ کا ایک حصہ بتلاتے ہیں۔ دوسرا خیال یہ ہے کہ جب ۹۴۴ھ ۱۵۳۷ء میں حضرت شیخ پہلی مرتبہ سفر حج سے واپس آئے اور اس مقام پر چند مکانات تعمیر ہوئے اُنھیں کے ساتھ یہ مسجد بھی تعمیر ہوئی ہو۔ بہرحال یہ سب سے قدیم عمارت ہے جس کی قدامت کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس میں سوائے اُن پتھروں کے جو مرمت کے طور پر بعد میں لگائے گئے ہیں سب پتھر خاص فتحپور کے پہاڑ کے لگے ہیں جو سوائے چکّی بنانے کے کسی عمارتی کام کے قابل نہیں سمجھے جاتے۔

مسجد کا طول ۵۱ فیٹ اور عرض ۱۲ ½ فیٹ ہے۔ ستون اس ترتیب سے نصب ہیں کہ مسجد دو برابر کے حصّوں میں منقسم ہوگئی ہے۔ اندرونی درجہ میں شمالی جانب ۱۰ فیٹ لمبا حجرہ بنا ہے جس کے اندر وہ متبرک غار ہے جس کے اندر بیٹھکر حضرت شیخ ابتدائی زمانہ میں عبادت و ریاضت کیا کرتے تھے۔ چھت چار چار ستونوں کے درمیان میں پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہے۔ چھجّے کے توڑے اُسی قسم کے ہیں جیسے حضرت شیخ کے روضہ کے ہیں۔ خوش نمائی کے واسطے مغربی دیوار میں پانچ کنگورہ نما محراب کے در بنے ہیں۔ جن کے کناروں پر خوبصورت بیلیں بنی ہوئی ہیں روشنی کے واسطے سنگین ڈیوٹ دیوار میں نصب ہیں۔ درمیان میں پانچ سیڑھیوں کا ممبر ہے جس کے قریب کے در پر یہ کتبہ کندہ ہے۔

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى

مسلمانو! جب جمعے کے دن نماز (جمعہ) کے لئے اذان دی جائے تو یاد الٰہی (یعنی نماز) کی طرف

ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ (پارہ ۲۸

لپکو اور (اُس وقت) بیچنا (کھوچنا) چھوڑ دو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے بشرطیکہ تم کو سمجھ ہو

سورہ جمعہ رکوع ۲)

مسجد میں نو در ہیں اور صحن کی طرف ہر در کی پیشانی پر کتبہ ہے۔ جس کی نقل مع ترجمہ کے ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

پہلے شمالی در پر

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ

اللہ (وہ ذات پاک ہے کہ) اُس کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ (کارخانۂ عالم کا) سنبھالنے والا نہ اُس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ

اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے کون ہی جو اس کے اذن کے بغیر اس کی جناب میں (کسی کی) سفارش کر

اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ

جو کچھ لوگوں کے پیش (آرہا) ہی (وہ) اور جو کچھ ان کے پیچھے (ہو گزرا) ہی (وہ) اس کو (سب) معلوم ہی اور لوگ اس کی

بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ

معلومات میں سے کسی چیز پر حاوی نہیں مگر جتنے پر وہ چاہے اس کی کرسی (سلطنت) آسمان و زمین (سب) پر حاوی ہی

وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ○ (پارہ ۳ سورہ بقر رکوع ۳۴)

اور آسمان و زمین کی حفاظت اس پر (مطلق) گراں نہیں اور وہ (بڑا) عالیشان (ہی اور) اس کی بڑی بارگاہ ہی۔

دوسرے درپہ

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ

وہ اللہ ایسا (پاک ذات) ہی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں (تمام جہان کا) بادشاہ ہی۔ پاک ذات ہی (تمام عیبوں سے) بری ہی۔ امن دینے والا ہی

الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ○

نگہبان ہی۔ زبردست ہی۔ بڑا دباؤ والا ہے۔ بڑی عظمت رکھتا ہی۔ یہ لوگ جیسے جیسے شرک کرتے ہیں اللہ (کی ذات) اس سے پاک ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ؕ یُسَبِّحُ

وہی اللہ (ہر چیز کا) خالق (ہر چیز کا) موجد (ہی۔ مخلوقات کی طرح طرح کی) صورتیں بنانے والا ہی (اس کی اچھی اچھی صفتیں ہیں اور اسی سبب سے) اس کے اچھے ہی اچھے نام ہیں

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○ (پارہ ۲۸ سورہ حشر رکوع ۳)

جو (مخلوقات) آسمان و زمین میں ہی (سب ہی تو) اس کی تسبیح (تقدیس) کرتے ہیں اور وہ زبردست (اور) حکمت والا ہی۔

تیسرے درپہ

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا

(خود) اللہ اس بات کی گواہی دیتا ہی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور فرشتے اور علم والے بھی (گواہی دیتے ہیں) (اور اللہ عدل و) انصاف

بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ

کے ساتھ (کارخانہ عالم کو) سنبھالے ہوئے (ہی) اس کے سوا کوئی معبود نہیں زبردست (اور) حکمت والا ہی دین (حق) تو خدا کے

اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۫ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ

نزدیک (یہی) اسلام ہے اور بس اور اہل کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ) نے جو (دین حق سے) مخالفت کی تو (حق بات) معلوم ہونے کے بعد (کی اور)

مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ

آپس کی ضد سے (کی) اور جو شخص خدا کی آیتوں سے منکر ہو تو اللہ کو (اُس سے) حساب لیتے (اور اُس کو نافرمانی کی سزا دیتے) کچھ

سَرِیْعُ الْحِسَابِ ○ (پارہ ۳ سورہ آل عمران رکوع ۲)

دیر نہیں لگتی۔

چوتھے در پر

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ

(اے پیغمبر) آفتاب کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک (ظہر، عصر، مغرب، عشا کی) نمازیں پڑھا کرو اور نماز صبح (بھی کیونکہ)

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ○ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً

نماز صبح کا وقت نور ظہور کا وقت ہے اور رات کے ایک حصے میں (نماز) تہجد بھی پڑھا کرو (اور نمازیں تو فرض ہیں) و یہ تمہاری

لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○ وَقُلْ رَّبِّ

(نماز) نفل (ہی) عجب نہیں کہ (اس کی برکت سے) تمہارا پروردگار (قیامت کے دن) تم کو مقام محمود میں پہونچائے اور (یہ) دعا مانگا کرو کہ اے

اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ

میرے پروردگار (آخر تو مجھکو مکہ چھوڑ کر کسی جگہ جا کر رہنا ہی تو جہاں) مجھکو (پہونچائے خیر سے) اچھی جگہ پہونچائیو اور (جب) مجھکو (کافروں کے نرغے سے نکالے تو خیر سے)

مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ○ (پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۹)

اچھی طرح نکالیو اور اپنے ہاں سے مجھکو (دشمنوں پر) فتحیابی کے ساتھ غلبہ دیجیو

پانچویں اور چھٹے در پر

قال تبارک اللہ تعالیٰ۔ "اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

(حقیقت میں تو اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد رکھتا ہے جو اللہ روز آخرت پر ایمان لایا

الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ ۫ فَعَسٰۤى اُولٰۤئِكَ

اور نماز پڑھتا اور زکوٰۃ دیتا رہا اور خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ مانا تو ایسے لوگوں کی نسبت توقع کی جا سکتی ہے

اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ○ (پارہ ۱۰ سورہ توبہ رکوع ۳)

کہ (آخر کار) اُن لوگوں میں (جا شامل) ہوں گے جو منزل مقصود پر پہنچے۔

ساتویں در پر

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ کتبہ فقیر عجائب ابن نور اللہ

آٹھویں اور نویں در پر

قَالَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ مَنْ بَنیٰ مَسْجِدًا لِلّٰہِ تعالیٰ یَبْتَغِیْ بِہٖ
فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ جو محض خدا کے لئے کوئی مسجد بنا دے گا۔ اللہ تعالے

وَجْہَ اللّٰہِ بَنَی اللّٰہُ لَہٗ مِثْلَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ
اس کے لئے ویسا ہی ایک مکان جنت مین بنا دے گا۔

مسجد کے آگے ۳۵ فیٹ چوڑا سنگین فرش کا صحن ہے جس کے آگے چار دیواری کھنچی ہوئی ہے۔ آج کل صاحب کمشنر بہادر کے حکم سے مسجد کا سنگین فرش جو خراب ہو گیا تھا از سر نو بن رہا ہے اور مسجد کی مرمت بھی ہو رہی ہے جس کی نسبت جملہ اہل اسلام صاحب ممدوح کے مشکور ہیں۔

مکان شیخ الاسلام حضرت شیخ سلیم چشتی رح

اگرچہ اس مکان میں کوئی ایسی تعمیر نہیں کہ جس کی عمارت یا خوش وضعی کا ذکر کیا جائے صرف پُرانے طرز کا ایک معمولی مکان ہے۔ لیکن نہ صرف اس لحاظ سے کہ یہ حضرت شیخ الاسلام کا مسکن عالی ہے بلکہ اس تاریخی دلچسپی سے کہ یہ فتحپور کی آبادی کا سب سے پہلا مکان ہے اسے قابل بیان سمجھتا ہوں۔ میں اپنے مخدوم شیخ تجمل حسین صاحب اور اپنے مکرم شیخ عزیز الدین صاحب پیرزادگان کا کہ جن کی ملکیت میں یہ متبرک مکان ہے بیحد ممنون ہوں کہ اُنہوں نے اِس کی زیارت سے مجھے مشرف کیا۔

اس مکان کے شمالی جانب جو دالان ہے وہ مجلسی دالان کے نام سے مشہور ہے اسی میں حضرت شیخ الاسلام رہا کرتے تھے۔ اور اسی اعزاز کی وجہ سے خاندان کی تمام تقریبیں اب تک اسی دالان میں ادا کی جاتی ہیں۔ اس کی چھت پر مغرب کی جانب ایک چھوٹا سا کمرہ ہے جس کی چھت راوٹی نما پٹی ہے یہ منڈف کے نام سے مشہور اور حضرت شیخ الاسلام کا چلہ گاہ ہے۔ اِسی میں ۲۰۔ رمضان کو تبرکات کی زیارت کرائی جاتی ہے۔ اکثر لوگوں کا بیان ہے کہ شاہزادہ سلیم اسی مکان میں پیدا ہوا تھا لیکن تاریخ سے ثابت ہے کہ شاہزادہ کی الدہ

کے واسطے اکبر نے اسی مکان کے قریب ایک محل تعمیر کرایا تھا اور اُسی میں شاہزادہ سلیم اور
شاہزادہ مُراد پیدا ہوا تھا جس کا حال آگے بیان کیا جاتا ہے۔

رنگ محل

رنگ محل جسے شاہزادہ سلیم (جہانگیر) اور شاہزادہ مراد کی پیدائش گاہ ہونے کا افتخار
حاصل ہے حضرت شیخ الاسلام کے مکان کے جنوبی جانب اور نواب اسلام خاں کے چوک
اور محلات کے درمیان میں واقع ہے۔ اکبر نامہ (۱) اور مآثر الامرا (۲) سے واضح ہے کہ جب
جہانگیر کی والدہ کو حمل کے آثار نمایاں ہوئے تو اکبر نے اس خیال سے کہ برکات انفاس
قریب تر ہو جاوے حرم مذکور کو حضرت شیخ کے گھر بھیج دیا۔ اور حضرت شیخ کے مکان کے قریب
ایک مکان حرم مذکور کے واسطے تعمیر کرایا اور اُسی مکان میں ۱۷۔ ربیع الاول ۹۷۷ھ ۱۵۶۹ء کو

شاہزادہ سلیم اور شاہزادہ مُراد کا پیدا ہونا

شاہزادہ سلیم اور ۳۔ محرم ۹۷۸ھ ۱۵۷۰ء کو شاہزادہ مراد پیدا ہوا (۳)
ابو الفضل لکھتے ہیں کہ اکبر کو مولود مسعود (شاہزادہ سلیم) کے دیکھنے کا اگرچہ بیحد اشتیاق

---

(۱) اکبرنامہ کی خاص عبارت یہ ہے۔ "و رائے جہاں آرا بریں قرار گرفت کہ مطلع نیّر اقبال را با بعضے از منسوبان سرادقات عصمت در فتحپور بردہ در قُرب و جوار شیخ آرامش دہند و دراں فضائے رفیع محل بادشاہی اساس عالی یابد تا شیخ بزرگوار نیز ہمت بستہ در حصول ایں دولت عظمیٰ متوجہ مبدا رفیاض شود و برکات قرب و جوار او در ظہور ایں مطلب معین گردد۔ چنانچہ بخاطر اقدس راہ یافتہ بود تحقیق پذیرفت (یعنی در فتحپور سیکری محل عالی برائے فرود کشی مخدرات عظمیٰ بنائے عالی نہادند) و ہموارہ از خدائے بسیار بخشش خود امیدوار بودہ انتظار مقدم دولت افزائے آں گوہر یکتائے خلافت مے بردند تا آنکہ در دار الخلافت فتحپور بطالع بست و چہار درجہ میزان بعد از گذشتن ہفت گھڑی از روز رش (تاریخ ۱۸ شمسی ہژدہم شہریور ماہ الٰہی ایں سال فرخندہ موافق ——— کہ روز بہجت افروز غرائے دولت و اقبال بود بساعتے سعادت اندوز گوہر یکتائے خلافت از نہاں خانۂ صدف لطون ساحل وجود قدم نہاد و اختر سعادت از اُفق اقبال طلوع نمود" صفحہ ۲۹
(۲) مآثر الامرا کی عبارت یہ ہے۔ "درہماں ایام مادر شاہزادہ سلیم بار ور شد ایں معنی موجب حسنِ ظن گردیدہ در قرب و جوار منزل شیخ مکانے برائے حاملہ مذکور اساس پذیرفت در ہماں مکان شاہزادہ تولد یافتہ" (جلد دوم صفحہ ۵۷۱ مطبوعہ کلکتہ)
(۳) صاحب منتخب التواریخ لکھتے ہیں "پنجشنبہ کے روز تیسری محرم ۹۷۸ھ کو دوسرا شاہزادہ سلطان مُراد بدستور سابق حضرت شیخ سلیم چشتی رح کے مکان میں پیدا ہوا (ترجمہ اُردو صفحہ ۲۶۲) ابو الفضل لکھتے ہیں "دریں سال خجستہ بعد از گذشتن پنجاہ و دو پل از شب آسمان بست و ہفتم خرداد ماہ الٰہی موافق پنجشنبہ سوم محرم نہصد و ہفتاد و ہشت ہلالی ——— فرزندے فرخندہ اختر نور گستر کہ از انوار بخت بلندی از لوحِ پیشانی او ہویدا بود در منازل اقبال ورود و جوار گرامی ولایت انتما شیخ سلیم در فتحپور شرف ولادت یافت (یعنی در مکانے کہ شاہزادہ سلیم بسلامتی ساعات و اوقات قدمِ سعادت در مہدِ رشادت نہادہ بود) و ایں نوبادۂ گلشنِ اقبال و سرو جویبار افضال ہم در چمن دولت و گلستان حشمت شگفتگی بخش خاطر پدر و طراوت افزائے دل مادر گردید) اکبرنامہ صفحہ

تھا۔ لیکن چونکہ ہندوستان میں قدیم سے رسم چلی آتی ہے کہ جب بچہ بہت اشتیاق اور مدت مدید کے انتظار کے بعد پیدا ہوتا ہے تو اُس کی صورت باپ کو جلد نہیں دکھائی جاتی۔ اِس وجہ سے اکبر نے بھی عام رسم کی پابندی کر کے فتحپور کے آنے میں توقف کیا اور نومولود کا حضرت شیخ کے نام پر شاہزادہ سلیم نام رکھا اور اُسی مقام پر رکھے جانے کا حکم دیا۔

پنجشنبہ کے دن ۱۷۔ ربیع الاوّل ۹۷۹ھ (۱۵۷۱ء) کو پورے دو برس کے بعد اکبر نے فتحپور میں رونق افروز ہو کر حضرت شیخ الاسلام کے مکان پر قیام کیا اور دونوں شاہزادوں کی صورت دیکھکر شادمانی حاصل کی۔ اُسی دن شہر کی آبادی اور قصرہائے عالی کی تعمیر کا حکم دیا[۵۱] جس کا حال اوپر بیان ہو چکا ہے۔

جب دولت خانۂ خاص اور حرم سرا کی عالی شان عمارت تیار ہو گئی تو یہ محل حضرت شیخ کے واسطے چھوڑ دیا گیا جو اَب تک حضرت کی اولاد کے قبضہ اور ملکیت میں چلا آتا ہے۔ آج کل چونکہ سرکار عالی آثار قدیمہ کے قیام کی طرف بیحد متوجہ ہے لہذا اس محل کو بھی جو کسی زمانہ میں آرایش و زیبائش میں بے مثل اور آج مرقع عبرت و حسرت بن رہا ہے اور عنقریب صفحۂ ہستی سے معدوم ہوا چاہتا تھا اپنے قبضہ میں لینا چاہتی ہے تاکہ اس کی مرمت کرا کر اس قدیم یادگار کو نابود ہونے سے بچاوے۔

۲۷۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو جبکہ راقم الحروف فتحپور میں موجود تھا جناب نواب لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر صوبۂ متحدہ آگرہ و اودھ مع صاحب کمشنر بہادر و ایگزیکٹو انجنیر صاحب بہادر اس محل کے ملاحظہ کے واسطے تشریف لائے اور دیر تک شیخ تجمل حسین صاحب اور شیخ عزیز الدین صاحب پیرزادگان سے جن کی ملکیت میں یہ محل ہے گفتگو فرماتے رہے۔ صاحبان موصوف اُن سب لوگوں کے نزدیک جو آثار قدیمہ سے دلچسپی رکھتے ہیں خاص شکریہ کے مستحق ہیں کہ اُنہوں نے نواب موصوف کی خواہش کے مطابق اس متبرک محل کو جس میں ہزاروں روپیہ کا پتھر ہی پتھر ہے گیارہ سو (۱۱۰۰) روپیہ کی برائے نام رقم میں کہ وہ بھی نواب موصوف کے بیحد اصرار سے منظور کی گئی محض اس خیال سے سرکار عالی کے قبضہ اور ملکیت میں دیدینا منظور کر لیا کہ اُن کے خاندان کی یہ قدیمی یادگار ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جائیگی۔ نواب موصوف نے دونوں صاحبان کا

[۵۱] اکبرنامہ جلد دوم صفحہ ۲۸۲

شکریہ ادا کیا اور ارشاد فرمایا کہ اِس عنایت کے شکریہ میں سرکار آپ کے مکانات ملحقہ (چوک نواب اسلام خاں وغیرہ) کی مرمت بھی اپنے صرف سے کرا دیگی۔ امید ہے کہ گورنمنٹ عالیہ کی توجہ سے عنقریب یہ محل اپنے اصلی رنگ روپ میں جلوہ گر ہوگا۔

موجودہ حالت یہ ہے کہ چاروں طرف دالان اور گوشہ شمال و مشرق میں گھونگٹ دار عالیشان دروازہ ہے۔ مشرقی دالان ۲۶ × ۱۱½ فیٹ۔ مغربی دالان ۲۶ × ۲۴½ فیٹ اور شمالی دالان ۳۷½ × ۱۰ فیٹ ۱۰ انچ اور جنوبی دالان ۴۲ × ۱۱ فیٹ ہے۔ درمیان میں ۵۰ × ۴۳ فیٹ صحن ہے۔ مغربی دالان کے دونوں بغلوں میں دو منزلہ سہ دریاں بنی ہیں جن میں آمد و رفت کے واسطے مغربی دیوار میں ایک گیلری نما راستہ بنا ہے۔ جنوبی دالان میں بجائے سہ دریوں کے نیچے کوٹھریاں اور اوپر سہ دریاں بنی تھیں جو منہدم ہوگئیں پشت پر بھی دالان اور سہ دری تھی جس کے منہدمہ نشان موجود ہیں یہ دالان بہت شکستہ حالت میں ہے۔

شمالی دالان کسی قدر اچھی حالت میں ہے۔ اِس کے مغربی بغل میں دو منزلہ سہ دری اور اُس کے محاذ میں مشرق کی جانب دیوار میں سہ دری کا نشان اور درمیان میں توڑوں کی چھت پر ایک نشستگاہ بنی ہوئی ہے۔ دالان کے شمالی جانب پانچ در کا ایک اور دالان ہے جس کی کُرسی مغربی جانب کی دو منزلہ سہ دری کے برابر ہے یہ دالان محل کے شمالی راستہ پر چھتہ پاٹ کر بنایا گیا ہے۔ چھت پر بھی عمارت کے آثار موجود ہیں جس میں اب صرف ایک سہ دری گوشہ شمال و مغرب میں باقی رہ گئی ہے۔ بعض جگہ کے باقیماندہ نقش و نگار سے ظاہر ہوتا ہے کہ رنگ محل اسم بامسمیٰ اور رنگارنگ کے نقش و نگار اور خوش نما بیل بوٹوں سے مزیّن اور مرصّع تھا۔ اس میں ایسا نفیس منقش پتھر لگا ہے کہ دوسری عمارت میں کم نظر آتا ہے۔ تمام ستون نہایت بلند خوش نما اور اعلیٰ درجہ کے نقش و نگار سے مرصّع ہیں۔ دالانوں میں دوہرے ستون نصب ہیں۔ چھجوں کے خوبصورت توڑے اور اُن کے اوپر کے خاص صنعت کے لٹّو قابلِ دید ہیں جو یہاں کی تمام عمارت میں بے نظیر خیال کئے جاتے ہیں۔ دروازہ کے پھاٹک پر ایک لٹّو دار محراب دو چھوٹے چھوٹے ہاتھیوں کے سروں پر قائم ہے جس کے اردگرد دو خوبصورت اُبھرے ہوئے پھول نصب ہیں۔

چوک نواب اسلام خان

رنگ محل اور نواب اسلام خاں کی حویلیوں کے آگے یہ چوک واقع ہے جو نواب اسلام خاں کا تعمیر کردہ ہے۔ اس کے چاروں طرف چار عالی شان سنگین دروازے ہیں۔ جن کے درمیان میں دو منزلہ سنگین دالان بنے تھے جن کا کچھ حصّہ منہدم ہوگیا اور کچھ باقی ہے شمالی پھاٹک سے نواب اسلام خاں کی حویلیوں کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ کچھ دور شمالی جانب چلکر دو راستہ ہوجاتے ہیں۔ ایک چھتّہ میں ہوکر رنگ محل کو گیا ہے۔ دوسرا ایک بڑے دروازہ میں ہوکر جوجھاواں دروازہ کے نام سے موسوم ہے زنانہ مکانات تک پہنچتا ہے۔ اسی دروازہ میں مغرب کی جانب ۱۱½ فیٹ چوڑی ایک کوٹھری بنی ہے جس میں بیٹھکر حضرت شیخ سلیم چشتیؒ نے چلہ کھینچا تھا۔ اس کا دروازہ اب بند کردیا گیا ہے صرف درمیان میں ۵ × ۵ فیٹ سنگ سرخ کی جالی لگادی ہے۔ یہ چوک مع مکانات ملحقہ شیخ تجمل حسین صاحب پیرزادہ کی ملکیت میں ہے۔

بدیع محل

بدیع محل جسے جہلا نے بڈّی محل کردیا ہے فتحپور کی خوبصورت اور عالی شان حویلیوں میں شمار کیا جاتا ہے یہ حضرت شیخ کے مکان کے قریب واقع ہے۔ اس کا عالیشان دروازہ جس میں کئی ڈیوڑھیاں ہیں مشرق کی طرف واقع ہے۔ میں نے اسے اندر سے نہیں دیکھا مگر سُنا ہے کہ درمیان میں برکہ اور چاروں طرف وسیع اور خوبصورت دالان بنے ہیں جس میں نہایت نفیس اور منقش پتھر لگا ہے۔ اندر سے اب اس میں کئی قطعہ علٰحدہ علٰحدہ ہوگئے ہیں۔

یہ محل حضرت شیخ حاجی حسین رح کا تعمیر کردہ ہے جو حضرت شیخ کے خلیفہ اوّل اور خانقاہ کے مہتمم تھے اور اب تک خدا کے فضل سے انہیں کی اولاد کے قبضہ میں ہے۔

حویلی شیخ فیروز (جہاز محل)

اس عالی شان محل کو جو کسی زمانہ میں اپنی وسعت اور ساخت اور خوبصورتی کے لحاظ سے

فتحپور کی عمارتوں میں خاص درجہ رکھتا تھا۔ شیخ فیروز نے جو حضرت شیخ سلیم چشتی رح کے داماد تھے تعمیر کرایا تھا۔ علاوہ دیگر صنائع کے اس میں ایک خاص بات یہ تھی کہ یہ جہاز نما بنایا گیا تھا۔ اس کی بنیاد پہاڑ کے نیچے اُس مقام سے شروع کی گئی تھی جہاں آبادی موضع کانڈو بارو کی واقع ہے۔ اس میں کئی منزل عمارت تھی۔ چاروں کونوں پر کمرے اور درمیان میں برجہ بنا تھا۔ افسوس ہے کہ اب بہت تھوڑی عمارت اس میں باقی رہ گئی ہے جس میں ایک عالیشان دروازہ اور جنوبی کمرہ کا کچھ حصہ کسی قدر اچھی حالت میں موجود ہے جو اس کی گزشتہ خوبصورتی کو یاد دلاتا ہے۔ اس حویلی کے مالک شیخ محمد اسحق صاحب ہیں جو شیخ فیروز کی اولاد میں ہیں۔

مسجد نواب ابراہیم خاں

نواب ابراہیم خاں شیخ موسیٰ برادر کلاں حضرت شیخ الاسلام شیخ سلیم چشتی رح کے صاحبزادہ[۵۱] تھے۔ انہوں نے اپنی حویلی کے قریب یہ مسجد تعمیر کرائی تھی جو محلہ تالاب میں پہاڑ کے شمالی کنارہ پر نہایت بلند جگہ پر واقع ہے۔ یہ پانچ در کی سنگ سرخ کی مسجد ہے جو اندر سے ۳۹ × ۲۲ فیٹ ہے۔ چھت سنگ سرخ کی پٹیوں سے پٹی ہے۔ مغربی دیوار میں ایک کھڑکی کھلی ہوئی ہے۔ شمالی دیوار میں باہر کو نکلی ہوئی ایک نشستگاہ بنی ہے جہاں سے پہاڑ کے نشیب کا کوسوں تک منظر نظر آتا ہے۔ اسی کے محاذ میں جنوبی دیوار میں ایک دروازہ بنا ہے۔ آگے ۲۳ × ۲۲ فیٹ کا صحن ہے جس کے گرد چار دیواری کھنچی ہے۔

مسجد میں کوئی کتبہ نہیں مگر نشستگاہ مذکور کے در کے اوپر سیاہی سے یہ رباعی نہایت خوش خط تین سو برس سے زائد کی لکھی ہوئی اب تک موجود ہے۔ رباعی

گر نشینی بہ غرفۂ مسجد	صورت عم زوال تباہ کنی
سبزہ و آب آیدت بہ نظر	ہر کجا از طرب نگاہ کنی

راقمہ عبدالواحد ابن شیخ ابراہیم - ۱۸ - جمادی الثانی سنہ (صاف پڑھا نہیں جاتا)

در کے اندر یہ عبارت سیاہی سے لکھی ہے۔ "اگر مستحق را رعایت خواہی فرمود محتاج سوال مگرواں خاکپائے فقرا و راقمہ فقیر سلطان محمد سنہ ۱۰۵۲ھ"

[۵۱] مفصل حال ضمیمہ میں دیکھو ۱۲

محل خاص فتحپور سیکری متعلقہ صفحہ ۸۱
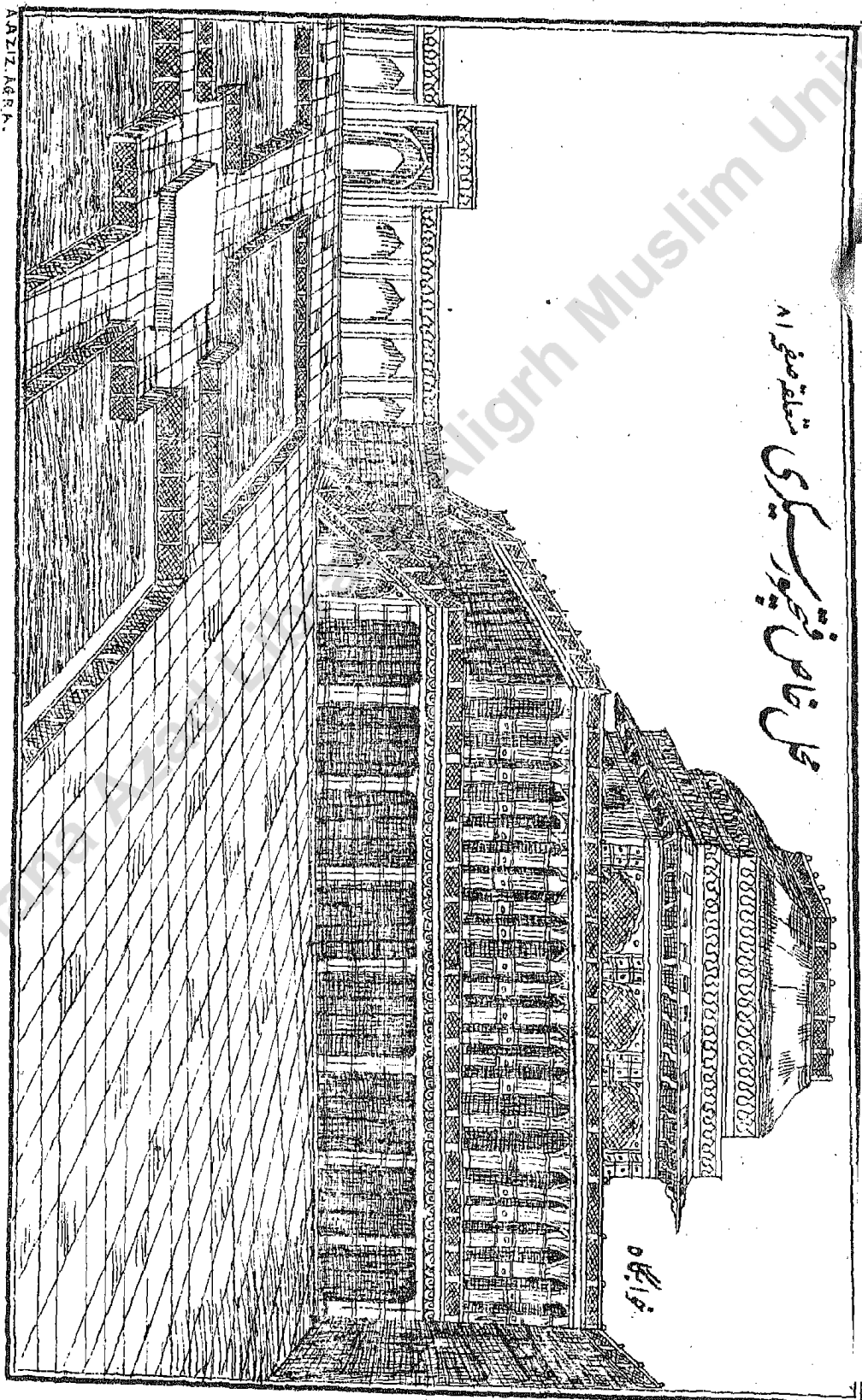
مسجد کے قرب و جوار میں دور تک نواب ابراہیم خاں کے دیوان خانہ ۔ اصطبل وغیرہ کی منہدمہ عمارت کے آثار نظر آتے ہیں ۔ حویلی کے دو عالی شان سنگین دروازے اب تک اصلی حالت میں موجود ہیں ۔

باب سوم

محلات شاہی مع عمارات ملحقہ بالائے کوہ

دولت خانۂ خاص یا محل خاص

دولت خانۂ خاص جو عام طور سے محل خاص کے نام سے مشہور ہے ایک مستطیل احاطہ ہے جو طولاً ۲۱۱ فیٹ اور عرضاً ۱۵۳ فیٹ ۴ انچہ ہے محصور ہے جو اب اکثر جگہ سے کھل گیا ہے ۔ یہ چاروں طرف وسیع اور خوش نما عمارات سے معمور ہے ۔ جس کے شمال و شرقی گوشے میں ترکی سلطانہ کا مکان اور شمال مغربی گوشے میں لڑکیوں کا مدرسہ اور جنوبی جانب شاہی خوابگاہ ۔ اور درمیان میں پختہ حوض ہے ۔ یہ کسی زمانہ میں نفاست و تکلفات ۔ آرائش و زیبائش میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا ۔ اسی کی نسبت ابو الفضل نے لکھا ہے "کہ دنیا کی کوئی عمارت قصر شاہی کی خوبصورتی کا مقابلہ نہیں کر سکتی" ۔ اب بھی اس کے بقیہ حیرت انگیز اور دلفریب نقش و نگار سیاحان کو محو حیرت کرتے ہیں ؎

فرح بخش قلب است نورِ نظر	صفائے عمارات آں سر بسر

۹۷۶-۷۷ھ (۱۵۶۸-۶۹ء) میں اس کی تعمیر شروع ہوئی اور ۹۷۹ھ (۱۵۷۱ء) میں اختتام کو پہنچی ۔ اسی سال بنگالی محل آگرہ میں تیار ہوا قاسم ارسلان نے دونوں کی یہ تاریخ کہی ہے ؎

پرورِ دولت صاحبقرانِ ہفت اقلیم	تمام شد دو عمارت بسانِ خلد بریں
دگر بہ خطۂ سیکری مقام شیخ سلیم	یکے بہ بلدۂ دار الخلافۂ آگرہ
رقم زدہ دو بہشت بریں بہ کلکِ قدیم (۹۷۹ھ)	سپہر از پئے تاریخ ایں دو عالی قصر

خوابگاہ زیریں

محل کے جنوبی جانب جو دالان اور کمروں کا سلسلہ ہے منجملہ اُن کے گوشۂ جنوب و مشرق میں ایک نہایت نفیس کمرہ ہے جسے منقّش کمرہ کہنا زیادہ موزوں ہے۔ اسے عام طور سے خوابگاہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس کے تمام در و دیوار انواع و اقسام کے نقش و نگار سے مرصع تھے جس کا بہت سا حصّہ اب تک موجود ہے۔ ان میں زیادہ تر چھالیا اور پہاڑی درختوں کے نمونے اور مختلف قسم کے گلدستے اور بیل بوٹے ہیں۔ کمرہ کا طول ۳۲½ فیٹ اور عرض ۱۸½ فیٹ ہے۔ اس میں تین دروازہ ہیں۔ جنوبی دیوار میں ۹ سنگین صندوقچہ نما الماریاں اور دروازوں کے گوشوں میں ایک ایک الماری بنی ہے۔ ان الماریوں کے ڈھکن یا کواڑ بھی پتھر کے تھے اور اُنہیں میں قفل لگا دئے جاتے تھے۔ ان الماریوں میں قیمتی اشیاء اور شاہی فرمان اور کتابیں رکھی جاتی تھیں۔ کمرہ کے آگے تینوں طرف برآمدہ ہے۔ مشرقی برآمدہ سے ایک راستہ ترکی سلطانہ کے مکان تک گیا ہے۔

کمرہ جھروکہ درشن

اِس کمرہ کی پُشت پر مگر بالکل علٰحدہ ایک دوسرا کمرہ ۱۳ فیٹ × ۲۸ فیٹ ۲ انچ بنا ہے۔ اس میں جنوبی دیوار سے ملا ہوا سطح سے ۷ فیٹ کی بلندی پر چار چوکور ستونوں پر ایک چبوترہ ۱۳ فیٹ ۵ انچ × ۱۲ فیٹ ۲ انچ قائم ہے جس کے وسط میں ۲½ فیٹ بلند اور ۳ فیٹ چوڑی کھڑکی جنوبی دیوار میں کھُلی ہوئی ہے۔ اس کمرہ کی نسبت عوام کا بیان ہے کہ اس میں اکبر کا ہندو پوجاری رہا کرتا تھا جو اس چبوترہ پر بیٹھکر پوجا پاٹ کرتا تھا۔ بعض لوگ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ یہ سورج کی پرستش کی جگہ ہے۔ لیکن میرے نزدیک یہ جھروکہ درشن کا مقام ہے۔ چنانچہ ٹھیک اسی مقام پر چھت کے اوپر بھی اسی طرح کا چبوترہ اور جھروکہ بنا ہوا ہے جس کا حال مناسب موقع پر بیان کیا جائیگا۔ منتخب التواریخ میں لکھا ہے۔ "کہ عوام ہندو جن کو دولت خانہ کے اندر جانے کی اجازت نہ تھی اُن کو اکبر سے ایسا اعتقاد تھا کہ روز صبح کو آفتاب پرستی کے وقت زیر جھروکہ جمع ہوتے تھے۔ اور جب تک اکبر کے درشن نہ کر لیتے مسواک کرنا۔ کھانا۔ پینا اُن پر حرام تھا جب اکبر آفتاب کے ۱۰۰۱ نام کی تسبیح جپ کر پردہ سے نکلتے سب ہندو سجدہ میں گر پڑتے تھے۔ برہمنوں نے ۱۰۰۱ نام اکبر کے بھی ترتیب دئے اور کہا کہ رام اور کرشن کی طرح آپ بھی ایک اوتار ہیں اور پرمیشر نے آپ کی صورت میں حلول کیا ہے پھر یہ نوبت پہنچی کہ ہر شب کو بہت سے

حاجت مند ہندو مسلمان - مرد - عورت - بیمار - تندرست اپنی اپنی حاجت بروائیوں کے واسطے اکبر کے حضور میں جمع ہوتے تھے اُس وقت دربار عام ہوا کرتا تھا"۔ پس وہ جھروکہ کا مقام جس کا تاریخ مندرجہ صدر میں ذکر ہے سوائے اِس کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

اسی چبوترہ سے ملے ہوئے شمالی جانب دو مُنقّش ستون نصب ہیں جن پر نہایت خوبصورت خوشے دار انگوری بیل - اور دیگر قسم کی باریک بیل اور پھول پتّیاں منقّش ہیں۔ کمرہ کے مشرق میں ایک غسل خانہ ہے جس میں پانی آنے کے واسطے اندر ہی اندر نالی بنی ہوئی ہے۔ اسی کمرہ میں ایک دروازہ دفترخانہ میں آمدورفت کے واسطے بنا ہے۔

شہ نشین

اِس کمرہ کے بعد دالان در دالان بنے ہوئے ہیں - درمیان میں نیچے پٹاؤ کا ایک دالان پاٹ کر اُس کی چھت پر ایک درمیانی دالان ۵۹ × ۱۹ فیٹ بنایا ہے جس کے ستون اس ترتیب سے نصب ہیں کہ یہ دو خوش نما حصّوں میں منقسم ہو گیا ہے۔ شمالی جانب وسط میں ۱۰ فیٹ × ۵ فیٹ ایک شہ نشین بنی ہے جہاں سے محل خاص کے حوض (تالاب) اور تمام محل کا نظارہ عمدہ طور سے ہوتا ہے - بعض جگہ کے باقیماندہ نقش و نگار سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دالانوں پر بھی مختلف اقسام کی گلکاری کی گئی تھی - اسی درمیانی بالاخانہ کے زینہ کے پاس چھت پر چڑھنے کے واسطے ۱۵ اسیڑھیوں کا زینہ بنا ہوا ہے۔

مغربی دالان

محل خاص کے مغربی جانب ایک چبوترہ فرش صحن سے ا فٹ ۱۰ انچہ بلند بنا ہے جس کا سلسلہ پنچ محلہ تک چلا گیا ہے اس کے اوپر ایک وسیع دالان بنا ہے - وسط دالان میں شمالی دیوار میں ایک دروازہ لگا ہے جس میں ہو کر مریم کے محل میں پہنچ جاتے ہیں - اب ایک جدید دروازہ جنوب و مغربی گوشے میں اور کھل گیا ہے جس میں سے ہو کر دفترخانہ کو راستہ ہے - اسی دروازہ کے اندر دالان کے در میں ایک حوض ہے جو اب پتھر کی پٹیوں سے بند کر دیا گیا ہے مختلف نالیوں کے ذریعہ سے اوّل اس حوض میں پانی جمع ہوتا تھا اور یہاں سے محل کے بڑے حوض میں پہنچتا تھا - اسی دالان میں کئی پرنالے برساتی پانی کے بنے ہیں جن میں ہو کر مریم کے مکان اور اُس جانب کے دیگر محلات کا پانی اُن چھوٹے چھوٹے حوضوں میں جو پرنالوں کے نیچے فرش کے اندر بنے ہیں ہوتا ہوا بڑے حوض میں

جاتا تھا۔ بیچ محلہ کی جانب دالان کے پانچویں در کے سامنے فرش سے ۴ فیٹ ۵ انچ کی بلندی پر دیوار میں ا فٹ ۸ انچ چوڑا سنگین پرنالہ لگا ہے۔ شمالی کارخانہ آبرسانی سے مختلف نالیوں کے ذریعہ سے اس پرنالہ میں پانی آتا تھا اور اس پر سے بذریعہ ایک جھرنے کے جس کے اب خفیف نشان باقی رہ گئے ہیں اُتر کر ایک سنگین حوض میں جو ۲½ × ۲½ فیٹ ہے جمع ہوتا۔ اور پھر ایک مختصر نالی میں ہوتا ہوا دالان کے در کے نیچے کے حوض میں جو ہشت پہلو اور ایک پتھر میں ترشا ہوا ہے اور جس کا قطر ا فٹ ۸ انچ اور ہر ضلع ۹ انچ ہے گرتا تھا اور وہاں سے ایک پیچدار نالی کے ذریعہ سے اسی طرح کے دوسرے حوض میں پہنچتا پھر وہاں پیچ و خم کھاتا ہوا صحن کے بڑے حوض میں جا گرتا تھا۔

خوابگاہ خاص (بالاخانہ)

محل خاص کی جنوبی عمارت کی چھت پر دو چھوٹا سا خوبصورت اور طلسماتی کمرہ واقع ہے جو خوابگاہ کے نام سے موسوم ہے چونکہ یہ خاص بادشاہ کی خوابگاہ کے واسطے بنایا گیا تھا اس وجہ سے باکمال صناعوں اور عالی دماغ مصوروں نے اس کے خوش نما بنانے میں کوئی ایسی تدبیر نہیں اُٹھا رکھی تھی جو انسان کے دستِ قدرت سے باہر نہ ہو۔ رنگسازی کے اعلیٰ درجہ کے کاریگروں نے اندر۔ باہر۔ نیچے۔ اوپر تمام در و دیوار کو نگارنگ کی شگوفہ کاری اور طرح طرح کی گلکاری سے مزین کر کے کمرہ کو نمونۂ بہشت بریں بنا دیا تھا۔ مصوروں نے اپنے کمالات مصوری کا کمال دکھا کر طرح طرح کی تصویروں اور مختلف منظروں کے نقشوں سے تمام کمرہ کو نگارخانۂ چین بنا کر عالمِ طلسمات کو مات کیا تھا۔ جواہر رقم اور مرصع قلم کتبہ نویسوں نے مختلف گلکاریوں کے بیچ میں اس نزاکت اور صفائی سے کتبوں کو لکھا تھا کہ جن کے نظارہ سے آنکھوں میں نور پیدا ہوتا تھا۔ غرضکہ اس مقام پر ہر قسم کے صناعانِ باکمال نے اپنی اپنی صناعیوں کو درجہ کمال پر پہنچا دیا تھا۔ مگر افسوس اور سخت افسوس ہے کہ یہ بے نظیر کمرہ اس زیب و زینت اور آرائش و زیبائش کے بجائے اب مرقعۂ عبرت اور مقام حسرت بن رہا ہے۔ اس کے تمام طلائی نقش و نگار اور گلکاریاں نہ معلوم کن ظالم ہاتھوں سے محو ہو گئیں۔ یہاں تک کہ کوئی زر پرست دروازوں کے کواڑ تک اُتار کر لے گیا افسوس ؎

تغیر آگیا نقش و نگار حسن میں یکسر مٹی ساری ادائیں اُڑ گئے جوبن کے سب نقشے	نہ وہ رنگ حنا باقی نہ چشم سرمہ سا باقی نہ انداز وفا باقی نہ ناز دل ربا باقی

اگر گورنمنٹ آثار قدیمہ کی طرف متوجہ نہ ہوتی تو چند ہی روز میں اس کے وہ پس ماندہ نقش و نگار بھی جو کسی طرح زمانہ کے نظر بد سے اب تک محفوظ رہے ہمیشہ کے واسطے معدوم ہو جاتے۔ کسی زمانہ میں گورنمنٹ نے اس میں منصفی کا دفتر قائم کر رکھا تھا اب اُس کا یہ بدل کیا ہے کہ زر کثیر صرف کر کے نہ صرف کل عمارت کی مرمت کرا دی بلکہ اکثر مقامات کی رنگ آمیزی از سر نو کرا کر گزشتہ نقش و نگار کو اصلی حالت میں دکھایا ہے جس سے سیر کرنے والوں کی نظروں میں کمرہ کی گزشتہ خوبصورتی کا منظر پھر جاتا ہے۔ یہ کمرہ اندر سے ۱۴ فیٹ ۵ انچہ × ۱۴ فیٹ ہے۔ اس کی چھت اوپر سے ہموار اور اندر سے ایک خاص قسم کے سنگین لداؤ سے جو لیلیٰ مجنوں کا پٹاؤ کہلاتا ہے پٹی ہے۔ چاروں طرف چار دروازے ہیں جن کے پٹاؤ کے اوپر جالی دار کھڑکیاں لگی ہیں۔ آگے چاروں طرف ۹ فیٹ ۹ انچہ چوڑا پانچ پانچ در کا برآمدہ ہے جس کی چھت پتھر کی پٹیوں سے کھپریل نما پٹی ہے۔ جیسا کہ اوپر تحریر کیا گیا کمرہ اور برآمدے کی کوئی جگہ نقش و نگار سے خالی نہ تھی حتیٰ کہ دروازوں کے چوبے تک مختلف خوبصورت نقش و نگار سے مرصع تھے جس کا نمونہ مسٹر اسمتھ صاحب نے اپنی کتاب "آرکیولاجیکل سروے آف انڈیا۔ دی مغل آرکیٹکچر آف فتحپور سیکری" میں دیا ہے۔ کمرہ کے اندر دروازوں کے درمیان میں سطح سے ۳ فیٹ ۵ انچہ کی بلندی پر دو دو طاق ۶½×۴½ فیٹ بنے ہیں ان کے نیچے مختلف رنگوں کی تختیوں پر فن مصوری کے کمالات دکھائے گئے تھے منجملہ آٹھ تختیوں کے صرف دو کی تصویروں کا کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے جنہیں مسٹر اسمتھ صاحب نے اپنی کتاب مندرجہ صدر میں دکھا کر بقائے دوام کے مرتبہ پر پہنچایا ہے۔ منجملہ ان کے شمالی دروازہ کے مغربی طاق کے نیچے دریا اور کشتی کا منظر بنایا ہے۔ کشتی میں کئی آدمی بیٹھے ہوئے ہیں۔ ملاح کشتی کو چلا رہے ہیں۔ ایک ملاح مستول پر چڑھا ہوا ہے۔ دریا کے کنارے عالیشان اور خوبصورت مکان بنے ہیں جنہیں دیکھکر تھیٹر کے پردوں کا لطف آجاتا ہے۔ کسی کسی تختی کا کچھ خفیف حصہ باقی رہ گیا ہے لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا چیز بنائی تھی صرف

اتنا پتہ چلتا ہے کہ انسانوں کی تصویروں کے علاوہ ہاتھی۔ ہرن۔ مور۔ بطخ وغیرہ جانوروں اور مختلف عمارتوں اور فرشتوں کی خیالی تصویریں بنائی گئی تھیں۔ اب یہ باقی ماندہ تصویریں سرسری نظر سے دیکھنے میں نظر نہیں آتیں بلکہ نہایت غور یا دوربین سے دیکھنے میں معلوم ہوتی ہیں۔

ان تصویروں اور طاقوں کے درمیان میں ۹ انچ چوڑی سرخ رنگ کی رنگ کی پٹری دی گئی ہے اس پر سیاہی سے نہایت خوش خط کتبے لکھے ہوئے تھے جو اب صاف پڑھنے میں نہیں آتے۔ کہیں کہیں کے حروف اور لفظ باقی رہ گئے ہیں۔ نہایت محنت اور کئی احباب کی مدد سے جو کچھ پڑھا گیا وہ ہدیۂ ناظرین ہے۔

مشرقی دروازہ کے شمالی طاق کے نیچے

رشک فردوسِ برین است و نگارستانِ چیں	منزلِ اعلیٰ ست دائم در نظر منظور باد

شمالی دروازہ کے مغربی طاق کے نیچے

یارب ایں دولت سرا از چشم بد مست	....

مشرقی دروازہ کے جنوبی جانب

... بسیار است الحق ایں عمارت راشرف	حظ برخورداریٔ صاحب از و موفور باد
چوں فروغ آرد نظر کردن دریں زیبا مقام	صاحبِ ایں قصرِ عالی دمبدم مسرور باد

کمرہ کے اندرونی جانب دروازوں کے اوپر رنگارنگ کی گلکاری اور نقش و نگار کے درمیان میں آبِ زر سے فیضی کے یہ اشعار لکھے ہیں جن پر حال میں جلا کی گئی ہے۔

(مغربی دروازہ پر)

قصرِ شاہست بہر باب بہ از خلد بریں	سخنے نیست دریں باب کہ خلدیست بریں

(جنوبی دروازہ پر)

غرفۂ شاہ نشین و خوش و مطبوع و بلند	کردہ در قطعۂ او جنتِ اعلیٰ تضمیں

(مشرقی دروازہ پر)

فرشِ ایوان ترا آئینہ ساز د رضواں	خاکِ درگاہِ ترا سرمہ کند حور العیں

(شمالی دروازہ پر)

[۵۱] چوں ملک ہر کہ کند سجدۂ خاکِ درِ تو — شود از خاصیتِ خاکِ درت زہرہ جبیں

برآمدہ میں بھی چاروں طرف اسی قسم کی گلکاری کے درمیان میں کتبے لکھے ہوئے تھے جو اَب بالکل مٹ گئے ہیں کہیں کہیں کا کوئی لفظ یا حرف باقی رہ گیا ہے صرف یہ ایک مصرعہ پڑھا گیا ع

نگارندۂ ملک ہندوستاں

ایک کہن سال بزرگ نے اپنی بیاض دکھائی جس سے واضح ہوا کہ اشعار ذیل بھی خوابگاہ کے برآمدے میں تحریر تھے ؎

زہے باغِ دو عالم خُرّم از تو — اساسِ زندگانی محکم از تو
سلیماں رانگیں بود و ترا دیں — سکندر آئینہ دارو تو آئیں
سکندر آئینہ کیخسرو از جام — تو داری عدل و عہدِ نیک فرجام

دیگر

رباعی[۵۲]
فردوس بہ سلسبیل و کوثر نازد — دریا بہ گہر فلک بہ اختر نازد
عباس بہ ذوالفقارِ حیدر نازد — کونین بہ ذاتِ پاکِ اکبر نازد

برآمدہ کے شمال و مشرق میں چونے اور گچ کا پختہ فرش ہے۔ مغرب میں سنگین فرش اور جنوب میں کٹہرہ لگا ہوا ہے۔ مشرقی صحن میں جنوبی دیوار سے ملا ہوا ایک سنگین چبوترہ ۱۵ ½ فیٹ × ۱۴ فیٹ بنا ہے جس کے وسط میں جھروکہ درشن کی بالائی کھڑکی ۴ فیٹ اونچی اور ۲ ½ فیٹ چوڑی کھلی ہے۔ غالباً بلحاظ موسم کبھی اکبر اس مقام میں اور کبھی اس کے نیچے کی کھڑکی میں جس کا حال پہلے بیان ہو چکا ہے بیٹھکر درشن کراتے ہونگے۔ ملا عبدالقادر بدایونی اپنی کتاب منتخب التواریخ میں لکھتے ہیں۔ "کہ دولت خانہ میں ایک بالاخانہ خوابگاہ کہلاتا ہے۔ اکبر اس کی کھڑکی میں بیٹھتے ہیں اور خلوت میں دیوی (دیبی) برہمن کو جو

[۵۱] حال میں جو جلا دی گئی ہے اُس میں "چوں" کا "ن" تدارد کر دیا ہے۔
[۵۲] فیضی نے یہ رباعی ملا وحید طاہر عجمی کی اس رباعی کے جواب میں موزوں کی تھی۔ رباعی
زنگی بہ سپاہ و خیل و لشکر نازد — رومی بہ سنان و تیغ و خنجر نازد
اکبر بہ خزینۂ پُر از زر نازد — عباس بہ ذوالفقارِ حیدر نازد

مہابھارت کا ترجمہ کرتا ہے چارپائی پر بٹھاکر رسّیاں ڈال کر اوپر کھنچوا لیتے ہیں۔ وہ معلّق ہوتا ہے کہ نہ زمین پر نہ آسمان پر۔ اُس سے آگ۔ سورج۔ ستارہ اور ہر ایک دیوی۔ دیوتا۔ برہما۔ مہادیو۔ بشن۔ کرشن۔ رام۔ مہامائی وغیرہ کی پوجا کے طریقے اور اُن کے منتر سیکھتے ہیں۔ اور اُن کے مسائل اور افسانوں کو بڑے شوق سے سنتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ ان کی ساری کتابیں ترجمہ ہو جائیں۔ شیخ تاج الدین اجودھنی کو دیوی برہمن کو خوابگاہ پر جاتے ہوئے دیکھکر شوق پیدا ہوا۔ اور وہ بھی مکر و حیلہ کی کمند پھینک کر خوابگاہ پر پہنچنے لگے بہت مقاصد قرآن اور مطالب پران کے ملاکر ایک کر دئے۔ اور وحدت وجود کی بنیاد رکھکر ہمہ اوست کا منارہ بلند کیا اور فرعون کو بھی مومن ثابت کر کے کسی کو ایمان سے محروم نہ رکھا بلکہ منقوش خاطر کر دیا کہ مغفرت کی اُمید ہمیشہ خوف عذاب پر غالب ہے۔ غرضکہ ایسی ایسی بہت سی گمراہیاں پھیلائیں"

زنانہ راستہ

خوابگاہ کے صحن سے مغربی دالان کی چھت پر ہوتا ہوا ایک پردہ دار راستہ بنا ہے جس کا سلسلہ مریم کے مکان اور پنچ محلہ ہوتا ہوا جودھ بائی کے مکان تک چلا گیا تھا۔ اس راستہ کے ذریعہ سے بیگمات اور شہزادیاں اپنے اپنے مکانات سے خوابگاہ اور خوابگاہ سے پنچ محلہ۔ مریم کے مکان اور باغ۔ نگینہ مسجد۔ اور جودھ بائی کے محل سے لیکر حرم مینار (ہرن مینار) تک نہایت آزادی سے آمد رفت کر سکتی تھیں۔ درمیان میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر آرام لینے کے واسطے نشستگاہیں اور سیر کرنے کے واسطے باریک جالی دار کھڑکیاں بطور چلمنوں کے بنی ہوئی تھیں اب اس راستہ کا سلسلہ اکثر جگہ سے شکست ہو گیا ہے مگر اس کا بڑا حصہ اب تک موجود ہے۔ اسی طرح کا دوسرا راستہ خوابگاہ سے شمال و مشرقی جانب ترکی سلطانہ کے مکان اور وہاں سے دیوان عام تک چلا گیا تھا۔ راستہ میں دیواروں پر طرح طرح کے نقش و نگار اور بیل بوٹے بنے تھے جو کہیں کہیں کے اب تک باقی ہیں۔

محل خاص کے صحن میں سنگین فرش ہے جو شرقاً غرباً ۱۸۲ فیٹ اور شمالاً جنوباً ۱۲۱ فیٹ ہے۔ یہ پچیسی کے فرش سے بلند ہے۔ درمیان میں ایک مربع سنگین حوض بنا ہے جس کا نام عہد اکبری کی تاریخوں میں انوپ تلاؤ لکھا ہے اور اب چمن کے نام سے موسوم ہے۔ اس

حوض کلاں (انوپ تلاؤ)

حوض کا ہر ضلع ۹۵ ½ فیٹ ہے۔ چاروں طرف سیڑھیاں پانی میں اُترنے کے واسطے بنی ہوئی ہیں درمیان میں سنگین ستونوں کی چھت پر ایک مربع چبوترہ بنا ہے۔ جس کا ہر ضلع ۲۹ فیٹ ہے۔ اس کے چاروں طرف جالیدار کٹہرہ نصب ہے۔ چبوترہ کے درمیان میں ایک شہ نشین ۹ ¾ × ۹ ¾ فیٹ بنی ہے۔ چبوترہ اور اس شہ نشین میں آمدرفت کے واسطے حوض میں چاروں طرف پتھر کے چوکور ستونوں پر چار پُل قائم ہیں۔ ان میں ہر ایک ۴۳ فیٹ لمبا اور ۱ ⅔ فیٹ چوڑا ہے۔ پہلے یہ حوض بہت گہرا تھا۔ جہانگیر نے اس کا عمق ۴ ½ گز۔ اور ابوالفضل نے دو آدمیوں کے قد کی برابر۔ اور ملّا عبدالقادر نے ۳ گز لکھا ہے لیکن جس زمانہ میں منصفی کا دفتر اس محل میں تھا اس کے اندر ملبہ بھر کر اوپر سے پختہ فرش کروا دیا گیا ہے۔ اس وجہ سے اب اس کا عمق درمیانی چبوترہ سے صرف ۴ ½ فیٹ رہ گیا ہے پہلے چبوترہ کے نیچے پانی بھرا رہتا تھا جو اَب بند ہو گیا تھا۔ حال میں اصلی حالت دکھانے کی غرض سے کچھ فرش کھودا گیا ہے تو نیچے سے سیڑھیاں نکل آئی ہیں اور برساتی پانی چبوترہ کے اندر جمع ہے۔

اب حوض میں محض بارش کا پانی جمع ہو جاتا ہے لیکن اکبری عہد میں نہایت صاف و شفاف پانی شمالی کارخانہ آب رسانی سے مختلف نالیوں کے ذریعہ سے بیربل کے مکان مریم کے محل۔ اور محل کے مغربی دالان میں ہوتا ہوا خمدار نالیوں کے ذریعہ سے اس حوض میں آتا تھا۔ اور جب یہ حوض لبالب بھر جاتا تو شمالی جانب کی نالی کے ذریعہ سے پچیسی اور دیوان خاص کے فرش سے گزرتا ہوا ایک جھرنے کے ذریعہ سے نیچے اُتر کر بیٹھے حوض میں جو دیوان خاص کے نیچے شمالی جانب واقع ہے پہنچ جاتا تھا۔ خیال کرو کہ پانی کا اس پیچ و خم کے ساتھ برابر جاری رہنا کیسا دلچسپ اور خوش نما منظر پیدا کرتا ہوگا۔

اب اس حوض کی تعمیر کا تاریخی حال سنئے ۹۸۶ھ / ۱۵۷۸ع میں ایک حکیم فتحپور میں آیا اور اُس نے دربار اکبری میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں ایک ایسا مکان بنا سکتا ہوں جس کے چاروں طرف پانی ہو۔ اُس پانی میں غوطہ مار کر مکان کے اندر جاویں لیکن پانی اُس کے اندر بالکل نفوذ نہ کرے۔ اِس پر اکبر نے اُس سے یہ حوض تیار کرایا اور اس کے درمیان میں

ایک حجرہ سنگین اور اُس کی چھت پر ایک بلند منارہ بنوایا۔ اور اُس حجرہ کے چاروں طرف پُل بنائے گئے۔ لیکن حکیم نے جس کمال کا دعویٰ کیا تھا جب وہ پورا نہ ہو سکا تو خود غوطہ مار گیا یعنی چھپ کر کہیں بھاگ گیا۔[۱] اسی سال جب بادشاہ فتحپور سے بھیرہ کی طرف شکار کو چلے تو حکم دیا کہ اناتمام حوض کو صاف کر کے ہر قسم کے سکّوں سے لبریز کر دو کہ ہم اعلےٰ سے ادنےٰ تک خلق اللہ کو اس کا فیض پہنچا دینگے۔ چند روز کے بعد راستے میں راجہ ٹوڈرمل نے عرض کیا کہ ۱۷ کروڑ بھر چکے ہیں مگر بھرا نہیں۔ فرمایا کہ جب تک ہم پہنچیں لبالب کر دو۔ اور کچھ پرواہ نہ کرو۔ جب بھر گیا تو ۳۰ ماہ الٰہی کو اکبر اس کے کنارے پر آئے۔ اوّل شکرِ الٰہی بجا لائے۔ اس کے بعد ایک اشرفی۔ ایک روپیہ۔ ایک پیسہ آپ اُٹھایا۔ پھر اسی طرح اُمرائے دربار کو عنایت فرمایا۔ پھر مٹھیاں بھر بھر کر تقسیم کیں اور دامن بھر بھر کر لوگ لے گئے

انوپ تلاؤ کی خیرات

شیخ منجھو قوال صوفیانہ وضع رکھتا تھا اور شیخ ادھن جونپوری کے مریدوں میں سے تھا انہیں دنوں میں اُسے بھی حوض مذکور کے کنارے پر بلایا اور اُس کا گانا سُن کر بہت خوش ہوئے۔ تانسین اور اچھے اچھے گویّوں کو بلوا کر سنوایا اور فرمایا کہ اس کیفیت کو تم میں سے ایک بھی نہیں پہنچتا۔ پھر اُس سے کہا۔ منجھو۔ جا سب نقدی تو ہی اُٹھالے جا۔ اُس سے بھلا کیا اُٹھ سکتی تھی! عرض کی۔ حضور! یہ حکم دیں کہ جتنی غلام اُٹھا سکے اُٹھائے جائے منظور فرمایا۔ غریب ہزار روپئے کے قریب باندھ لے گیا۔ اسی طرح تین برس کے عرصہ میں

---

[۱] اس کے ۱۷ برس کے بعد ۱۰۰۲ھ میں حکیم علی نے اسی طرح کا ایک حوض لاہور میں بنایا کہ پانی سے لبریز تھا۔ عرض و طول ۲۰ × ۲۰ گہرا ۳ گز۔ بیچ میں سنگین حجرہ۔ اُس کی چھت پر بلند منارہ۔ حجرہ کے چاروں طرف چار پُل۔ لطف یہ کہ حجرے کے دروازے کھُلے تھے اور پانی اندر نہ جاتا تھا۔ میر حیدر معمائی نے اس کی تاریخ حوض حکیم علی سے نکالی۔ اکبر بھی اس کی سیر کو گئے۔ سنا کہ جو اندر جاتا ہے۔ راستہ ڈھونڈھتا ہے۔ نہیں ملتا۔ دم گھٹ کر گھبراتا ہے اور نکل آتا ہے۔ خود کپڑے اُتار کر غوطہ مارا۔ اور اندر جا کر سارا حال معلوم کر لیا۔ جہانگیر کے عہد میں حکیم موصوف نے آگرہ میں بھی اپنے باغ میں جو اَب حکیم کا باغ کہلاتا ہے اسی طرح کا ایک حوض تیار کیا تھا۔ جہانگیر نے ۱۰۱۶ھ میں لکھا ہے "آج آگرہ میں حکیم علی کے گھر چند مصاحبوں کے ساتھ اُس حوض کا تماشہ دیکھنے گیا جیسا والد کے وقت میں لاہور میں بنایا تھا ۶ × ۶ ہے۔ پہلو میں نہایت روشن حجرہ ہے جس کا راستہ اسی حوض میں سے ہے۔ مگر اس راہ سے پانی اندر نہیں آتا دس بارہ آدمی اس میں جلسہ جا کر بیٹھ سکتے ہیں۔ جہانگیر نے اس کے صلے میں حکیم کو دو ہزاری منصب پر سرفراز کیا (دربار اکبری صفحہ ۱۲۴۔ توزک جہانگیری صفحہ ۵۳)

سب نقدی لُٹا کر حوض کو خالی کر دیا۔ صاحب دربارِ اکبری تحریر کرتے ہیں "کہ میں نے ایک پُرانی تصویر دیکھی۔ اکبر اس تلاؤ کے کنارے پر بیٹھے ہیں۔ بیربل وغیرہ چند اُمرا حاضر ہیں کچھ مرد۔ کچھ عورتیں۔ کچھ لڑکیاں پنہاریوں کی طرح اس میں سے گھڑے بھر بھر کر لئے جاتے ہیں"۔ ۵۱

جہانگیر نے بھی بواقعات ۱۳ سنہ جلوس دولت خانۂ خاص کے حال میں اس کا ذکر تحریر کیا ہے اور لکھا ہے کہ "۳۴ کروڑ ۴۸ لاکھ ۴۶ ہزار دام جو ۱۶ لاکھ ۷۹ ہزار ۴ سو روپیہ کے برابر ہیں اور باقی روپئے کُل ایک کروڑ تین لاکھ روپئے کی نقدی اس میں سمائی تھی۔ ضرورت اور احتیاج کے پیاسے مدتوں تک آتے اور دلوں کی پیاس بجھاتے رہے"۔ ۵۲

اِسی حوض کی وجہ سے اکبری عہد کی تاریخوں میں اکثر مقام پر اس محل کا نام دولت خانۂ انوپ تلاؤ لکھا ہے۔

مکان تُرکی سُلطانہ

محل خاص کے شمالی و مشرقی گوشے میں وہ بے نظیر مکان واقع ہے۔ جو ترکی سلطانہ کے مکان کے نام سے موسوم ہے اسے جُہلا تپتولن کا محل اور اکثر لوگ بیگم استنبول کا محل بھی کہتے ہیں۔ چونکہ بیگمات اکبری میں استنبول کی کسی بیگم کا ہونا تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا لہٰذا کیا عجب ہے کہ یہ اکبر کی بیگم سلیمہ سلطانہ بیگم کے رہنے کا مکان ہو۔ یہ گُل رخ بیگم کی صاحبزادی تھیں جو کہ ہمایوں کی حقیقی بہن تھیں۔ باپ مرزا نور الدین محمد خواجگانِ کاشغر سے ایک خاندانی شخص تھے۔ سلیمہ سلطانہ رشتہ سے ہمایوں کی بھانجی ہوئیں۔ یہ پاک دامن خاتون اگرچہ محلوں کی بیٹھنے والی تھیں مگر نام اُن کا اُمرائے نیک مرد کے ذیل میں لکھا نظر آتا ہے۔ وہ نہایت نیک طینت خوش بیان۔ شیریں کلام۔ حاضر جواب۔ باسلیقہ۔ صاحبِ تدبیر تھیں۔ جب خاندانِ سلطنت میں کوئی معاملہ اُلجھتا تھا تو اُن کی دانائی اور عقل کی رسائی اور حسن تقریر کی وکالت سے سلجھتا تھا۔ صاحبِ علم۔ سخن فہم۔ سخن شناس

سلیمہ سلطانہ بیگم

۵۱ اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۱۲۹ و ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ منتخب التواریخ ترجمہ اُردو صفحہ ۳۲۲ و ۳۲۳۔ دربار اکبری صفحہ ۱۲۵

۵۲ توزک جہانگیری صفحہ ۲۶۔

اور کتاب کے مطالعہ کا شوق رکھتی تھیں۔ اور اہلِ سخن کی قدر دانی میں شہرۂ آفاق تھیں اوّل خانخاناں بیرم خاں کے عقد میں تھیں۔ اس کے بعد بیگمات اکبری میں داخل ہوئیں سنہ ۹۸۲ھ (۱۵۷۴ء) میں مع گلبدن بیگم اکبر کی پھوپھی کے گجرات کے راستہ سے حج کو گئیں۔ چار حج متواتر کیئے۔ واپسی میں جہاز تباہی میں آگیا اس وجہ سے ایک برس عدن میں ٹھیرنا پڑا۔ سنہ ۹۹۰ھ (۱۵۸۲ء) میں واپس آئیں۔ جہانگیر کے عہد میں ۶۰ برس کی عمر میں سنہ ۱۰۲۱ھ (۱۶۱۲ء) میں وفات پائی اور اپنے باغ کی عمارت میں جو موضع منڈھاکر (تحصیل آگرہ میں فتحپور کی سڑک پر واقع ہے) میں تھا مدفون ہوئیں۔ ان کی یہ بیت بہت مشہور ہے ؎

کاکلت را من ز مستی رشتۂ جاں گفتہ ام
مست بودم زیں سبب حرفِ پریشاں گفتہ ام

ترکی سلطانہ کا موجودہ مکان ایک چھوٹا سا کمرہ ہے جو اندر سے ۱۳½ × ۱۳ فیٹ اور باہر سے ۱۶¼ × ۱۶¼ فیٹ ہے۔ اس کے چاروں طرف سنگ سرخ کا برآمدہ ہے جو شمالاً جنوباً ۳۳ فیٹ ۸ انچ اور شرقاً غرباً ۳۲ فیٹ ہے اور ۸ فیٹ ۹ انچ چوڑا ہے۔ کمرہ اور مغربی جانب کے برآمدے کی چھت منقش پٹیوں سے پٹی ہے جس کے آگے نہایت نفیس منقش چھجہ لگا ہے۔ باقی تینوں طرف کے برآمدے کی چھت سنگین کھپریل نما ہے۔ اس کے قرب و جوار کی حالت دیکھنے سے خیال ہوتا ہے کہ علاوہ اس عمارت کے اور بھی کچھ عمارت اِس مکان کے متعلق ضرور ہوگی جو کسی زمانہ میں منہدم ہوگئی۔ موجودہ عمارت بلحاظ صنعت و خوش نمائی دُنیا کی نفیس ترین عمارتوں میں شمار ہونے کے قابل ہے۔ تمام عمارت نیچے سے اوپر تک منقش۔ اور باکمال سنگتراشوں کی مختلف دستکاریوں سے مرصع ہے۔ اگر اس کو نگار خانۂ چین لکھیں تو روا ہے یا زمانۂ قدیم کے سنگتراشوں کی دستکاریوں کا بے نظیر عجائب خانہ کہیں تو بجا ہے۔ اس کی باریک بیلیں۔ نہایت نفیس شجر۔ گلدستے۔ پھول۔ پتّے دیکھ کر عقل بیکار ہو جاتی ہے۔ حجر میں شجر کو تراشنا پھر اُس میں غنچہ اور شگوفہ کی مینا کاری دکھانا۔ کلیوں کا چٹخنا۔ پھولوں کا کھلنا۔ پتّوں کا ہوا سے مُڑنا۔ خوشوں کا درختوں میں لٹکنا۔ مختلف جانوروں کا جنگل میں پھرنا۔ چڑیوں کا درختوں پر چہچہانا۔ ایسا عجیب کمال ہے جو ہر شخص کو محوِ حیرت کرتا ہے۔ نہ معلوم یہ سنگ تراشوں کی کارستانی ہے یا کسی باکمال موجد نے پتھر کو

موم کرکے مختلف سانچوں میں ڈھال لیا ہے۔ غرضکہ کل عمارت میں کوئی جگہ سادہ نہیں ہے۔
کمرہ کے اندر دروازوں کی بغلوں میں فرش سے ۴ فیٹ کی بلندی پر ۶ ۱/۲ فیٹ اونچے اور ۳ ۱/۲ فیٹ چوڑے ایک خاص قسم کے کشتی نما مختلف پہل کے بہت سے طاق پتھر میں ترشے ہوئے ہیں۔ چاروں دروازوں کے اوپر ایک ایک جالیدار کھڑکی لگی ہوئی ہے طاقوں کے نیچے اکثر مقامات کے منظر دکھائے گئے ہیں۔ چنانچہ مشرقی دروازہ کی شمالی بغل میں ہمالیہ کے کسی پرفضا جنگل کا منظر دکھایا ہے۔ درختوں کی ٹہنیوں پر طوطے۔ مینا وغیرہ کئی قسم کی چڑیاں بیٹھی ہوئی نغمہ سرائی کر رہی ہیں۔ درخت کے نیچے دو شیر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس کے برابر دروازہ کی دوسری بغل میں کسی دوسرے مقام کا سین ہے۔ برگد کا عظیم الشان درخت ہے۔ جس پر لنگور اور بندر کود رہے ہیں۔ چڑیاں ٹہنیوں پر جمی ہوئی ہیں۔ درخت کے نیچے تالاب ہے۔ جس میں کنول کے خوش نما پھول کھل رہے ہیں۔ ایک جانور تالاب میں پانی پی رہا ہے کچھ جانور بچوں کو دودھ پلا رہے ہیں۔ لنگور اور بندر ان چوپایوں کو درخت کے اوپر سے دیکھ رہے ہیں۔ ایک طرف ہرا بھرا باغ لگا ہے جس میں انگور اور کھجور کے درخت بھی موجود ہیں۔ انگور کے درخت میں خوشے لٹک رہے ہیں۔ ایک طرف جھاڑیاں قائم ہیں۔
بقیہ تین دروازوں کے اردگرد بھی چھالیا۔ سرو۔ تاڑ اور دیگر پہاڑی درخت اور گلدستے نہایت خوبصورتی سے ترشے ہوئے ہیں۔ اکثر درختوں میں خوشے اور تاڑ کے درختوں میں تاڑی کے لوٹے لٹک رہے ہیں۔
جانوروں کی تصویریں جہاں جہاں ہیں اُن کی صورتیں مسخ کردی گئی ہیں اس کی نسبت یہ مشہور ہے کہ شہنشاہ عالمگیر نے بپاس شریعت ان تصویروں کو بگڑوا دیا ہے۔
شاہی حمام اور اس مکان کے درمیان میں ایک مختصر پائیں باغ تھا۔ اسی پائیں باغ میں دیوان عام کی دیوار سے ملا ہوا وہ زینہ ہے جس پر ہو کر دیوان عام کی چھت کے زنانہ راستے پر پہنچ جاتے ہیں۔

مدرسہ نسواں

محل خاص کے شمال و مغربی گوشے میں لڑکیوں کا مدرسہ ہے۔ موجودہ حالت میں

یہ ایک سادہ سنگین عمارت ہے مگر بعض جگہ کے باقی ماندہ نقش و نگار سے جو اب بہت ہی خفیف باقی رہ گئے ہیں اس وقت تک اتنا پتہ چلتا ہے کہ اس کے در و دیوار پر بھی خوش نما گلکاری موجود تھی۔ نیچے بہت سے ستون نصب کر کے ان کی چھت پر یہ مدرسہ بنایا گیا ہے۔ اس میں دو کمرے ہیں۔ ایک مغرب کی جانب پنچ محلہ کی طرف ۲۱ ½ فیٹ × ۱۵ فیٹ۔ دوسرا اُس سے ملا ہوا مشرق کی جانب ۱۷ × ۱۱ ½ فیٹ ہے۔ شمالی جانب ۴۳ فیٹ ۱۰ انچہ × ۹ فیٹ ۵ انچہ برآمدہ ہے۔ برآمدہ کے آگے شمال میں ۴۳ فیٹ ۹ انچہ × ۴۲ فیٹ ۲ انچہ اور مشرق میں ۵۰ ½ فیٹ × ۲۶ فیٹ ۶ انچہ صحن ہے۔ کمروں میں خوبصورت الماریاں اور طاق کتابیں اور قلمدان رکھنے کے واسطے بنے ہیں۔

شاہی حمّام

محل خاص کے مشرقی جانب ترکی سلطانہ کے پائیں باغ کے بعد یہ حمام ہے۔ اس میں کئی درجے ہیں۔ صدر دروازہ میں داخل ہو کر اوّل جنوبی جانب ایک سینچی اور شمالی جانب ایک کمرہ بنا ہے۔ اس کی چھت لداؤ کی گنبد نما ہے جس پر نہایت خوبصورت منبت کاری کا کام تھا منجملہ اُس کے ایک بڑا پھول اب تک باقی ہے۔

درجہ اول

اب شرقی دروازہ میں داخل ہو کر دوسرے درجہ کی سیر کیجئے۔ اس کی چھت بھی گنبد نما لداؤ کی ہے۔ مشرقی دیوار میں پانی کی نالی تین طاقوں کے اندر بنی ہے۔ اِس نالی میں ہوتا ہوا پانی اُس خزانہ میں پہنچتا تھا جو اسی درجہ کی شمالی دیوار میں بنا ہوا ہے۔ اِس درجہ میں شمال و جنوب کی جانب دو دروازے ہیں۔

درجہ دوم

جنوبی دروازہ میں داخل ہو کر ایک کمرہ میں پہنچ جاتے ہیں جس کی چھت حسب معمول لداؤ کی ہے اس کی مشرقی دیوار میں حوض بنا ہے۔

درجہ سوم

شمالی دروازہ سے گزر کر حمّام کے سب سے بڑے اور خوبصورت درجہ میں پہنچ جاتے ہیں یہ کمرہ ہشت پہل ہے جس کا قطر ۱۹ فیٹ ۲ انچہ ہے اور ہر ضلع ۹ ½ فیٹ ہے۔ اس کی سفید سنگ مرمری استرکاری کی نزاکت اور چمک دمک سے تعجب ہوتا ہے کہ باوجود ساڑھے تین سو

درجہ چہارم (درمیانی بڑا درجہ)

برس گزرنے کے اب تک بعض جگہ خصوصاً گوشہ جنوب و مغرب اور جنوب و مشرق میں آئینہ کی طرح مُنہ دکھائی دیتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی معماران چابکدست نے اس کی تعمیر سے ہاتھ اُٹھایا ہے۔ چاروں طرف فرش سے ۳ فیٹ ۲ انچہ کی بلندی تک زرد رنگ کی زمین پر جو سرخ رنگ کی پٹریوں سے محصور ہے آسمانی رنگ کا نہایت نفیس کام بنا ہے۔ جنوب و مغرب اور جنوب و مشرق کی محرابوں کے اندر بینجنی رنگ سے بند رومی کا نہایت نفیس اور پیچدار جال بنا ہے جسے دیکھکر حمام کی گزشتہ خوبصورتی کا منظر آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ چھت لداؤ کی ہے جس میں چونے سے لہریہ بنا کر کنول کے پھول کی مشابہ بنا دیا ہے۔ درمیان میں کمرہ کے گرم رکھنے کے واسطے انگیٹھی لگی ہوئی تھی جس کے اوپر ہشت پہل چبوترہ بنا تھا جو اب شکستہ حالت میں ہے۔

درجہ پنجم

اس کمرہ کے جنوب و مغربی گوشے میں غسل خانہ کا کمرہ ہے۔ جس میں دو حوض بنے ہیں۔ مشرقی حوض میں گرم پانی اور مغربی حوض میں سرد پانی رہتا تھا۔ دونوں حوضوں کے اوپر پانی کا خزانہ ہے۔ اس کمرہ کے گزشتہ نقش و نگار کا بھی کچھ نمونہ اب تک موجود ہے۔

درجہ ششم

درمیانی بڑے کمرہ کے جنوب و مشرق میں پانی گرم کرنے کا کمرہ ہے۔ اس میں جنوب کی جانب ۱۰ فیٹ ۵ انچہ لمبی بھٹی بنی ہے جس میں آگ حمام کے پشت پر سے جلائی جاتی تھی اور اُس پر آہنی توا رکھا تھا۔ اس کے اوپر پانی بھرا رہتا تھا جو گرم ہو کر اندر ہی اندر نالی کے ذریعہ سے درجہ پنجم کے گرم پانی کے حوض میں پہنچ جاتا تھا۔

اس حمام میں جنوبی کارخانۂ آب رسانی سے پانی آتا تھا۔

فرش پچیسی

محل خاص اور دیوانِ خاص کے درمیان میں ایک سنگین فرش ۲۱۷½ × ۴۷۵ فیٹ ہے جو پچیسی کا فرش کہلاتا ہے۔ یہ دیوان خاص کے فرش سے بلند اور محل خاص کے فرش سے نیچا ہے۔ اس کے مشرقی اور مغربی کناروں پر دالان در دالان بنے تھے جن کا بہت تھوڑا حصہ اب باقی رہ گیا ہے۔ فرش کے درمیان میں ایک بڑی پچیسی بنی ہوئی ہے

جس کے درمیان میں سنگ سرخ کا ایک معمولی تخت ۴ فیٹ ۱۰ انچہ × ۴ فیٹ ۳ انچہ نصب ہے بیان کیا جاتا ہے کہ بادشاہ اس تخت پر بیٹھکر پچّیسی کھیلا کرتے تھے۔ اور پچّیسی کے خانوں میں بجائے مہروں کے غلام یا لونڈیاں بٹھائی جاتی تھیں جو صرف اشارہ سے ایک خانہ سے دوسرے خانہ میں منتقل ہوجاتی تھیں۔

نشستگاہِ رمّال

فرش پچّیسی کے گوشے شمال ومغرب میں آنکھ مچولی سے ملی ہوئی ایک چھوٹی سی گنبد نما چھتری بنی ہوئی ہے جس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اس میں اکبر کا رمّال یا نجومی بیٹھا کرتا تھا۔ بعض لوگ اسے گرو کی منڈھی بھی کہتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اُس زمانہ میں کوئی کام بغیر ساعت نکلوائے شروع نہیں کیا جاتا تھا اور بادشاہ سے لیکر ادنیٰ اُمرا تک کے پاس نجومی ملازم رہتے تھے۔ خاندان مغلیہ میں یہ طریقہ اورنگ زیب کے عہد تک جاری رہا۔ اورنگ زیب نے اپنے جلوس کے اٹھارھویں سال ۱۰۸۵ھ ۱۶۷۴ء میں تمام منجّموں کو جو بادشاہ اور شاہزادوں اور صوبہ داروں کے پاس ملازم تھے موقوف کرکے اس طریقہ کو بند کردیا اور مہورت نکلوا کر سفر کرنے کی جگہ یہ دستور مقرر کیا کہ دوشنبہ اور پنجشنبہ کو کوچ ہوا کرے۔ پس کیا تعجب ہے کہ دربار خاص کے وقت شاہی منجّم یہاں بیٹھکر اپنی پوتھی بانچتا اور مہورت نکالا کرتا ہو۔

اس چھتری کی وضع بالکل ایسی ہے جیسے گیارھویں اور بارھویں صدی میں جینیوں کے گنبد ہوتے تھے۔ یہ ایک مربع چبوترہ پر جس کا ہر ضلع ۹ ¾ فیٹ اور ارتفاع ۹ انچہ ہے۔ چار ستونوں پر قائم ہے۔ ستونوں کے درمیان میں ایک عجیب وغریب صنعت کی لہریہ دار محراب بنی ہے۔ پتھر میں "مگر" کے مُنہ تراش کرکے ستونوں میں نصب کئے ہیں پھر اُن کے درمیان میں محراب قائم کی ہے۔ اس قسم کی محراب جینیوں کی عمارت میں اکثر پائی جاتی ہے جس کے عمدہ عمدہ نمونے چتوڑ گڈھ اور گرنا اور سندر دمالا شاہ واقع کوہ آبو میں موجود ہیں۔

اس کی چھت گنبد نما ہے جس میں سرخ زمین پر نقش ونگار بنے ہوئے ہیں سیاہی میں
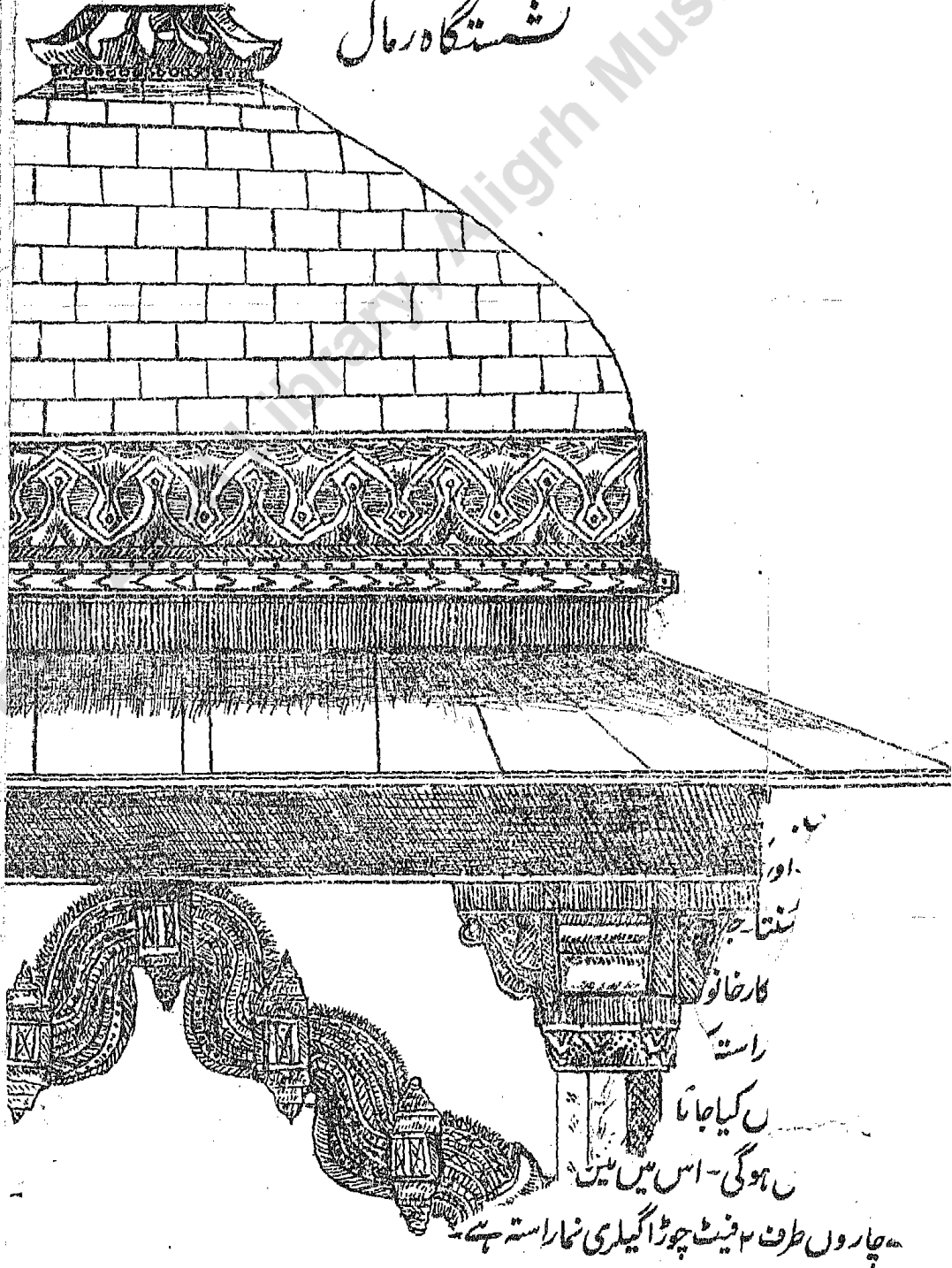
نشستگاہ رمال

نا ر
اور
ستا جـ
کارخانو
راستہ
ں کیا جاتا
ں ہوگی۔ اس میں تین
چاروں طرف ۲ فیٹ چوڑا گیلری نما راستہ ہے

سدی

سح ۱۹۲

ت کی ل

ہیں پھر اُ

دریائی جاتی۔

ح وہ آبو میں موجو

ں زمین پر نقش و نگار بنے ہوئے ہیں سیالوں میں

چاروں طرف کٹہرہ لگا تھا جس کے نشان موجود ہیں۔

آنکھ مچولی

یہ سنگ سرخ کی نہایت مضبوط عمارت ہے جو نشستگاہ رنگ محل اور دیوان خاص سے ملی ہوئی ہے۔ اس کے نسبت مختلف روایتیں مشہور ہیں۔ جن میں سب سے زیادہ مشہور ہے کہ اکبر یہاں بیگمات کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلا کرتا تھا مگر یہ محض گڑھنت معلوم ہوتی ہے کیونکہ عقل سلیم اس بات کو ہرگز قبول نہیں کرتی کہ اکبر سا بیدار مغز بادشاہ بیگمات سے آنکھ مچولی کھیلنے کے واسطے دیوان خاص کے قریب اور بیگمات کے محلوں سے بالکل علیحدہ یہ عمارت بنواتا۔ اکبر کیا رنگیلا محمد شاہ یا پیا واجد علی شاہ تھا کہ جو اپنا عزیز وقت ایسی فضولیات میں صرف کرتا۔ ذرا اُس کی تقسیم اوقات کو دیکھو اور پھر خیال کرو کہ یہ بیہودہ روایت کہاں تک صحیح ہو سکتی ہے۔ وہ شام کو تھوڑی دیر آرام لے کر علما و حکما کے جلسے میں آتا تھا۔ یہاں مذہب کی خصوصیت نہ تھی۔ ہر طریق اور قوم کے صاحب علم جمع ہوتے تھے ان کے مباحثے سُنکر معلومات کے خزانے کو آباد کرتا تھا۔ گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے کے بعد جو عرضیاں حکام و عمال نے بھیجی تھیں انہیں سُنتا تھا اور خود مناسب حکم لکھاتا تھا۔ آدھی رات کو یاد الٰہی میں مصروف ہوتا اس کے بعد شبستان راحت میں غروب ہوتا تھا لیکن بہت ہی کم سوتا تھا۔ اُس کی نیند علی العموم تین گھنٹے ہوتی تھی بلکہ اکثر رات بھر جاگتا رہتا تھا۔ علی الصباح ضروریات سے فارغ ہوتا۔ نہا دھو کر دو گھنٹے یادِ خدا کرتا۔ اور آفتاب کے ساتھ دربار میں طلوع ہوتا تھا۔ وہاں خاص و عام ادنیٰ اعلیٰ سب کی عرض معروض سُنتا۔ جب اِس سے فارغ ہوتا اصطبل۔ فیلخانہ۔ شترخانہ۔ آہو خانہ وغیرہ میں جاکر جانوروں اور کارخانوں کو دیکھتا تھا۔ پھر دوپہر کا کھانا کھا کر تھوڑی دیر آرام کر کے پھر بارگاہ عدالت کو آراستہ کرتا۔ اور سوتے وقت بھی علمی کتابیں سُنا کرتا تھا۔

اکبر کی تقسیم اوقات

جہاں تک قیاس کیا جاتا ہے یہ عمارت کسی خاص دفتر یا خزانہ کے استعمال کے واسطے بنائی گئی ہوگی۔ اس میں تین کمرے ہیں۔ درمیانی کمرہ ۳۳ ½ × ۱۶ ½ فیٹ ہے اس کے چاروں طرف ۲ فیٹ چوڑا گیلری نما راستہ ہے۔ مشرق و مغرب میں تین تین اور

شمال وجنوب میں ایک ایک دروازہ ہے۔ شمالی اور جنوبی دروازوں پر کھلی ہوئی اور مشرقی اور مغربی دروازوں پر جالیدار کھڑکیاں نصب ہیں۔ چاروں گوشوں پر فرش سے ۳ فیٹ ۱۰ انچہ کی بلندی پر دو دو سنگین الماریاں (یا طاق) دیواروں میں ترشی ہوئی ہیں جو ۳ فیٹ ۱۰ انچہ لمبی اور ۳ فیٹ ۱½ انچہ چوڑی اور ۱ فٹ ۴ انچہ گہری ہیں۔ باستثنائے دو الماریوں کے جو مشرقی جانب ہیں سب کے اندر ۲ فیٹ گہرے صندوق بنے ہیں جس کے اوپر کا مُنہ مربع شکل کا ۱۰ انچہ × ۱۰ انچہ ہے اسی میں ڈھکن لگا رہتا تھا اور اُس میں قفل لگا دیا جاتا تھا۔ چھت ایک خاص صنعت سے پاٹی گئی ہے۔ چاروں طرف توڑوں کے اوپر شہتیر نما پتھر رکھکر اُس پر معمولی پٹیوں کا پٹاؤ دیا ہے۔ تین تین پٹاؤ کے درمیان میں ایک ایک پھول مُزین ہے۔ توڑے بھی نہایت نفیس ہیں۔ ہر ایک میں ہاتھی کا مُنہ بنا ہے اُس میں سے ایک لہریہ دار بیل نکل کر 'مگر' کے مُنہ میں ملا دی ہے۔ بقیہ دونوں کمرے اس کے شمال وجنوب میں واقع ہیں جو رقبہ میں قریب قریب اسی کے برابر ہیں اور اس سے ملکر زاویہ قائمہ بناتے ہیں۔ ان کمروں میں بھی اُسی طرح کی الماریاں اور اُن میں خزانہ کے صندوق بنے ہیں جیسے درمیانی کمرہ میں ہیں۔ دونوں میں شمال وجنوب میں تین تین اور مشرق ومغرب میں ایک ایک دروازہ ہے۔ دونوں کی چھت سنگین اور لداؤ کی ہے۔ ان کمروں کے اردگرد بھی گیلری نما راستہ بنا کر اُس کا سلسلہ درمیانی کمرہ کی گیلری سے ملا دیا ہے۔ گیلری میں کمروں کے دروازوں کے سامنے دوسرے دروازے بنے ہیں۔ مشرق کی جانب دو زینہ چھت پر چڑھنے کے واسطے بنے ہیں۔

اس عمارت کے شمال ومغرب میں کچھ عمارت اور بھی تھی جس میں سے اب ایک چھوٹا سا کمرہ شمال کی جانب باقی رہ گیا ہے اُس کے سامنے دو چھوٹے چھوٹے دروازہ لگے ہیں جن میں ہو کر شفاخانہ کو راستہ ہے۔ اس عمارت کے نیچے شمال کی جانب دالان بنے ہیں جن کی چھت پر اس عمارت کا صحن ہے۔

دیوان خاص (یک کھمبہ)

دیوان خاص جو یک کھمبے کے نام سے بھی موسوم ہے محل خاص اور فرش تجیسی کے

دیوان خاص فتحپور سیکری متعلقہ صفحہ ۹۸
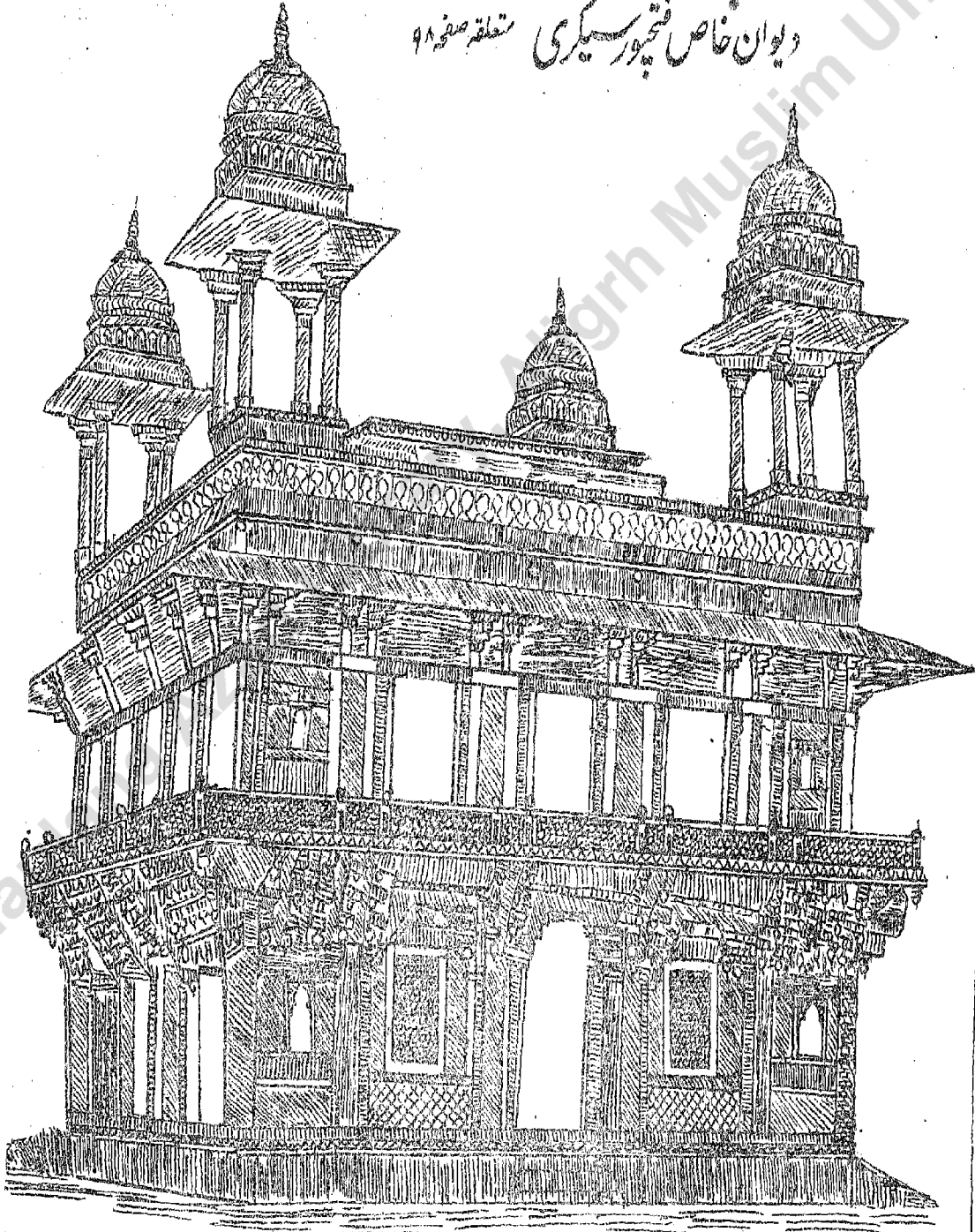
درمیانی ستون دیوان خاص فتحپور سیکری متعلقہ صفحہ ۹۹
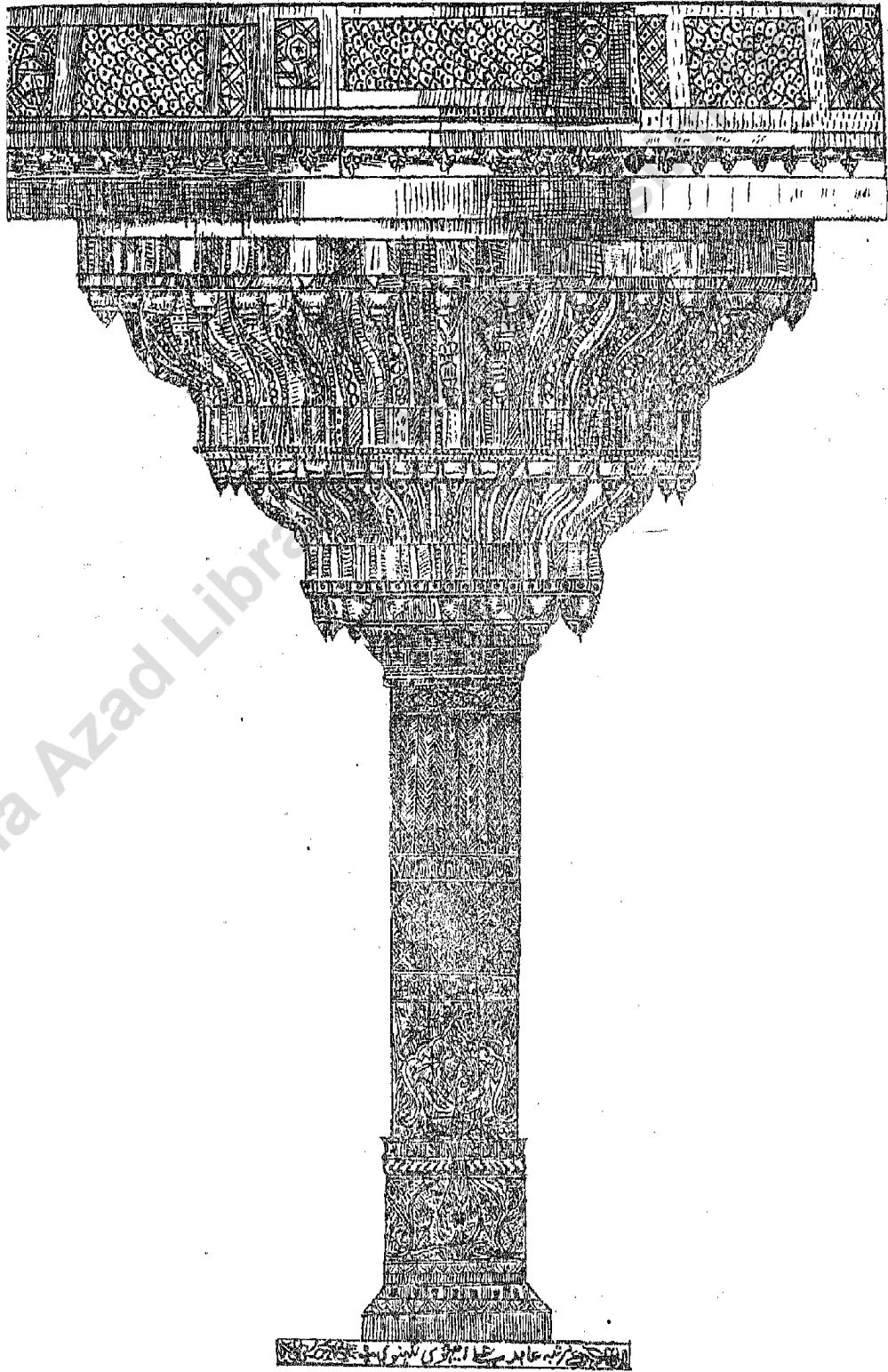
شمالی جانب واقع ہے۔ یہ فتحپور کی دیگر عمارات کی طرح سنگ سرخ کی عمارت ہے جو دراصل یک منزلہ عمارت ہے لیکن باہر سے دیکھنے میں دو منزلہ نظر آتی ہے۔ اس کی شکل مربع ہے جو باہر سے ۴۳ فیٹ ۵ انچ × ۴۳ فیٹ ۵ انچ اور اندر سے ۲۸ فیٹ ۱۰ انچ × ۲۸ فیٹ ۱۰ انچ ہے چاروں طرف ۶ فیٹ ۱۱ انچ چوڑے اور ۶ فیٹ ۳ انچ آثار کے دروازے ہیں جن میں کسی زمانہ میں دوہرے کواڑ لگے تھے مگر اب ؎

ہیں مکاں صورتِ شکستہ دلاں
در کھلے مثل دیدۂ حیراں

شمالی اور جنوبی دروازوں کے پہلوؤں میں دو دو خوبصورت جالیدار کھڑکیاں اور مشرقی اور مغربی دروازوں کے پہلوؤں میں ایک ایک جالیدار کھڑکی اور ایک ایک کھڑکی کا نشان جس کے اندر زینہ بنے ہوئے ہیں بنا ہے۔ کمرہ کا فرش چوپڑ کا ہے جو سرخ اور سفید پتھر کے ٹکڑوں سے بنایا گیا ہے۔

کمرہ کے وسط میں وہ سرو قد منقش ستون نصب ہے جسے اس عمارت کی جان کہنا زیادہ موزوں ہے۔ اس کے نیچے کا پایہ مربع شکل کا ہے۔ یہ ۲ فیٹ ۵ انچ × ۲ فیٹ ۵ انچ اور ارتفاع ۹ انچ ہے۔ اس کے اوپر ستون کا حصّہ چوکور ہے جو ۳ فیٹ بلند ہے اس میں خوبصورت نقش و نگار کندہ ہیں۔ اوپر چاروں گوشوں پر چار لٹو نکلے ہیں۔ اس سے اوپر کا حصّہ ہشت پہل ہے۔ اس کا ہر ضلع ۹ انچ اور یہ ۳ فیٹ بلند ہے ہر گوشے میں ایک نفیس اُبھرا ہوا پھول مزین ہے۔ اس سے اوپر ستون گول کر دیا گیا ہے جس کا محیط ۵ فیٹ ۴ انچ ہے یہ ۲ فیٹ بلند ہے اس میں خوش نما لہریہ دار بیل بنا کر ۱۶ پہل قائم کئے ہیں۔ جس کے اوپر ایک فٹ اونچا گول پایہ ہے۔ غرضکہ یہ ستون پانچ مختلف وضع حصّوں سے مرکب اور ۹ فیٹ ۹ انچ بلند ہے۔ اس کے اوپر ۱۶ خوش نما لٹو دار توڑے لگا کر چھت پاٹی ہے پھر اس پٹاؤ کے کناروں پر ۳۲ توڑے قائم کر کے ایک اور چوڑا پٹاؤ دیا ہے۔ اس کی چھت کے اطراف میں دوسری قسم کے توڑے نصب کر کے اُن کے اوپر گول دائرہ نما چھت پاٹی ہے جس کا قطر ۱۰½ فیٹ ہے یہ ہی نشیمنِ ظلّ الٰہی پاشہ نشین ہے۔ جس کے اوپر تخت پر بیٹھکر اکبر دربار خاص کیا کرتے تھے۔

درمیانی ستون کی بلندی کے برابر کمرہ کے چاروں گوشوں میں اُسی طرح کے لٹو نما توڑے قائم کرکے اُن کے اوپر چھت پاٹی ہے۔ پھر شہ نشین اور ان چھتوں کے درمیان میں بڑی بڑی پتھر کی پٹیاں رکھکر پُل بنا دئے ہیں اسی کے برابر دیوار میں چاروں طرف توڑے قائم کرکے اُن کی چھت پر ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک گیلری نما راستہ بنا دیا ہے۔ پُلوں کی لمبائی ۹ ۳/۴ فیٹ اور چوڑائی ۲ ۱/۲ فیٹ ہے اور قریب قریب یہ ہی چوڑائی چاروں طرف کے گیلری نما راستہ کی ہے۔ شہ نشین اور راستہ اور پلوں کے ارد گرد ۱ ۱/۲ فٹ بلند جالی دار کٹہرہ نصب ہے۔

کمرہ کے مشرقی اور مغربی دروازوں کے پہلوؤں میں دو زینہ بنے ہیں اُنہیں طے کرکے اِس درمیانی حصّہ میں پہنچتے ہیں۔ اس کے شمال و جنوب میں تین تین اور مشرق و مغرب میں دو دو دروازے لگے ہیں۔ دروازوں کے آثار میں ہو کر درمیانی گیلری نما راستہ اور دروازوں کے باہر بیرونی چھجّوں پر ۳ فیٹ چوڑا تیسرا گیلری نما راستہ بنا ہے۔ جس کے کنارہ پر جالیدار کٹہرہ لگا ہے۔ جن توڑوں پر یہ چھجّہ قائم ہے وہ ایک نئے طرز کے دوہرے توڑے ہیں دروازوں پر بیرونی جانب بطخ۔ مور وغیرہ جانوروں کی تصویریں پتھر میں ترشی ہوئی ہیں جو کسی قدر بگاڑ دی گئی ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ شہ نشین پر بادشاہ کا تخت رکھا جاتا ہے۔ چاروں کونوں پر چار وزیر اور گیلری پر نورتن اکبری کے بڑے بڑے اُمرا دست بستہ کھڑے رہتے تھے۔ جس وزیر یا امیر کو بادشاہ سے کچھ عرض کرنا ہوتا یا بادشاہ خود اُسے بلاتے۔ وہ نہایت ادب کے ساتھ پُل پر سے گزر کر تخت کی برابر حاضر ہوتا تھا۔

کمرہ کی چھت لداؤ کی سنگین ہیں درمیان میں ایک خوبصورت پھول مُزیّن ہے۔ پہلے تمام کمرہ اور چھت پر نقّاشی تھی جس کے آثار کہیں کہیں پر اب تک نمودار ہیں۔ چھت کے اوپر یکے بادیگرے تین سنگین چبوترے بنے ہیں۔ پہلا ۲۸ ۱/۴ × ۲۸ ۱/۴ فیٹ۔ دوسرا ۲۴ × ۲۴ فیٹ تیسرا ۱۷ × ۱۷ فیٹ ہے۔ اوپر کے چبوترہ اور چھت کے اطراف میں کٹہرا لگا ہوا تھا جو اَب نہیں رہا۔ چاروں گوشوں پر ۶ ۳/۴ × ۶ ۳/۴ فیٹ چبوتروں پر چار گنبد دار بُرجیاں بنی ہیں جن میں

سے دو کے اندر نیچے سے آئے ہوئے زینے ہیں۔

دیوان خاص کے چاروں طرف سنگین چبوترہ ہے یہ شمالاً جنوباً ۱۲۶ فیٹ اور شرقاً غرباً ۱۳۱ فیٹ ہے۔ مشرقی جانب اس چبوترہ سے ۲ ½ فیٹ نیچے اتر کر ایک سنگین فرش اور ہے جس کی لمبائی دیوان خاص کے چبوترہ کی برابر اور چوڑائی ۹۰ فیٹ ہے۔ اسی فرش سے ملی ہوئی دیوان عام کی دیوار ہے جس میں دیوان عام میں جانے کے واسطے ایک دروازہ بھی قائم ہے۔ فرش کے چاروں گوشوں پر ۱۳ فیٹ ۱۰ انچ چوڑے دالان بنے تھے جن کا کچھ حصہ منہدم ہو گیا اور کچھ باقی ہے۔ شمالی جانب ایک بلند چبوترہ کا نشان موجود ہے۔ دیوان خاص کے شمالی جانب بھی ایک دالان شکستہ حالت میں موجود ہے۔

دیوان عام

دیوان خاص اور فرش پچیسی اور محل خاص کے مشرقی جانب دیوان عام واقع ہے۔ اس میں چاروں طرف ۱۴۔ ۱۴ فیٹ چوڑے سنگین دالان بنے ہیں جن میں حسب ذیل ایوان یا در ہیں۔

جانب مشرق	۲۰ + ۱۸ = ۳۸	درمیان میں پھاٹک ہے
جانب مغرب	۱۶ + ۱۶ = ۳۲	درمیان میں شہ نشین ہے اور ایک چھوٹا دروازہ دیوان خاص میں جانے کے واسطے لگا ہے۔
جانب شمال	۱۸ ۰۰۰ = ۱۸	مغربی گوشے میں پھاٹک ہے جس کی چھت پر ایک کوٹھری بنی ہے
جانب جنوب	۱۰ + ۸ = ۱۸	درمیان میں پھاٹک ہے
	۱۰۶	

دالانوں کے درمیان میں شمالاً جنوباً ۲۷۰ فیٹ اور شرقاً غرباً ۱۸۰ فیٹ صحن ہے۔ پہلے کل صحن میں سنگین فرش تھا جس میں اب صرف شہ نشین کے سامنے ۸۲ × ۳۰ ½ فیٹ سنگین فرش باقی رہ گیا ہے۔ اب صحن میں ہو کر مشرقی اور جنوبی پھاٹک میں ہوتی ہوئی پختہ سڑک نکل گئی ہے۔

شہ نشین

مغربی جانب وسط میں شہ نشین کا کمرہ ہے جو شمالاً و جنوباً ۲۳½ فیٹ اور شرقاً غرباً ۱۵ فیٹ ہے۔ چاروں طرف چار دروازے ۳ فیٹ ۴ انچ کے آثار کے ہیں۔ جن میں دوہرے کواڑوں کے نشان ہیں۔ دروازوں کے اوپر ایک ایک کھڑکی کھلی ہے۔ کمرہ کے اندر الماریاں (یا بڑے طاق) بنی ہوئی ہیں۔ چھت پر گزشتہ نقش و نگار کے آثار اب تک نمایاں ہیں۔ کمرہ کے چاروں طرف ۹ فیٹ چوڑا برآمدہ ہے جس کی چھت کھپریل نما پٹی ہے۔ مغربی جانب کا برآمدہ محل خاص کے اندر ہے اس میں کٹہرہ نہیں ہے۔ باقی تینوں جانب کے برآمدہ میں جالیدار کٹہرہ لگا ہے۔ مشرقی برآمدہ کے درمیان میں ۹ × ۹ فیٹ جگہ کو خوبصورت سنگ سرخ کی جالیوں سے محصور کرکے شہ نشین بنائی ہے جو نیچے کے سنگین فرش سے ۸ فیٹ بلند ہے اسی میں بادشاہ کا تخت رکھا جاتا تھا جہاں روزانہ دو مرتبہ دربار عام منعقد ہوتا تھا اور خود بادشاہ تخت پر بیٹھکر عدل و انصاف کے دروازے کھولتے اور ستم رسیدوں کی فریادیں سنتے تھے۔ اور ہر شخص بلا کسی قسم کی روک ٹوک کے آکر عرض معروض کرسکتا تھا۔

زنانہ راستہ

مغربی دالانوں کی چھت پر پردہ دار راستہ ہے جس کا زینہ محل خاص میں ترکی سلطانہ کے پائیں باغ میں بنا ہے۔ اس زینہ میں دس سیڑھیاں ہیں جنہیں طے کرکے اس راستہ پر پہنچ جاتے ہیں اوپر دو کمرے اور ایک برآمدہ بنا ہے جن کا مجموعی رقبہ ۳۰½ فیٹ × ۱۱½ فیٹ ہے۔ سب سے پہلے جنوب رویہ برآمدہ ہے۔ اس کے بعد دو برابر کے کمرے ہیں جن میں چاروں طرف دروازے لگے ہیں۔ مشرقی دروازوں میں ایک ایک بند نشستگاہ بنی ہے جن میں دیوان عام کے صحن کی طرف چھوٹی سی جالیدار کھڑکیاں لگی تھیں جن سے بیگمات دیوان عام کی سیر کیا کرتی تھیں۔ کمروں اور برآمدوں میں چونے کی استرکاری پر نقش و نگار بنے تھے جن کا کسی قدر اچھا نمونہ برآمدہ میں اب تک موجود ہے۔

پنچ محلا

فتحپور کی دلفریب اور نادر الوجود عمارات میں سب سے زیادہ عجیب و غریب عمارت پنچ محلے یعنی پانچ منزل کی عمارت کے نام سے موسوم ہے۔ یہ محل خاص سے ملی ہوئی گوشہ شمال و مغرب

پنچ محلا فتحپور سیکری متعلقہ صفحہ ۱۰۲
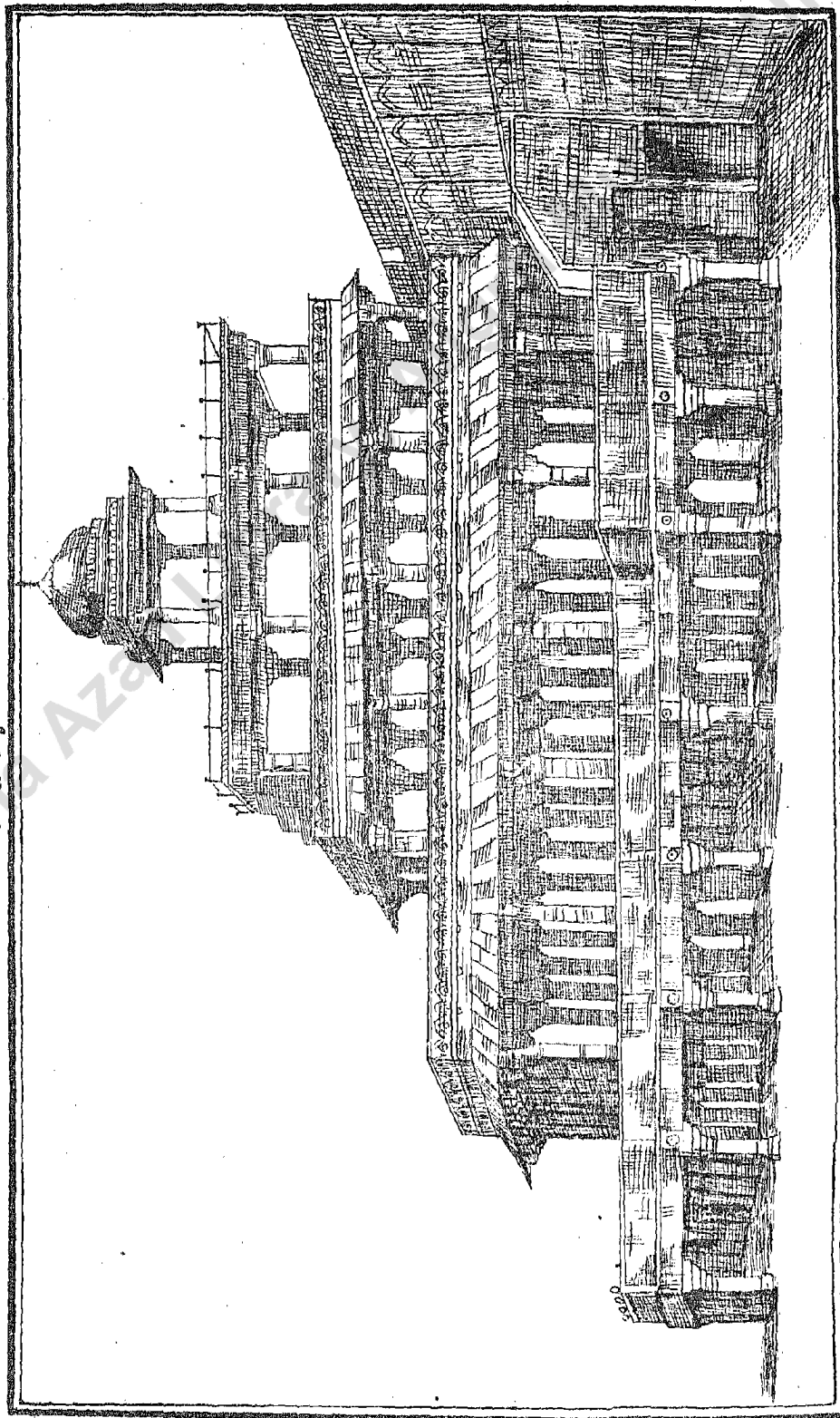
ہیں واقع ہے - آج صحیح طور سے یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ عمارت کس غرض سے بنائی گئی تھی - محض قیاس کر لیا گیا ہے کہ اکبر نے بیگمات اور شاہزادوں اور شاہزادیوں اور خاص خاص اراکین سلطنت کے واسطے یہ ایک تفریح گاہ بنائی تھی - واقعی یہ نہایت ہوادار اور دلچسپ عمارت ہے - اس میں چاروں طرف سے نہایت ٹھنڈی ہوائیں آیا کرتی ہیں - اوپر کی منزلوں سے تمام شہر اور دور و نزدیک کی عمارتیں اور پہاڑ کے نشیب کا سبزہ زار کوسوں تک بخوبی نظر آتا ہے -

اس عمارت میں خاص صنعت یہ ہے کہ ہر ایک اوپر والا درجہ اپنے نیچے والے درجہ سے جس کی چھت پر وہ قائم ہے چھوٹا ہوتا گیا ہے یہاں تک کہ سب سے اوپر کا درجہ یعنی پانچویں منزل ایک چھوٹا سا قطعہ ہے جو چھوٹے چھوٹے چار ستونوں پر قائم ہے - بیرونی جانب دوہرے ستون ہیں کیونکہ اُن پر بہت زیادہ بوجھ رکھا گیا ہے - ایک منزل سے دوسری منزل پر خاص صنعت کے ساتھ ستونوں پر ستون قائم کئے گئے ہیں جنوب و مغربی گوشے میں اوپر کی منزلوں میں پہنچنے کے واسطے زینہ بنا ہے -

پہلی منزل

سب سے نیچے کا درجہ جو سنگین چبوترہ پر ہے ۷۲ × ۵۸ فیٹ ہے - اس میں ۸۴ ستون ہیں - چھت چار چار ستونوں کے درمیان میں پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہے جس کے درمیان میں ایک اُبھرا ہوا خوش نما پھول مزیّن ہے - چھت پر گزشتہ نقاشی کے کچھ آثار بھی نمایاں ہیں -

دوسری منزل

زینہ کی ۱۱ سیڑھیاں طے کرکے دوسری منزل پر پہنچتے ہیں جو سب سے زیادہ خوش نما ہے یہ ۵۲ فیٹ ۲ انچ × ۳۷ فیٹ ۷ انچ ہے اس میں ۵۶ سرو قد ستون نصب ہیں جو سب منقش اور انواع و اقسام کی بیلوں - خوشے دار درختوں - مختلف گلدستوں - پھول پتیوں سے مزیّن و مرصع ہیں - ہر ستون کے نقش و نگار ایک دوسرے سے مختلف ہیں ایک ستون پر جو کام ہے وہ آپ کو کسی دوسرے ستون میں ہرگز نظر نہ آئیگا - اس درجہ میں شمال مغرب کی طرف صحن چھوٹا ہوا ہے اور جنوب میں جالیدار کٹہرہ لگا ہے -

تیسری منزل

دوسری اور تیسری منزل کے درمیان میں ۱۹ سیڑھیاں ہیں - تیسری منزل کا رقبہ ۳۵ ¾ × ۱۸ ½ فیٹ ہے - اس میں ۲۰ ستون ہیں چونکہ یہ درجہ زیادہ بلندی پر تھا اور اسی

درجہ میں خوابگاہ کے زنانہ راستہ کا سلسلہ آکر مل گیا ہے لہٰذا اس کے شمال و مغرب اور جنوب کی جانب پتھر کی پٹیوں سے پردہ کی دیوار بنادی تھی جو اب باقی نہیں رہی صرف اُس کے نشان باقی ہیں۔

چوتھی منزل

تیسری اور چوتھی منزل کی ۲۳ درمیانی سیڈھیاں طے کرکے چوتھی منزل پر پہنچتے ہیں یہ ۲۵ فیٹ ۵ انچہ × ۹ فیٹ ۷ انچہ ہے جس میں صرف ۱۲ استون ہیں۔

پانچویں منزل

چوتھی منزل سے ۱۲ سیڈھیوں کے بعد پانچویں منزل ملتی ہے یہ ۱۰ ½ × ۱۰ ½ فیٹ ہے چاروں طرف جالیدار کٹہرہ لگا ہے اس میں چار ستون ہیں جن پر گنبد دار برجی بنی ہوئی ہے کل عمارت میں ۱۷۶ استون ہیں۔

محل مریم الزمانی بیگم یا سنہرا مکان

محل خاص کے مغربی جانب یہ بے نظیر عمارت واقع ہے جو مریم کا محل اور بوجہ سنہرے کام ہونے کے سنہرے مکان کے نام سے بھی موسوم ہے۔ جس وقت یہ مکان تعمیر ہوا تھا اس کے تمام ستونوں اور درو دیوار پر قسم قسم کے خوش نما نقش و نگار بناکر طرح طرح کی طلائی اور نقرئی شگوفہ کاری کی گئی تھی۔ باکمال مصوروں نے صاحب مکان کے مذاق اور دلچسپی کا اندازہ کرکے اندر باہر۔ نیچے۔ اوپر طرح طرح کی تصویریں خاص خاص تاریخی واقعات رزم و بزم کے منظر اس نفاست اور تکلفات سے کھینچے تھے کہ صنعت کی جگہ جادوگری کرکے طلسمات کا عالم بنادیا تھا۔ خوش نویسوں نے اپنے قلم جادو رقم سے مختلف گلکاریوں کے بیچ میں نہایت خوش خط کتبے لکھے تھے۔ اب اگرچہ گزشتہ آرائش و زیبائش اور زیب و زینت کے لحاظ سے یہ مکان جائے فرحت کی جگہ مرقعۂ حسرت بن رہا ہے مگر اس کے وہ باقی ماندہ نقش و نگار اور تصاویر کا حصہ جو ابھی تک زمانہ کی نظر بد سے محفوظ ہے اس مٹی حالت میں بھی سیّاحان عالم کو حیرت میں ڈالتا ہے۔

یہ قصرِ عالی شہنشاہ اکبر کی اُس خوش نصیب بیگم کے واسطے تعمیر کیا گیا تھا جس کی قسمت میں قسّام ازل نے ایک جلیل القدر بادشاہ کی بیگم اور دوسرے عظیم الشان بادشاہ کی ماں

محل مریم الزمانی بیگم یا سنہرا مکان
فتحپور سیکری متعلقہ صفحہ ۱۰۴
(شمالی جانب سے)
مرتبہ عابد علی ایلیٹھوی لکھنوی
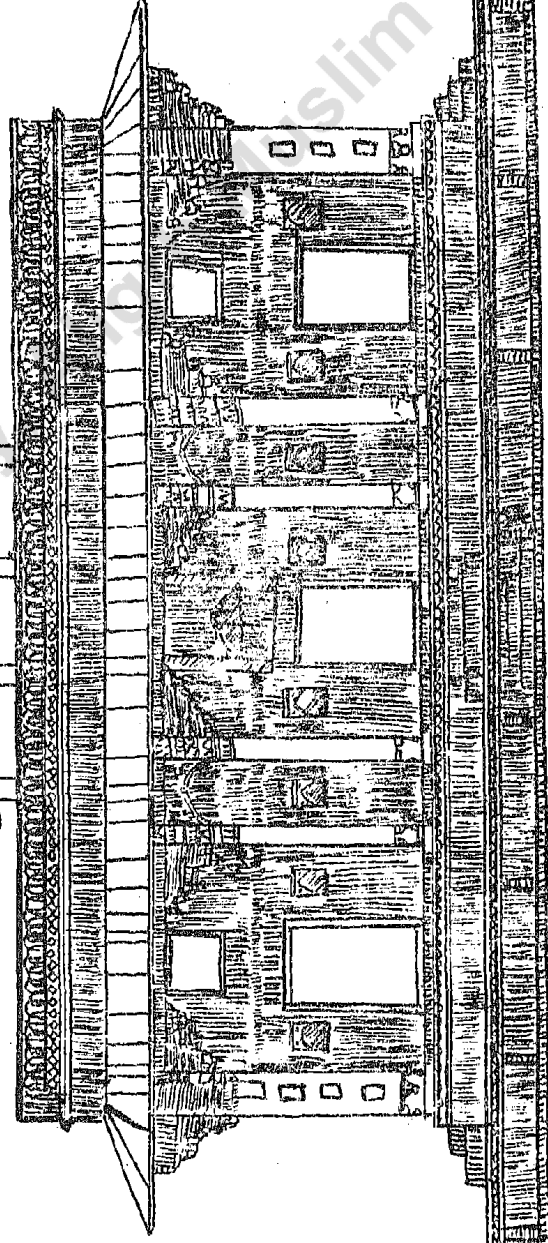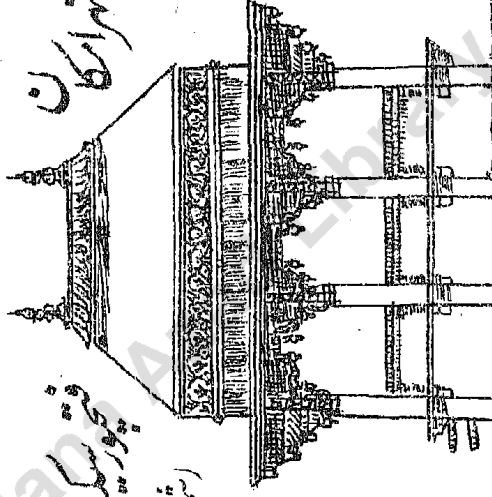
بننے کا اعزاز لکھ دیا تھا۔ اس عفت مآب خاتون کا اصلی نام ہماری محدود تاریخی واقفیت کے پردہ میں ہے۔ خطاب البتہ ہمیں معلوم ہے وہ ہم آپ کو بھی بتائے دیتے ہیں۔ اِن کا خطاب مریم الزمانی بیگم تھا جو اکبر نے جہانگیر کے پیدا ہونے کے بعد عطا فرمایا تھا۔ یہ راجہ بھاڑا مل کچھواہا والیٔ انبیر (جے پور کے قریب ہے) کی بیٹی اور راجہ مان سنگھ کی پھوپھی تھیں۔ اکبر نے اس خاندان کی نیک نیت اور اخلاص و محبت کو دیکھ کر سوچا کہ ان کے ساتھ قرابت ہو جائے تو بہت خوب ہو۔ اور جب یہ امر ممکن نظر آیا تو بڑے موقع کے ساتھ سلسلہ جنبانی کی۔ اور اُس میں کامیاب ہوا۔ یعنی ۹۶۹ھ (۱۵۶۱ء) میں سانبھر کے مقام پر یہ عالی خاندان خاتون بیگمات اکبری میں داخل ہو کر محل کا سنگار ہو گئی۔ اور یہ سب سے پہلی راجپوت بیٹی تھی جسے خاندان مغلیہ کی حرم سرا میں داخل ہونے کا فخر حاصل ہوا۔ جب ۹۷۷ھ (۱۵۶۹ء) میں ان کے بطن سے جہانگیر پیدا ہوا۔ اُس دن سے اَور بھی زیادہ مرتبہ پایا۔ جہانگیر بھی ان کی حد سے زیادہ وقعت کرتا تھا۔ ہمیشہ اِن کے خطاب مریم الزمانی کے ساتھ حضرت کا لفظ استعمال کر کے حضرت مریم الزمانی لکھا کرتا تھا۔ کل تقریبیں اور جشن اِنہیں کے مکان پر منعقد ہوا کرتے تھے ۱۰۳۲ھ (۱۶۲۳ء) میں انتقال کیا۔ مقبرہ سکندرہ میں اکبر کے روضہ کے پاس واقع ہے جس میں عرصہ سے عیسائیوں کا یتیم خانہ ہے۔ اکثر فسانہ نویس مورخوں نے مریم الزمانی کے خطاب پر پاڑ باندھ کر انہیں گوا کے عیسائی پادری کی بیٹی بنایا ہے۔ یہ وہی نقل ہوئی ؎

مریم الزمانی بیگم

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا	الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا

یہ محل ایک سنگین چبوترہ کے وسط میں بنا ہے جو ۹۸½ × ۷۷½ فیٹ ہے۔ اس میں چار کمرے اور شمالی کمرہ کے آگے برآمدہ ہے۔ ایک بڑا کمرہ مستطیل شکل کا شمال سے جنوب کو اور تین اُس سے چھوٹے ہیں جو بڑے کمرہ سے مل کر جنوبی گوشے میں زاویہ قائمہ بناتے ہیں۔ بڑا کمرہ ۲۲½ × ۱۴½ فیٹ ہے۔ اس میں دو دو دروازے مشرق و مغرب میں اور ایک ایک دروازہ شمال و جنوب میں لگا ہے۔ کمرہ کے شمال میں ایک محراب دار در قائم کر کے کچھ حصہ سینچی سا کر دیا ہے۔ نیچے اوپر بڑے بڑے طاق یا الماریاں ترشی ہوئی ہیں اُن میں تصویریں بنی تھیں جن کا کچھ حصہ اب تک موجود ہے۔ چھت نہایت صنعت

سے پتھر کے چھوٹے چھوٹے مربع شکل کے ٹکڑوں کو باہم وصل کر کے پاٹی گئی ہے۔ اس کے جنوب میں دوسرا کمرہ ہے جو شرقاً غرباً ۴۸ ½ فیٹ اور شمالاً جنوباً ۱۲ ½ فیٹ ہے اس کے چاروں طرف ایک ایک دروازہ اور جنوبی جانب دو زینے چھت پر جانے کے واسطے بنے ہیں۔ پھر اس کمرہ کے مشرق و مغرب میں دو برابر کے کمرے بنے ہیں۔ ان میں ہر ایک ۱۲ فیٹ ۱۰ انچ × ۱۰ فیٹ ۹ انچ ہے جن میں تین تین دروازے ہیں۔ ان دونوں کمروں کی چھت اور طاقوں کا رنگین خوبصورت کام کسی قدر اچھی حالت میں ہے۔ چھوٹے تینوں کمروں کی چھت بہت نیچی پٹی ہے۔ جن کی چھت پر اسی پیمائش اور قطع کے تین کمرے اور بنے ہیں جن کا رنگین کام مثل نیچے کے کمروں کے کسی قدر عمدہ حالت میں باقی ہے درمیانی کمرہ میں ایک دروازہ شمال کی جانب بڑے کمرہ کے درمیان میں لگا ہے۔ جنوبی جانب چھت پر جانے کے واسطے آمنے سامنے دو زینے بنے ہوئے ہیں۔

چاروں کمروں کی چھت پر ایک ہوادار چھتری ۱۶ ½ فیٹ × ۹ ½ فیٹ بنی ہے۔ یہ چھت سے ۹ ½ فیٹ کی بلندی پر تعمیر کی گئی ہے جس کے نیچے ایک کوٹھری بنی ہے اس چھتری میں تین تین در شمال و جنوب میں اور ایک ایک در مشرق و مغرب میں ہے چھت پر دو پتھر کے کلس نصب ہیں۔ کمروں کی چھت کے اطراف میں کٹہرا لگا ہوا تھا جس کے اب صرف نشانات باقی رہ گئے ہیں۔

بڑے کمرہ کے شمال و مشرق اور مغرب میں برآمدہ ہے شمالی برآمدہ ۴۸ فیٹ ۷ انچ × ۱۳ فیٹ ۴ انچ ہے۔ اس میں تین بڑے اور دو چھوٹے در ہیں۔ مشرقی اور مغربی برآمدہ ۳۶ فیٹ × ۱۳ فیٹ ۸ انچ ہے اس میں تین تین در ہیں۔ گوشہ شمال و مغرب میں عالیشان دروازہ کے باقی ماندہ نشان اور گوشہ شمال و مشرق اور گوشہ جنوب و مغرب میں بھی کچھ عمارت کے نشان اب تک موجود ہیں۔

باورچی خانہ

صحن کے شرقی اور جنوبی گوشے میں ایک چھوٹا سا منقش مکان اور بنا ہے جو باورچی خانہ کے نام سے موسوم ہے یہ شمالاً جنوباً ۶۴ فیٹ اور شرقاً غرباً ۲۴ فیٹ ہے۔ اس کے جنوب میں ایک کوٹھری ۱۹ × ۱۳ ½ فیٹ اور اس کے آگے برآمدہ ۱۵ × ۳ ½ فیٹ بنا ہے

مکان کے تمام در و دیوار پر طرح طرح کی بیلیں۔ گلدستے۔ لہرئے۔ گھنٹے وغیرہ پتھر میں ترشے ہوئے ہیں۔ چھجہ بھی منقّش اور خوبصورت ہے۔

باقی ماندہ نقش نگار

اب کمرہ اور برآمدہ کے بقیہ نقش و نگار کا حال مختصر طور سے لکھا جاتا ہے۔ ان میں بعض تصویریں اور شکلیں صاف نظر آتی ہیں۔ بعض نہایت غور سے دیکھنے یا دوربین سے دیکھنے میں صاف معلوم ہوتی ہیں۔ کسی کسی کا کوئی خاص حصّہ باقی رہ گیا ہے۔ افسوس کہ اب جو کچھ باقی ہے یہ بھی نیست و نابود ہوتا جاتا ہے۔ محرابوں کے اوپر ہنسوں کے جوڑے اور رام اور کرشن اوتار کے حلیئے بنے ہوئے ہیں۔ کرشن جی کے دونوں ہاتھوں میں ایک ایک کنول کا مقدس پھول ہے۔ ہنومان جی حضوری میں حاضر ہیں۔ تصویر کے اوپر کرتی مکھا کا ایک گچھا بنا ہے۔ کنارے پر بطخیں بیٹھی ہوئی ہیں۔ کچھ اور بھی بنا ہے جو صاف نظر نہیں آتا۔

ایک مقام پر نہایت عمدہ تصویر ایک فرشتہ کی بنی ہے جو ایک کرسی پر بیٹھا ہے۔ اسکی ایک ٹانگ سمٹی ہوئی اور دوسری بائیں ٹانگ کرسی سے نیچے لٹک رہی ہے۔ یہ ایک نیلے رنگ کا جبّہ پہنے ہے سینہ اور پیٹ ڈھکا ہے۔ چہرہ مٹ گیا ہے مگر کندھوں پر جو پر لگے ہیں وہ اور گلے کا طوق صاف نظر آتا ہے۔ اسی کے قریب غالباً دوسری تصویر اسی قسم کی تھی جس کے اب صرف پر نظر آتے ہیں۔ دائیں ہاتھ کی طرف ایک چھتری بنی ہے جس کی چھت میں ایرانی نقّاشی کا عمدہ کام ہے۔

شمالی برآمدہ کے ستونوں پر بہت نفیس کام بنے تھے جن کے رنگ اگرچہ معدوم ہو چکے ہیں مگر اتنا پتہ چلتا ہے کہ نیلا رنگ زیادہ استعمال کیا گیا تھا۔ شمالی برآمدے کے تیسرے ستون پر جو مشرق سے مغرب کی طرف ہے دو ہاتھیوں "دبخت بلی" اور "پرتابہ" نام کی لڑائی کا منظر کھینچا ہے۔ ایک ہاتھی کی تصویر مٹ گئی جس کا بہت خفیف حصّہ باقی رہ گیا ہے۔ دوسرے کی کسی قدر اچھی حالت میں موجود ہے۔ اس کے اوپر ایک شعر لکھا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ہر منظر پر جو بنایا گیا تھا اسی قسم کے اشعار لکھے تھے جو اب مٹ گئے یہ بھی تھوڑے ہی دن کا مہمان معلوم ہوتا ہے چنانچہ جس مقام پر خط کھنچا ہوا ہے وہ مٹ چکا ہے۔ بیت

اس مقام پر فیلبانوں کی تصویر کا بھی کچھ حصہ باقی ہے۔ اس ستون کی برابر کے دوسرے ستون پر بھی دو ہاتھیوں کی لڑائی کا تماشا بنایا گیا ہے۔ ان میں ایک ہاتھی کی پوری اور ایک کی نصف تصویر موجود ہے۔

برآمدہ کے شمال ومغربی گوشے میں کسی مقام کا منظر دکھایا ہے۔ ایک ندی بہہ رہی ہے جس کے کنارے پر درخت کھڑے ہیں۔ شیر بھی موجود ہے۔ ایک بڑے درخت پر مختلف رنگ کی خوبصورت چڑیاں ٹہنیوں پر بیٹھی ہوئی ہیں جو زبان حال سے کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ کا سبق ہر آیند و روند کو سناتی ہیں۔ اس مقام کی زمین نیلی اور درخت سرخ رنگ کے اور چڑیوں کے پر مختلف رنگ کے ہیں۔

ایک جگہ شاہنامہ کی کسی لڑائی کا سین کھینچا ہے۔ عمدہ عمدہ ہاتھیوں پر سرخ رنگ کے ہودے مزیّن ہیں۔ ایک مقام پر پیدلوں کی لڑائی۔ ایک جگہ چیتہ کا شکار۔ ایک جگہ کسی شکارگاہ کا منظر دکھایا ہے۔

ایک جگہ دیوار پر چوگان بازی کا میدان بنایا ہے۔ بہت سے سوار۔ کچھ پیادے۔ اپنے اپنے کرتب دکھا رہے ہیں کسی کے ہاتھ میں تیر و کمان ہے۔ کسی کے پاس بندوق۔ کسی کے ہاتھ میں تلوار۔ قریب ہی دو ہاتھی کسے ہوئے کھڑے ہیں۔

مغربی برآمدہ کے ایک طاق میں ایک مٹی ہوئی تصویر کے کچھ نشان باقی ہیں جس کی نسبت وہ لوگ جنہوں نے اسے اصلی حالت میں دیکھا تھا بیان کرتے ہیں کہ یہ شیر ایران و زابلستان یعنی رستم کی تصویر ہے۔ اور اس مقام پر وہ منظر دکھایا گیا تھا جہاں رستم دغا اور فریب کا شکار ہو کر کنوئیں میں گرا اور گرتے ہی اُس نے ایک تیر سے اپنے دشمن بھائی شغاد بدنہاد کا کام بھی تمام کر دیا۔ اکثر لوگوں کا بیان ہے کہ اس عمارت میں شاہنامہ کی تمام خاص خاص لڑائیوں کا تماشہ دکھایا گیا تھا۔ اس میں شک نہیں ہے کہ اکبر کو شاہنامہ کے سننے کا بہت شوق تھا اور اُس نے نہایت کوشش اور زر کثیر کے صرف سے تمام تصاویر کو مہیا کر کے شاہنامہ کو نہایت خوش خط با تصویر لکھوایا تھا[۵۱] پس کیا تعجب ہے کہ اُن کی نقل اس

[۵۱] صاحب منتخب التواریخ لکھتے ہیں کہ شاہنامہ با تصویر اور امیر حمزہ کا قصہ با تصویر ۱۷ جلدوں میں ۱۵ برس کے عرصہ میں تیار ہوا تھا ۱۲

مصوران عہد اکبری

عمارت پر بھی کی گئی ہو۔ اکبر کے عہد میں بڑے بڑے نامی مصور جمع تھے جن میں میر سید علی تبریزی خواجہ عبدالصمد شیریں قلم۔ بسونتھ کہار۔ بساون۔ کیسو۔ لال۔ مکند۔ مسکین۔ فرخ۔ مادھو۔ جگن۔ مہیش۔ کھیم کرن۔ تارا۔ سانولا۔ ہربنس بہت مشہور ہیں۔ ان سب کا سردار اُستاد بہزاد تھا جو پہلے اسمٰعیل شاہ صفوی والیٔ ایران کے دربار کا مصور تھا۔ پھر اکبری دربار میں حاضر ہو کر منصبِ اعلیٰ پر پہنچا۔ یورپین مورخ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ یہ کسی یورپین مصور یا نقاش سے کم نہ تھا بلکہ اس کا کام اگر اُن کے مقابلہ میں رکھا جائے تو سب سے بڑھا رہیگا[۱]

برآمدہ کی چھت کے اردگرد ہر جگہ بہت عمدہ نقش و نگار تھے جن کے درمیان میں ملک الشعرا فیضی کے وہ اشعار جو خاص اس عمارت کی تعریف میں موزوں کیے گئے تھے۔ زریں قلم محمد حسین کشمیری اور مولانا محمد باقر۔ اور محمد امین مشہدی۔ اور مولانا عبدالحی۔ اور میر عبداللہ نظامی مشہور خوشنویسانِ عہد اکبری نے نہایت نفاست سے لکھے تھے۔ افسوس کہ اب یہ کل اشعار باقی نہیں رہے اور جو کسی قدر باقی بھی ہیں اُن کے اکثر حروف مٹ گئے ہیں کہ پڑھنے میں نہیں آتے۔ جو کچھ باقی ہے وہ حسب ذیل ہے۔

(شمالی برآمدہ میں)

ایں عمارت کز شرف از ہفت گردوں برتر است	کعبہ را ماند ولے ایں را صفائے دیگر است
ملتجائے دولت است و مامنِ امن و اماں	ملجاءِ آسمان و قبلۂ ہفت اختر است
می کشد حیرت ز طرح و نقشِ ایں عالی مقام	. . . .
از صفائے صحنش ایوانِ فلک راہیبت است	ہم ز چوب آستانش آسماں را محور است
غرفہ اش را برتر از گردوں اگر گویم رواست	شمسہ اش را اگر بہ از خورشید دانم بہتر است
گلستانِ نقش ہائے او برنگِ باغِ خلد	. . . .
در نزاکت ہمچو طاقِ زرنگارِ آسماں	در لطافت ہمچو قصرِ لاجوردِ چنبر است

(مغربی برآمدہ میں)

. . . . کرد	ہست اگرچہ در گرہ کارسے فلک سحر آفریں

[۱] دیکھو اسمتھ صاحب کی کتاب مغل آرکٹکچر آف فتحپور سیکری جلد اول صفحہ ۳۳

نقش ہائے خوش خط او صورتِ معنی نما	صورتِ معنی نمائیشں دلبرِ اہلِ یقین
تا بود افلاک گرداں ماہ ہمدم با نجوم	تا بود . . . .
. . . .	. . . . نقاشانِ چین
بادشاہ دین	. . . .

مریم کا چمن یا زنانہ باغ

مریم کے محل کے گوشہ شمال و مغرب میں اور جودھ بائی کے محل سے شمالی جانب زنانہ باغ تھا۔ یہ طول میں ۹۲ ½ فیٹ اور عرض میں ۹۲ ½ فیٹ ہے پہلے یہ چار دیواری سے محصور تھا اور سوائے بادشاہ یا شاہزادوں اور شاہزادیوں اور بیگمات کے کوئی اس کے اندر نہیں جاسکتا تھا۔ مالیوں کی جگہ مالنیں اس میں چمن آرائی کرتی تھیں۔ اب راستہ کرنے کی غرض سے اس کی چار دیواری گرادی گئی ہے۔ اس کی جنوبی دیوار بیربل کے مکان کے واسطے راستہ کرنے کی غرض سے چندہی مدت ہوئی کہ گرائی گئی تھی یہ ۱۲ فیٹ بلند اور ۴ ½ فیٹ آثار کی تھی مغربی دیوار ابھی موجود ہے جس کے اوپر حرم مینار کا زنانہ راستہ بنا ہی نیچے چار محراب دار بڑے بڑے در نگینہ مسجد کی جانب بنے ہوئے ہیں۔

اکبری عہد میں اس باغ کے اندر گلزار ارم کا جلوہ نظر آتا تھا۔ پختہ سنگین روشوں پہ ہفت رنگ کے پھول عطر پاشی کرتے تھے۔ خیابانوں میں ہر قسم کے نایاب۔ نفیس۔ اور لذیذ میوے شاخوں میں جھوما کرتے تھے۔ ہمیشہ صاف و شفاف پانی مؤدبانہ خرام سے خوش نما نالیوں میں گلگشت کرتا رہتا تھا۔ جس وقت موسم بہار میں خاتونانِ عفت مآب اپنے اپنے عشرت کدوں سے نکل کر باغ کی روشوں پر خراماں خراماں سیر کرتی پھرتی ہونگی اُس وقت قسم قسم کے پھولوں کی مہک۔ سنبل کا بال بکھیرنا۔ ریحان کا چشم دل فریب سے تکنا۔ معطّر ہوا کا چلنا۔ مچھی تال میں رنگ برنگ مچھلیوں کا تیرنا۔ طائرانِ خوش الحان کا نغمہ سرائی کرنا فرشِ زمرّدیں کا لہلہانا۔ کیسا عجیب و غریب اور دلچسپ منظر پیدا کرتا ہوگا۔

باقی ماندہ آثار میں دو برجیاں (نشستگاہیں) ایک سنگین نالی۔ ایک چھوٹا سا مچھی تال

اور کچھ سنگین روشوں کے نشان ہیں۔ ایک بُرجی شمال میں چبوترہ کے اوپر بنی ہے اُس سے لیکر دوسری برجی تک جو مچھی تال کے کنارے پر ہے پختہ نالی بنی ہوئی ہے۔ شمالی کارخانہ آب رسانی سے حوض میں ہوتا ہوا پانی اسی نالی کے ذریعہ سے مچھی تال میں پہنچتا تھا۔

مچھی تال

مچھی تال ۵×۴۴ فیٹ ہے۔ یہ صرف ۲ فیٹ ۱۱ انچ گہرا ہے۔ اس کے مشرق و مغرب میں تین تین چھوٹی چھوٹی سیڑھیاں پانی میں اُترنے کے واسطے بنی ہیں۔ جنوب میں ان سیڑھیوں کے درمیان ایک ڈھلواں جھرنا لگا ہے جس پر ماہی پشت کا جال ہے۔ شمالی جانب ایک پتھر میں ۸ ½ انچ چوڑے اور ۷ انچ گہرے سات سات طاق نیچے اوپر کھدے ہوئے ہیں۔ درمیان میں ایک چھوٹا سا ہشت پہل حوض ایک پتھر میں ترشا ہوا نصب ہے جو ۳ ½ × ۲ ½ فیٹ ہے۔ رات کے وقت اِن طاقوں کے اندر چھوٹے چھوٹے مختلف رنگ کے لیمپ رکھ دیئے جاتے تھے۔ اُن کی روشنی میں جھرنے سے پانی کا اُترنا۔ پھر اُس پر مختلف رنگوں کا عکس پڑنا عجیب وغریب لطف پیدا کرتا ہوگا۔ تالاب میں رنگ برنگ کی خوبصورت مچھلیاں تفریحاً پالی گئی تھیں جن کی ناک میں سونے کی نتھنیاں پہنائی گئی تھیں۔

حوض

گوشہ جنوب و مشرق میں ایک مسقف حوض مربع شکل کا بنا ہے جس کا ہر ضلع ۲۶ فیٹ ہے اسے مریم کا حمام کہتے ہیں۔ موسم گرما میں یہاں بیگمات غسل کیا کرتی تھیں۔ اِس کے چاروں طرف پردہ کی دیوار تھی۔ یہ حوض ۴ فیٹ گہرا ہے۔ چھت ۱۲ ½ فیٹ بلند ہے جو سنگین ستونوں پر پاٹی گئی ہے۔ چاروں کونوں پر تین تین سیڑھیاں پانی میں اُترنے کے واسطے بنی ہیں۔

شفاخانہ

آنکھ مچولی اور بیچ محل اور زنانہ باغ کے درمیان میں شفاخانہ واقع ہے جو ۱۲۷ ½ فیٹ × ۱۰۸ ½ فیٹ ہے۔ اس میں شمال کی جانب مریضوں کے رہنے کے واسطے علیحدہ علیحدہ ۱۲ قطعہ بنے تھے جو ہر ایک ۱۴ فیٹ × ۹ ½ فیٹ تھا۔ جس میں سے اب صرف چھ سات باقی رہ گئے ہیں۔ باقی منہدم ہوگئے۔ ان کے آگے ۱۱ فیٹ ۲ انچ چوڑا برآمدہ تھا جس کا

کچھ حصّہ اب تک باقی ہے۔ مغربی جانب کچھ عمارت اَور بھی جس میں اب صرف کچھ پاخانے اور باورچی خانے باقی رہ گئے ہیں۔ موجودہ عمارت کی چھت منقش کھپریل نما ہے جو ترکی سلطانہ کے مکان کے برآمدہ کی چھت کے مشابہ ہے۔ اندرونی جانب دیواروں پر موٹے موٹے چونے کی استرکاری تھی۔ دروازوں اور کھڑکیوں کے چاروں طرف سرخ وسفید رنگ کے نقش و نگار زیور کی قسم کے بنے ہیں۔ کپڑے ٹانگنے کے واسطے کھونٹیوں کے بجاے ہلالی خمدار ترشے ہوئے پتھر دیواروں میں نصب ہیں کہ جن میں جانوروں کے چہرے ترشے ہوئے ہیں مغربی دیوار میں تین ایسی کھونٹیاں اب تک نصب ہیں جن میں گھوڑوں کے مُنہ ترشے ہوئے ہیں۔ شمالی دیوار میں چھ ہوادار دروازے لگے ہیں جن سے پہاڑ کے نیچے کوسوں تک کا منظر پیش نظر رہتا ہے۔ منہدمہ عمارت کے بہت سے منقش اور سادہ پتھر احاطہ میں جمع ہیں۔

ایک مشہور انگریزی مؤرخ لکھتا ہے "کہ یہ شفاخانہ وسعت اور آرام وآسائش کے لحاظ سے ہمارے یہاں کے شفاخانوں کے مقابلہ میں نہایت تنگ اور مختصر ہے۔ مگر یہ بات نہایت دلچسپ ہے کہ ایسی عمارتیں سولھویں صدی میں بھی ہندوستان میں موجود تھیں" تعجب ہے کہ مؤرخ مذکور ہندوستانی تاریخ سے اتنا ناواقف ہے کہ سولھویں صدی کے شفاخانہ پر تعجب کرتا ہے بجالیکہ اس سے دو ڈھائی سو برس پہلے ہندوستان میں اس قسم کی بہت سی عمارتیں موجود تھیں [۱]

نگینہ مسجد۔

مریم کے چمن کے مشرقی جانب اور اُس سے ملی ہوئی ایک چھوٹی سی زنانی مسجد بنی ہوئی ہے جو نگینہ مسجد کے نام سے موسوم ہے۔ یہ حرم سرا کی بیگمات کے واسطے بنائی گئی تھی اور ایک چار دیواری سے محصور تھی جو اَب کھُل گئی ہے۔ جس کا طول ۵۳ فیٹ ۴ انچ اور عرض ۴۳ فیٹ تھا۔

[۱] کتاب آثار خیر کو جو مؤلف کتاب ہذا کی تالیف ہے ملاحظہ کرو ۱۲

مسجد میں تین تین محرابدار در کے دو درجہ ہیں دونوں درجوں کا مجموعی رقبہ ۲۶ فیٹ ۹ انچ × ۲۱ فیٹ ۲ انچ ہے چھت نہایت ستھرے سنگ سرخ کے ستونوں پر پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہے۔ مغربی دیوار میں تین لٹّو نما محرابوں کے در خوش نمائی کے واسطے بنا دئے ہیں۔ شمالی جانب چھوٹا سا برآمدہ اور جنوبی جانب قناتی مسجد کا نشان بنا ہے۔ آگے سنگین فرش کا صحن اور گوشہ جنوب و مشرق میں ایک شکستہ حمام واقع ہے۔ مسجد کے نیچے بھی دالان بنا ہوا ہے۔

بیرونی جانب دیواروں میں چڑیوں اور کبوتروں کے رہنے کے واسطے مکان بنا دئے ہیں جو اندر سے کشادہ ہیں اور اوپر کے سوراخ ہلالی شکل کے ہیں۔ ان میں طوطے۔ فاختہ۔ کبوتر اکبر کے عہد سے نسلاً بعد نسلاً رہتے چلے آتے ہیں۔

محل جودھ بائی یا جہانگیری محل

محل جودھ بائی جو جہانگیری محل کے نام سے بھی موسوم ہے فتحپور کی رفیع الشان اور خوش وضع عمارتوں میں صنعت و رفعت اور مضبوطی کے لحاظ سے خاص امتیاز رکھتا ہے اور یہ ہی ایک عمارت محلات شاہی میں ایسی ہے جو اپنی اصلی صورت و ہیئت پر اب تک قائم ہے۔ یہ حرم کے محل کے گوشۂ جنوب و مغرب میں واقع ہے۔ جودھ بائی کو عام لوگ اکبر کی بیگم سمجھتے ہیں حالانکہ اکبر کی بیگمات میں اس خطاب کی کوئی بیگم موجود نہیں تھی۔ جودھ بائی در اصل جہانگیر کی بیگم تھی جس کا ایک محل قریب قریب اسی نمونہ او قطع کا آگرہ کے قلعہ میں بھی بنا ہوا ہے۔ اکبر نے غالباً یہ محل جہانگیر کی جودھ بائی کے ساتھ شادی ہونے کے بعد تعمیر کرایا تھا اس لحاظ سے یہ فتحپور کی سب سے آخری اکبری عمارت ہے اکثر مؤرخین نے رنگ محل کی جگہ اسے سب سے پہلی عمارت سمجھا ہے۔ یہ اُن کی سخت غلطی ہے کیونکہ اُس عہد کی جملہ تاریخوں میں صاف طور سے لکھا ہے کہ سب سے پہلا محل جو جہانگیر کی ماں کے واسطے تعمیر کیا گیا تھا حضرت شیخ سلیم چشتی رح کے مکان کے پاس تھا پس یہ وہ محل کسی طرح نہیں ہوسکتا۔ قبل اس کے کہ عمارت کا حال بیان کیا جاوے

جودھ بائی

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جودھ بائی کی مختصر سوانح عمری تحریر کی جاوے۔ یہ راجہ اُدے سنگھ اُرف موٹہ راجہ والی جودھ پور کی بیٹی تھیں۔ اصلی نام مان متی تھا اور بوجہ علم و فضل جگت گسائیں کے خطاب سے موصوف تھیں۔ ۹۹۴ھ (۱۵۸۵ء) میں جہانگیر کے ساتھ شادی ہوئی۔ اکبر مع اُمرائے دربار اور بیگمات کے راجہ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ وہیں مجلس عقد منعقد ہوئی۔ اور نہایت دھوم دھام سے دُلھن کو بیاہ کر مکان پر لے آئے۔ ان کی حاضر جوابی کی یہ روایت مشہور ہے۔ ایک رات جبکہ چاندنی چھٹکی ہوئی تھی نورجہاں بیگم لباس سفید زیب بدن کئے ہوئے جہانگیر کے پاس بیٹھی تھیں۔ عطر جہانگیری کی خوشبودار لپٹوں سے جو تمام در و دیوار اور کپڑوں پر چھڑکا ہوا تھا بادشاہ اور بیگم دونوں کا دماغ معطر ہو رہا تھا۔ بادشاہ نے اُسی حالت میں انہیں بھی یاد فرمایا۔ پرستاریں دوڑیں اور تھوڑی ہی دیر میں یہ بھی سرخ لباس زیب بدن کرکے آموجود ہوئیں۔ اور بادشاہ کی برابر بیٹھ گئیں۔ بادشاہ اِن کی طرف متوجہ ہوئے۔ نورجہاں بیگم کو رشک پیدا ہوا۔ بادشاہ کی طرف دیکھ کر بولیں کہ آخر کو جودھ بائی زمیندار ہی کی بیٹی ہے۔ اس وقت کہ ہر طرف فوارۂ نور کشادہ ہیں۔ اور فرش سنانِ نسرین و نسترن بچھا ہوا ہے۔ اور جلوۂ مہتاب ہویدا ہے۔ ایسے عالم میں لباس سرخ کیا مناسبت رکھتا ہے۔ جودھ بائی نے فوراً جواب دیا کہ میرا سُہاگ قائم ہے اس وجہ سے میں نے لباس سرخ پہنا ہے۔ تمہارا سُہاگ اُٹھ چکا ہے (یعنی شیر افگن خاں پہلے شوہر کا انتقال ہو چکا ہے) اس سوگ میں تم نے سفید لباس پہنا ہے۔ اور یہ دوہا پڑھا۔

چاروں نار تاس کا ہیا　　　ایک چھوڑ جن دوجا کیا

نورجہاں بیگم اس حاضر جوابی سے خفیف ہوئیں اور جہانگیر ہنس کر چپ ہو رہے۔ ۱۰۰۰ھ (۱۵۹۱ء) میں انہیں کے بطن سے شاہجہاں پیدا ہوئے۔ ۲۰ ربیع الثانی ۱۰۲۸ھ (۱۶۱۸ء) کو انتقال کیا۔ اور آگرہ میں اپنے آباد کئے ہوئے محلہ سُہاگ پورہ میں مدفون ہوئیں۔ دو تین برس پہلے تک ان کے مقبرہ کا نشان موجود تھا اب کھد گیا لیکن وہ مقام جہاں مقبرہ بنا تھا اب بھی جودھ بائی کے نام سے مشہور اور موضع بھوگی پورہ پرگنہ آگرہ تحصیل میں واقع ہے۔

یہ قصر عالی سرتاپا سنگ سرخ سے بنا ہے اس کا رقبہ باہر سے ۲۱۷ × ۲۱۷½ فیٹ ہے اندر چاروں طرف سوال جواب کے طور پر قریب قریب ایک نمونہ کی عمارت دو منزلہ بنی ہوئی ہے مشرق میں عالی شان دروازہ ہے۔ عمارت کے درمیان میں ۱۸۳ فیٹ × ۱۸۳ فیٹ صحن ہے جس میں سنگین فرش ہے۔ وسط صحن میں ایک پتھر میں ترشا ہوا ایک تھانولا رکھا ہے جس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اس میں پوجا کے واسطے ترسا کا درخت لگا ہوا تھا۔

مندر

مغربی جانب وسط میں مندر بنا ہے جو شرقاً غرباً ۵۷ فیٹ ۱۰ انچ اور شمالاً جنوباً ۳۶ فیٹ ہے۔ اس کی چھت ۲۰ منقش ستونوں پر جن میں مختلف طرز کے گلدستے اور گھنٹے اور نقش و نگار تراشے ہوئے ہیں قائم ہے۔ مغربی دیوار سے ملا ہوا سنگھاسن بنا ہے جو ۱۳½ × ۱۱¼ فیٹ ہے جس کے اوپر مورت استھاپن یعنی مورتیں رکھنے کا طاق بنا ہے۔ اس کے علاوہ اسی طرح کے چھ طاق مندر میں اور بھی ہیں یہ بالکل اس طرز کے ہیں جیسے قدیم بودھ اور جینیوں کے مندروں میں ہوتے ہیں۔ مندر کے تین دروں میں صرف درمیانی در کھلا ہے اور گرد کے دونوں در ۵¾ فیٹ بلند ہندوانی طرز کے سنگین کٹہرہ سے نصف سے زیادہ بند ہیں کٹہرے کے اوپر جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ مندر کے اندر شمال و جنوب میں ایک ایک کوٹھری بنی ہے جن کی بغل میں صحن کی جانب دو زینہ چھت پر چڑھنے کے واسطے بنے ہیں۔

مندر کے شمال و جنوب میں یعنی دونوں جانب ایک قطع اور ایک ہی پیمائش کی عمارت ہے اوّل ایک بڑی کوٹھری ۲۰¼ × ۱۱¼ فیٹ ہے جس میں صرف ایک دروازہ صحن کی جانب لگا ہے۔ اس کی نصف مغربی چھت لداؤ کی گنبد نما ایک محراب دار در کے اندر پٹی ہے۔ بقیہ نصف پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہے۔ اس کے اندر چونے کا نہایت نفیس چمکدار صندلا کیا ہوا ہے۔ ان کوٹھریوں کے بعد دالان در دالان ہے جس کا رقبہ ۳۵ فیٹ ۵ انچ × ۲۳ فیٹ ۱۰ انچ ہے۔ اس کی چھت ۱۲ سنگین ستونوں پر پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہے درمیان میں ایک بڑا در اور اس کے ارد گرد دو دو چھوٹے در ہیں۔ ان دالانوں کی شمالی بغل میں ۲۰ × ۹¼ فیٹ کا کمرہ ہے جس میں صرف دو دروازے دالان کے اندر ہیں۔ دالان کے جنوب یعنی تل کے گوشے میں مربع شکل کا کمرہ ہے جس کا ہر ضلع ۱۹ فیٹ ۲ انچ

ہے۔ اس میں چار دروازے ہیں۔ دو شمال کی جانب یعنی دالان کے اندر اور دو مشرق کی طرف ہیں

خوابگاہ

محل کے شمال و جنوب میں آمنے سامنے ایک سی عمارت ہے۔ درمیان میں جو عمارت ہے وہ خوابگاہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں ایک دو منزلہ کمرہ اور اُس کے آگے برآمدہ ہے۔ کمرہ کا رقبہ ۳۵ ½ فیٹ × ۱۰ ¾ فیٹ ہے۔ اس میں نیچے اوپر تین تین دروازے ہیں آگے ۲۲ ½ فیٹ چوڑا برآمدہ ہے۔ برآمدہ میں ۱۴ منقش ستون مثل مندر کے ستونوں کے نصب ہیں اور اُسی طرح کے طاق بنے ہیں جیسے مندر میں ہیں۔ کمرہ کی دوسری منزل کی چھت سنگین شطرنجی نما پٹی ہے یہ نہایت اعلیٰ درجہ کی صنعت کا نمونہ ہے پتھر کے ٹکڑوں کو اس خوبصورتی سے باہم وصل کیا ہے کہ جس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ اس درجہ میں بہت سی خوبصورت الماریاں اور طاق بنے ہیں۔ تین دروازے برآمدہ میں کھلتے ہیں اُن کے آگے توڑوں کی چھت پر نہایت خوبصورت شہ نشینیں بنی ہیں جن میں جالیدار کٹہرہ لگا ہوا ہے۔

ان خوابگاہوں کے اردگرد اُسی طرح کے دو زینے چھت پر چڑھنے کے واسطے بنے ہیں جیسے مغربی جانب مندر کے اردگرد ہیں۔ جنوبی جانب کی خوابگاہ کے مشرقی اور مغربی گوشے میں ایک ایک تنگ راستہ محل کی جنوبی دیوار کے اندر ہوتا ہوا باہر نکل گیا ہے۔

حمام

مشرقی راستہ میں ہو کر ایک وسیع اور خوش نما حمام میں پہنچ جاتے ہیں جو پانچ چھ درجہ کا ہے اس کے آگے مختصر سا صحن ہے جس کے قریب دو پاخانے بھی بنے ہیں۔ مغربی جانب کے راستہ میں ہو کر ایک دوسرے مکان میں پہنچ جاتے ہیں جس میں کئی پاخانے بنے ہوئے ہیں اس حمام اور پاخانے کی عمارت محل کی جنوبی دیوار سے باہر کو نکلی ہوئی ہے۔

پاخانے

ان خوابگاہوں کے اردگرد بھی اُسی طرح کی عمارت بنی ہے جیسی مندر کے اردگرد میں ہے۔ شمالی اور جنوبی عمارت میں صرف اتنا فرق ہے کہ شمالی جانب حمام و پاخانے کے مکانات نہیں ہیں۔

دروازہ

مشرق میں مندر کے محاذ میں دروازہ کی عمارت ہے اوّل مندر کے سامنے اُسی طرح کا دالان بنا ہے اوس کے اندر گھونگٹ دار دروازہ ہے۔ بیرونی پھاٹک چار دیواری سے ۱۰ فیٹ ۹ انچہ آگے کو نکلا ہوا ہے۔ دروازہ کی محراب لٹّودار ہے۔ نیچے چوکیدار بیٹھکیں۔

بغلوں میں سیڑھیاں۔ اُن کے اوپر خوبصورت نشستگاہیں۔ اور سب سے اوپر دو بُرجیاں بنی ہیں۔ اندر جنوبی جانب دو درکا دالان ۲۰ ½ × ۱۳ ½ فیٹ اور مشرق میں ایک چبوترہ پر ایک چھوٹا سا دالان اور ایک کوٹھری ۱۳ فیٹ ۱۰ انچ × ۱۲ فیٹ ۵ انچ بنی ہے۔ محل کے اندر دروازہ کے اطراف میں دونوں جانب اُسی طرح کے دو زینے۔ اور دالان اور کمرے بنے ہیں جیسے دوسری جانب ہیں۔

چھت

یہ تو آپ سمجھ ہی گئے ہونگے کہ چھت پر چڑھنے کے واسطے چاروں طرف دو دو زینے قائم ہیں۔ اب چلئے اوپر کی سیر کیجیے۔ اور دیکھئے کہ چھت کے چاروں طرف اونچی اونچی پردہ دار دیواریں ہیں جن کے اوپر سنگ سرخ کے نہایت خوبصورت کنگورے مزین ہیں۔ چاروں گوشوں پر اُن مربع کمروں کی چھت پر جو نیچے بنے ہوئے ہیں اُسی پیمائش کے چار مربع کمرے بنے ہیں جن کی چھت لداؤ کی ہے جس کے اوپر نہایت خوبصورت اور خوش قطع گنبد بنے ہیں۔ ان کمروں کے اندر چونے کی استرکاری پر خوبصورت نقش ونگار اور پھول پتے بنے تھے منجملہ اُن کے ایک ایک بڑا پھول چھت کے درمیان میں اب تک موجود ہے جو جالدار اور نہایت خوبصورت اور ہر کمرہ میں ایک دوسرے سے مختلف طرز کا ہے بعض مقامات کے خفیف باقی ماندہ نشانات سے پایا جاتا ہے کہ سنہرا کام بھی کیا گیا تھا۔ شمالی جانب کے دونوں کمروں یا گنبدوں میں دو دو اور جنوبی جانب کے گنبدوں میں ایک ایک شہ نشین باہر کو نکلی ہوئی بنی ہے جن میں خوشنما جالیدار کٹہرے نصب ہیں۔

بالاخانے (خوابگاہ)

شمالی اور جنوبی خوابگاہوں کی چھت پر اوپر کی خوابگاہیں یا بالاخانے بنے ہیں۔ دونوں جانب کے کمروں (خوابگاہوں) کا رقبہ ۲۸ فیٹ ۶ انچ × ۱۴ فیٹ ۷ انچ ہے۔ ان کی چھت سنگین ہے جو راؤنی پٹی ہے اُس کے اوپر سفال کی کھپریل ہے جس کے اوپر نہایت عمدہ چینی کا روغن پھرا ہوا ہے اور یہ نہایت عجیب وغریب صنعت کی بات ہے کہ باوجود اتنی مدت گذر جانے کے یہ روغن اُسی آب کے ساتھ اب تک قائم ہے یہ ملتانی کاریگروں کی گذشتہ صنعت کی یادگار ہے۔ بعض بعض جگہ کی کھپریل جو کسی خاص وجہ سے خراب ہوگئی یا ٹوٹ گئی ہے اُس کی مرمت محض اس وجہ سے اب تک نہیں ہوسکی کہ

اس کام کا اب کوئی صنّاع دستیاب نہیں ہوتا۔ ان کمروں کے اندر طلائی اور نقرئی شگوفہ کاری کی گئی تھی جو اب باقی نہیں رہی۔ مشرقی اور مغربی دروازوں کے اوپر چھت کے قریب ایک ایک ایک نہایت نفیس بلکہ بے نظیر گلدستہ بنا ہوا ہے جو سنگ تراشی کی صنعت کا اعلیٰ درجہ کا نمونہ خیال کیا جاتا ہے۔ دونوں کمروں میں تین تین دروازے صحن کی جانب ہیں جن میں صرف درمیانی دروازہ کھلا ہوا ہے اور ارد گرد کے دروازے خوش نما جالیوں سے بند ہیں۔

ان کمروں کے آگے صحن ہے جس کے آگے ۱ فٹ ۲ انچ بلند چبوترہ پر جو ۹ ۲/۳ × ۹ ۲/۳ فیٹ ہے ایک چھتری جس کی چھت چوگوشی سائبان نما ہے اور جو چار چار ستونوں پر قائم ہے بنی ہوئی ہے۔ ہر چھتری کے اوپر ایک ایک کلس سنگ سرخ کا مزیّن ہے۔ خوابگاہ کے کمروں اور ان چھتریوں کے چبوتروں کے اطراف میں جالیدار کٹہرہ نصب ہے۔ شمالی اور جنوبی خوابگاہ کے کمروں میں صرف یہ تفاوت ہے کہ جنوبی خوابگاہ کے کمرہ کی دیوار میں کوئی دروازہ نہیں ہے لیکن شمالی خوابگاہ کے کمرہ کی شمالی دیوار میں تین دروازے لگے ہیں جو جالیوں سے بند ہیں۔

مغربی جانب کی چھت یعنی مندر کے اوپر دالان در دالان بنا ہے جس کی مغربی دیوار میں ایک شہ نشین بنی ہے جو شتر خانہ کی چھت کے اوپر ہے۔ آگے صحن ہے جس کے کنارے چبوترہ پر چھتری بنی ہے۔ یہ چھتری بہ نسبت شمالی اور جنوبی جانب کی چھتریوں کے بڑی ہے اور اس کی چھت پر دو کلس نصب ہیں۔ اس کے سامنے دروازہ کی چھت پر ایک سہ دری اور اوس کے ایک گوشے میں ایک یکدرہ اور اُس کے گوشوں میں ایک ایک کوٹھری بنی ہے۔ پھر دونوں کوٹھریوں کے آگے یعنی بیرونی دروازہ کے اوپر دونوں جانب ایک ایک شہ نشین بنی ہے۔ صحن کے کنارے محل کے اندرونی جانب اُسی طرح کی چھتری ہے جیسی مندر کی چھت کے آگے ہے۔

ہوا محل

ہم جنوبی جانب کی خوابگاہ زیریں کے دو منزلہ کمرہ کا حال اوپر بیان کر چکے ہیں اُس کی پشت پر سوائے حمّام کی بدنما چھتوں کے اور کوئی عمارت نہیں ہے لیکن شمالی جانب کی خوابگاہ میں اسی کے جواب میں جو دو منزلہ کمرہ ہے اُس کی شمالی دیوار میں

۳۴ فیٹ کی بلندی پر ایک دروازہ لگا ہے جس کے اندر داخل ہوتے ہی اُس عجیب و غریب اور پُر فضا کمرے میں پہنچ جاتے ہیں جو ہوا محل کے نام سے موسوم اور واقعی ہوا محل ہے یہ مستطیل شکل کا کمرہ محل کی چار دیواری سے باہر کو نکلا ہوا ہے۔ اس کے نیچے ایک بلند چبوترہ پر بڑے بڑے ستون نصب کرکے اُس کی چھت پر یہ محل بنایا ہے۔ اس کا رقبہ ۲۶ فیٹ ۱۰ انچ × ۲۰ فیٹ ۱۰ انچ ہے۔ جنوبی جانب سنگین دیوار ہے۔ جس کے درمیان میں وہ دروازہ ہے جس میں ہوکر اس محل میں داخل ہوتے ہیں۔ باقی تینوں طرف سنگ سرخ کی نہایت سبک اور خوش نما جالیاں لگی ہوئی ہیں جن میں سے چھن چھن کر خوب ہوائیں آتی ہیں۔ اس کمرہ میں ۳۲ ستون ہیں جو اس ترتیب سے نصب کئے گئے ہیں کہ چاروں طرف ۲ فیٹ ۶ انچ چوڑا گیلری نما راستہ بن گیا ہے۔ چھت راوٹی نما پٹی ہے جس کے اوپر دو برجیاں بنی ہیں۔

زنانہ راستہ

شمالی جانب کی خوابگاہ زیریں کے مغربی پہلو میں جو زینہ ہے وہ اوپر آکر تین حصوں میں منقسم ہوگیا ہے اس کا ایک دروازہ مغرب رویہ چھت اور بالاخانہ کی خوابگاہ پر پہنچا دیتا ہے۔ دوسرا مشرق رویہ خوش نما ہوا محل کے منظر دکھانے کی رہنمائی کرتا ہے تیسرا جنوب رویہ اُس زنانہ راستہ کا راستہ دکھاتا ہے جو مریم کے باغ اور نگینہ مسجد کی درمیانی دیوار پر ہوتا ہوا کئی چکر کے ساتھ حرم مینار (ہرن مینار) تک گیا تھا۔ یہ راستہ ۵ فیٹ ۱۰ انچ چوڑا ہے۔ اس کی پردہ کی دیواریں ۷ فیٹ بلند ہیں۔ ۳۴ - ۳۴ فیٹ کے فاصلے پر گنبد دار برج بنے ہیں جو چار چار ستونوں پر قائم ہیں۔ اب صرف پانچ برجے اصلی حالت پر قائم رہ گئے ہیں۔ موجودہ اخیر حصہ ایک زینہ پر ختم ہوا ہے جس میں ۳۳ سیڑھیاں ہیں۔ زینہ کی برابر ایک بہت بڑی جالی سنگ سرخ کی لگی ہے جو نہایت خوبصورت اور سبک اور مشکل نقشہ کی ہے۔ اس زینہ کے بعد راستہ کا سلسلہ شکست ہوگیا ہے لیکن نشانات حرم مینار تک اب تک موجود ہیں اور درمیان کا ایک بُرج بھی قائم ہے۔ اسی راستہ میں نگینہ مسجد کے قریب محل خاص کے زنانہ راستہ کا سلسلہ آکر مل گیا تھا جو اب شکست ہوگیا ہے۔

عمارت پیش دروازہ

جودھ بائی کے محل کے دروازہ کے آگے سنگین چبوترہ ہے جو نیچے کے سنگین فرش سے

ایک فٹ اونچا ہے یہ ۶۶ ۳/۴ × ۴۹ ۱/۴ فیٹ ہے۔اِس کے جنوب و مشرقی گوشے میں ایک بنگلہ نما کمرہ بنا ہے جس کا طول ۲۷ ۱/۲ فیٹ اور عرض ۲۰ ۱/۲ فیٹ ہے۔اسی کے قریب تین در کا دالان در دالان بنا ہے جو ۲۸ × ۲۴ فیٹ ہے اس میں کل ۱۲ استون ہیں۔

محمد شاہ نے اپنے عہد سلطنت میں یہ محل مع کارواں سرا اور حرم مینار کے عبداللطیف داروغہ محلات شاہی کو مرحمت کر دیا تھا۔اُنہوں نے شیخ اسلام محمد نبیرہ نواب محتشم خاں کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر نہ معلوم کب اور کس طرح سرکار کے قبضہ میں آگیا۔جب تک تحصیل فتحپور میں قائم رہی اِسی محل میں اُس کا دفتر جاری رہا۔بیان کیا جاتا ہے کہ اِس محل کے دروازہ سے لیکر مریم کے محل کے صحن اور باغ تک زنانہ مینا بازار لگا کرتا تھا۔دُکانوں پر تمام عورتیں ہی عورتیں ہوتی تھیں۔اُمرا اور شرفا کی بیبیوں کو بھی عام اجازت تھی۔کہ جو چاہے آئے اور تماشا دیکھے۔سوداگری اور سودا بھی زیادہ تر زنانہ ہی رکھا جاتا تھا۔ہر مہینے میں ایک مرتبہ یہ بازار لگا کرتا تھا اُس دن کا نام خوش روز رکھا گیا تھا۔اسی مقام پر اکثر نسبتیں اور رشتے بھی ہو جاتے تھے۔ایک مرتبہ جبکہ یہ مینا بازار لگا ہوا تھا اور شاہی بیگمات اور اُمرا کی بہو بیٹیاں مینا بازار اور چمن کی سیر کرتی پھرتی تھیں۔جہانگیر اُس زمانہ میں نوجوان لڑکا تھا۔بازار میں پھرتا ہوا چمن میں آنکلا۔دوسری طرف سے زین خاں کوکہ کی خوبصورت بیٹی جس کا چودہ پندرہ برس کا سن تھا ؎

برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن
جوانی کی راتیں مرادوں کے دن

سیر کرتی ہوئی آرہی تھی۔جہانگیر کا اُسے دیکھتے ہی دل بے قابو ہو گیا۔اور ایسی حالت ہوئی کہ اکبر کو بھی خبر ہو گئی۔غنیمت تھا کہ اُس کی نسبت یا شادی نہ ہوئی تھی۔اکبر کو ابتدا میں اگرچہ یہ امر ناگوار گزرا مگر جب دیکھا کہ شاہزادہ ہاتھ سے جاتا ہے خود شادی کر دی شاہزادہ پرویز اسی صاحب جمال خاتون کے بطن سے تھا۔

مینا بازار

بیربل کا مکان

جودھ بائی محل کے گوشۂ شمال و مغرب میں بیربل کا مکان ہے جسے غلطی سے اکثر

مکان راجہ بیربل

فتحپور سیکری متعلقہ صفحہ ۱۲۰
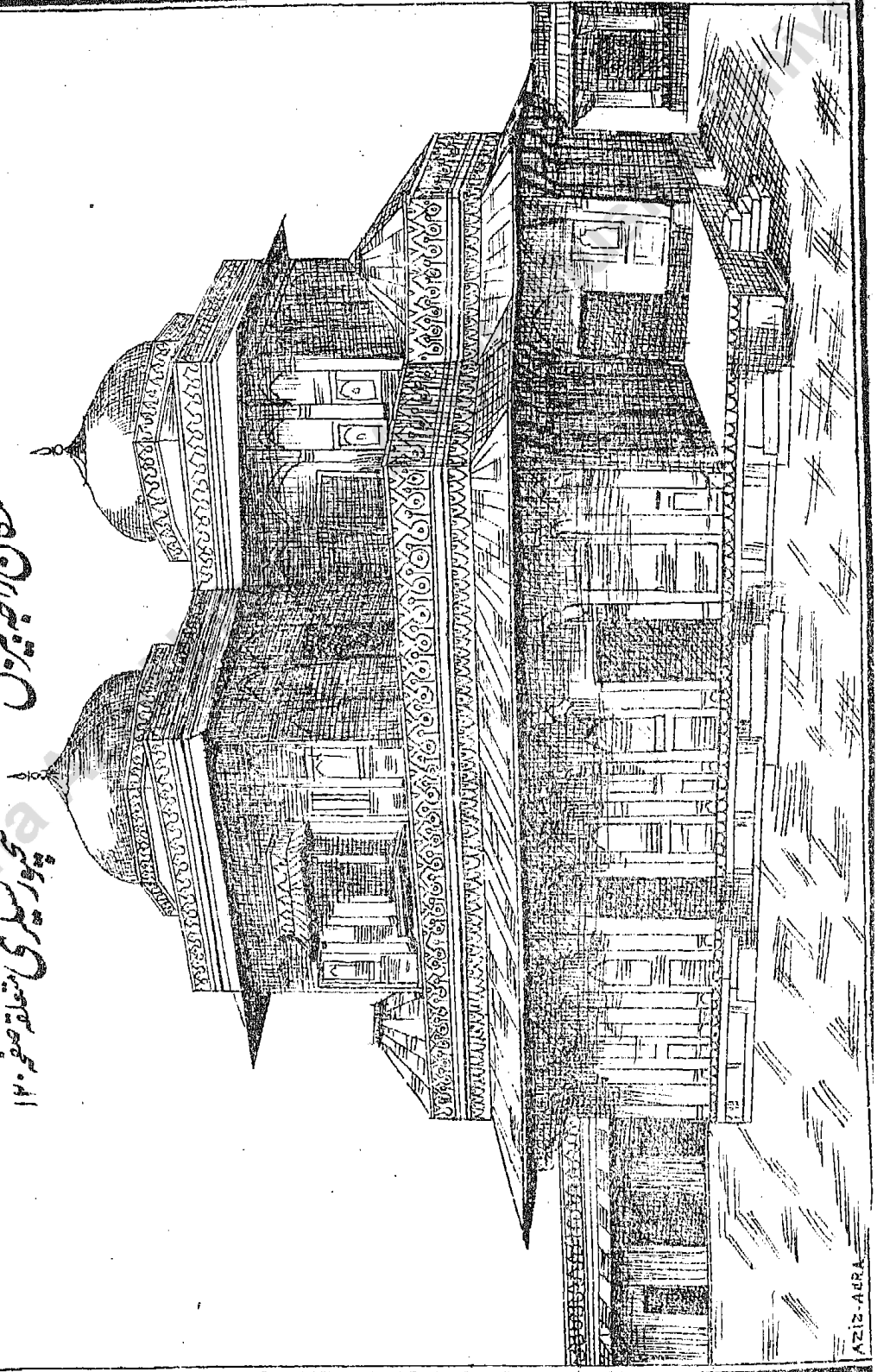
لوگ بیربل کی دختر کا مکان کہتے ہیں۔ اکبر نامہ سے واضح ہے کہ اکبر نے یہ مکان بیربل کی فرمائش پر اُس کے واسطے تعمیر کرایا تھا جب اخیر ۹۹۰ھ ۱۵۸۲ء میں یہ بن کر تیار ہوا۔ تو بیربل نے بادشاہ سے ضیافت کے لئے عرض کیا۔ بادشاہ نے اس التجا کو قبول فرمایا اور ۷ تاریخ ماہ بہمن کو اس مکان میں تشریف لائے۔ بیربل نے نہایت دھوم دھام سے جشن منعقد کر کے بادشاہ کی دعوت کی۔ اور بہت کچھ نثار کر کے قیمتی جواہرات پیشکش کئے۔ ؎۱

مہیش داس راجہ بیربل

بیربل کا اصلی نام مہیش داس تھا۔ قوم کی نسبت بعض برہمن اور بعض بھاٹ بتلاتے ہیں۔ کالپی کے رہنے والے تھے۔ ابتدا میں مثل دیگر بھاٹوں یا منگتا برہمنوں کے کبت پڑھ پڑھ کر بھیک مانگتے پھرتے تھے۔ اِس کے بعد رامچند بھٹ کی سرکار میں نوکر ہو گئے۔ جب قسمت نے زور مارا۔ تو ابتدائے جلوس میں کہیں اکبر سے ملاقات ہو گئی نہ معلوم باتوں باتوں میں کیا بات بھائی کہ چند ہی روز میں کچھ سے کچھ ہو گئے۔ اور اکبر کے مزاج میں ایسا دخل پیدا کیا کہ "یک جان دو قالب"، کا مضمون ہو گیا۔ اوّل کب رائے پھر راجہ بیربل کے خطاب سے موصوف ہوئے۔ بادشاہ کی طرف سے اکثر راجاؤں کے پاس یہ ہی سفیر بنکر جاتے تھے۔ اگرچہ منصب دو ہزاری سے زیادہ نہ تھا۔ لیکن عنایت اس قدر تھی کہ ہزاروں لاکھوں روپئے کے جواہرات۔ برس بلکہ مہینوں میں عطا ہو جاتے تھے۔ صاحب السیف والقلم خطاب میں داخل تھا۔ اکبر اِنہیں ایسا محرم راز سمجھتے تھے۔ کہ کسی طرح کا پردہ درمیان میں نہ تھا۔ یہاں تک کہ آرام کے وقت حرم سرا کے اندر بھی بلا لئے جاتے تھے۔ ۹۹۳ھ ۱۵۸۴ء میں مہم سواد و باجوڑ پر زین خان کوکہ سپہ سالار بنا کر بھیجے گئے اُنھوں نے وہاں سے امداد کے واسطے لکھا۔ دربار میں تجویز درپیش تھی کہ کون امیر بھیجا جائے۔ ابوالفضل نے درخواست کی کہ فدوی کو بھیج دیا جائے۔ بیربل نہ معلوم مسخرے پن سے۔ یا اس خیال سے کہ بادشاہ مجھے اپنے پاس سے جدا نہ کرینگے۔ سفت کرم داشتن کا مضمون ہوگا۔ فوراً بول اُٹھے کہ غلام کو بھیجدیا جائے۔ چونکہ ان کا پیمانۂ حیات

؎۱ اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۲۴۴ - ۲۴۵ -

لبریز ہوچکا تھا - بادشاہ نے قرعہ ڈالا - موت کے فرشتے نے انہیں کا نام سامنے کر دیا -
اکبر کو اگرچہ ایک دم کی جدائی ان کی گوارا نہ تھی مگر نہ معلوم کس طرح اپنے خاصہ کا
توپ خانہ ساتھ کر کے نہایت محبت سے رخصت کیا اور بازو پر ہاتھ رکھکر کہا کہ بیربل
جلد آنا - غرض بیچارے آفت کے مارے روانہ ہوئے آگے داستان طویل اور جگہ
قلیل ہے - مختصر طور سے یہ سمجھ لیجئے کہ لاڈلے راجہ مجلسوں کے شیر تھے مرد شمشیر نہ تھے
اُن کی خود پسندیوں نے نہ صرف مہم ہی کو بگاڑ دیا - بلکہ خود بھی لاپتہ ہو گئے - اکبر کو
ایسا رنج ہوا کہ دو رات دن کھانا نہ کھایا - مدتوں اُن کی یا اُن کی لاش کی تلاش رہی
مگر کچھ پتہ نہ چلا - غرضکہ یہاں بھی مسخراپن سے نہ چوکے - اور چلتے چلاتے ایک پھلجھڑی
چھوڑ گئے -

جس طرح نورتن اکبری میں قربت اور مصاحبت کی حیثیت سے کوئی عالیجاہ امیر
اور جلیل القدر سردار بیربل کے رتبہ کو نہیں پہنچتا - اسی طرح قرب مکانی - بدیع المثال
صناعی - اور خوبصورتی میں کسی امیر کا قصر عالی اس بے نظیر مکان کا مقابلہ نہیں کر سکتا
نہ معلوم سنگ تراشانِ آذری پیشہ نے تیشۂ جادو تراش سے پتھروں میں گل تراشی
کی ہے یا صناعانِ عدیم المثال نے آبنوس کی لکڑی پر اپنی اعلیٰ صنعت کا نمونہ دکھا کر
اکبر سے قدردان بادشاہ کے سامنے پیش کیا ہے - عجیب طلسمات کا مکان ہے جس کی
انواع و اقسام کی باریک بیلیں - نفیس شجر - خوبصورت گلدستے - پھول پتے اور طرح
طرح کے نقش و نگار بڑے بڑے سیاح اور باکمال صناعوں کو محو حیرت بناتے ہیں - اور
اس کے خوبصورت پتھروں کو دیکھتے دیکھتے آنکھیں پتھرا جاتی ہیں -

فرگسن صاحب کی اس رائے میں کسی کو کلام نہیں "کہ بیربل اور ترکی سلطانہ کا
مکان سب سے زیادہ بیش قیمت اور سب سے زیادہ خوبصورت اور نیز اکبر کی تمام
عمارتوں میں زیادہ صنعت والی عمارتیں ہیں - یہ اگرچہ مختصر ضرور ہیں لیکن کہیں ایسے
عمدہ نقش و نگار اور تصاویر دیکھنا ناممکن ہے کہ جہاں کوئی جگہ ایسی نہیں کہ جہاں کچھ
نہ کچھ نقش و نگار موجود نہ ہوں یا بھدے طور سے کھنچے ہوں" [1]

[1] کتاب عمارات شرقی فرگسن صفحہ ۵۰۹ History of India and Eastern Architecture By Fergusson.

مسٹر لارنس صاحب بہادر کلکٹر آگرہ اس کی خوبصورتی پر ایسے فریفتہ ہوئے کہ اسے فرش فروش سے آراستہ کرکے حکام اعلیٰ کے واسطے ڈاک بنگلہ بنالیا اُس وقت سے عوام الناس اس کے نظارہ سے محروم ہوگئے تھے اب لارڈ کرزن صاحب بہادر نے علیحدہ ڈاک بنگلہ تیار کراکر اس کو کھلوا دیا ہے اور خاص و عام اس کے نظارہ سے لطف حاصل کرتے ہیں۔

یہ مکان ۱۷½ فیٹ × ۱۷½ فیٹ سنگین چبوترہ کے درمیان میں جو ۳ فیٹ بلند ہے بنا ہوا ہے اس میں چار برابر کے مربع کمرے ہیں جن کا اندر سے ہر ضلع ۱۵ فیٹ ۸ انچ ہے دیواروں کا آثار ۵¾ فیٹ کا ہے۔ ہر کمرہ میں چار چار دروازے ہیں۔ گوشۂ جنوب و مشرق اور گوشہ شمال و مغرب کے کمروں کے سامنے ایک ایک راؤٹی نما عمارت اور بنی ہے جو بالترتیب ۲۱ × ۸¼ فیٹ اور ۱۹ فیٹ ۷ انچ × ۸¼ فیٹ ہے ان میں ایک ایک دروازہ صحن کی جانب اور ایک ایک قریب کے کمرہ کی جانب لگا ہے۔ چاروں کمروں کی چھت پتھر کی نہایت خوبصورت منقش پٹیوں سے پٹی ہے۔ کمروں کے دروازوں کی بغل میں دو دو خوبصورت طاق بنے ہیں۔

چھت کے اوپر گوشۂ شمال و مغرب اور جنوب و مشرق میں نیچے کے کمروں کے برابر دو کمرے بنے ہیں جن کی چھت لداؤ کی گنبد دار ہے اور اُس میں ۱۶ اچپانکیں قائم کرکے خوبصورت بنا دیا ہے۔ چاروں گوشوں میں الماریاں (بڑے طاق) اور محراب دار طاق بنے ہیں۔ کمروں کے اوپر خوبصورت گنبد مزین ہیں۔ کمرہ شمال و مغرب میں ایک جالی دار کھڑکی شمالی جانب لگی ہے باقی تینوں طرف ایک ایک دروازہ اور اُس کے اوپر جالیدار کھڑکیاں لگی ہیں۔ مغربی دروازہ کے آگے توڑوں کی چھت پر ایک شہ نشین بنی ہے جس میں جالیدار کٹہرا لگا ہے۔ مشرقی دروازہ کے آگے صحن اور اُسی میں زینہ ہے۔ دوسرے کمرہ میں مشرقی دروازہ کے سامنے شہ نشین اور مغربی دروازہ کے آگے صحن اور اُسی میں دوسرا زینہ ہے۔

گوشۂ شمال و مغرب میں صحن کے کنارے پر ایک سہ دری ۲۰⅓ فیٹ × ۱۷¾ فیٹ بنی ہے جس کی چھت راؤٹی نما پٹی ہے۔ جنوبی جانب ایک پختہ دیوار تھی جس کے درمیان

ہیں صدر دروازہ اصطبل کی طرف بنا تھا - یہ دیوار اب منہدم ہو گئی - جیسا کہ اوپر لکھا گیا یہ کل عمارت نہایت مضبوط اور نیچے سے اوپر تک انواع و اقسام کے نقش و نگار سے مرصّع ہے - اس کے چھجّہ میں جو توڑے لگے ہیں وہ نہایت خوبصورت اور خاص وضع کے ہیں - کل عمارت میں چھوٹے سے بڑے تک جس قدر پتھر لگے ہیں سب منقّش ہیں اور کوئی جگہ سادہ نہیں ہے -

اصطبل

اس عمارت کے شمالی صحن کے نیچے اصطبل کا سنگین دالان بنا ہے جس میں گھوڑوں کے باندھنے کے واسطے مُورے (ایک قسم کے سوراخ دار ترشے ہوئے پتّھر) اور گھاس ڈالنے کے واسطے دیواریں الماریاں (بڑے طاق) بنی ہیں -

اصطبل اسپان

اکبر کو گھوڑوں کا بہت شوق تھا - نہایت عمدہ عمدہ عربی - ترکی - ایرانی وغیرہ گھوڑے جمع کئے تھے - ہمیشہ ۱۲۰۰۰ گھوڑے شاہی اصطبل میں جمع رہتے تھے اکثر اس سے زیادہ ہو جاتے تھے مگر کم نہ ہونے پاتے تھے - اعلیٰ درجہ کے خاص خاص گھوڑوں کے واسطے محلات شاہی میں یہ سنگین اصطبل بنایا گیا تھا جو بیربل کے مکان سے ملا ہوا جنوبی جانب واقع ہے - اس کے مشرق و مغرب اور جنوب میں ۱۱ فیٹ ۱ انچہ چوڑے سنگین دالان بنے ہیں جن کے گوشوں میں ایک ایک کوٹھری اور درمیان میں ۲۹۰ فیٹ × ۱۱۵ فیٹ صحن چھوٹا ہوا ہے جس میں پختہ فرش اور درمیان میں ایک پختہ نالی گھوڑوں کے پانی پلانے کے واسطے بنی ہے -

شرقی اور غربی دالانوں میں ۲۳ - ۲۳ اور جنوبی دالان میں ۷ در ہیں - ہر در کے سامنے دو دو گھوڑوں کے تھان ہیں - ہر گھوڑے کے واسطے دیواریں ۲ فیٹ ۵ انچہ کی بلندی پر گھاس رکھنے کے واسطے علیحدہ علیحدہ الماری بنی ہے - کھونٹوں کی جگہ ہر تھان پر دو مورے پتھر کے دیواریں نصب ہیں - صدر دروازہ جنوب و مشرقی گوشے میں ہے - ایک چھوٹا دروازہ مغربی دالان میں اور دو تین چھوٹے چھوٹے دروازے مشرقی دالان

میں شتر خانہ میں کھلے ہوئے ہیں۔

شتر خانہ

جودھ بائی کے محل کی مغربی اور اصطبل اسپان کی مشرقی دیوار سے ملا ہوا شتر خانہ بنا ہے اس کی عمارت شمالاً جنوباً ۱۷۵ فیٹ اور شرقاً غرباً ۲۴ ۳/۴ فیٹ ہے۔ اس کی چھت ۶۰ سنگین اور بلند ستونوں پر قائم ہے جو اس ترتیب سے نصب ہیں کہ ۱۵ جداگانہ سہ دریاں عمارت میں بن گئی ہیں۔ چھت چار چار ستونوں کے درمیان میں پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہے۔ ہر درجہ کی چھت میں چار چار سوراخ روشنی کے واسطے بنے ہوئے ہیں۔

جنوب میں چھوٹا سا صحن ہے۔ جس کے کنارے پر ایک کوٹھری اور ایک یکدرہ بنا ہے مشرق میں اصطبل اسپان اور شتر خانہ کا مشترکہ پھاٹک ہے۔

عبادت خانہ یا چار ایوان

یہ فتحپور کی ایک خاص اور تاریخی عمارت تھی جو غالباً اپنے بانی کے ساتھ ہی ساتھ صرف تاریخوں میں اپنا نام چھوڑ کر اس سرائے فانی سے رخصت ہو گئی۔ فتحپور کے مؤرخین نے اس کے آثار اور مقام بتانے میں اختلاف کیا ہے۔ زمانۂ حال کے مشہور مؤرخ مسٹر اسمتھ صاحب نے اس کا مقام وہ مقام بتایا ہے جو دیوان عام کے شمالی جانب ٹکسال اور حمام محمد باقر کے درمیان میں واقع ہے۔ مؤرخ مذکور کا یہ خیال محض اس وجہ سے ہے کہ اُس مقام پر آثار قدیمہ کا بہت بڑا نشان موجود ہے۔ ایک صاحب نے دیوان عام کے گوشۂ جنوب و مشرق کے منہدمہ آثار کو عبادت خانہ بتایا ہے۔ میں نے اس خیال سے کہ بیت

ڈر ہے کہ کہیں نام بھی مٹ جائے نہ آخر	مدت سے اسے دورِ زماں میٹ رہا ہے

اس کے صحیح مقام اور باقیماندہ آثار کی خاص طور سے تلاش کی۔ دربار اکبری اور منتخب التواریخ سے اوّل اتنا پتہ چلا کہ یہ عمارت حضرت شیخ سلیم چشتی رح کی خانقاہ جدید (درگاہ شریف) کے قریب اُس مقام پر جہاں میاں عبداللہ نیازی سرہندی (حضرت شیخ کے مریدوں میں سے تھے)

کا حجرہ تھا تعمیر کی گئی تھی[1] اس کے بعد میں نے درگاہ شریف کے ملحقہ آثار قدیمہ کو بغور دیکھنا شروع کیا۔ جب میں اُس مقام پر پہنچا جو درگاہ کے گوشہ شمال و مشرق کے برج اور شیخ ابوالفضل و فیضی کے مکان (مدرسہ) کے سامنے مشرق کی جانب اور اصطبل اسپان کی جنوبی دیوار سے ملا ہوا واقع ہے تو وہاں آثار قدیمہ کا ایک بڑا نشان نظر آیا جو نہایت بیکسی کے ساتھ زبان حال سے بول اُٹھا ؎

گذشتہ خاک نشینوں کی یادگار ہوں میں	مٹا ہوا سا نشانِ سر مزار ہوں میں

اس مقام کی تاریخی مطابقت - اس کی ظاہری لیکن مٹی ہوئی صورت دیکھکر مجھے پورا یقین ہو گیا کہ یہ ہی عبادت خانہ کی متبرک یادگار ہے۔ چاروں طرف اینٹ چونے۔ پتھر کا انبار لگا ہوا ہے۔ درمیان میں ایک پختہ مگر شکستہ چبوترہ بنا ہوا ہے جو ۴۶ فیٹ × ۴۲ فیٹ ہے۔ مغربی جانب وہ خاص باقی ماندہ نشان ہے جو اس خیال کو یقین کے درجہ پر پہنچانے والا ہے۔ یہ مغربی دیوار کا ۲۶ فیٹ لمبا بقیہ حصہ ہے جو اب تک موجود ہے۔ اس میں قناتی مسجد کی طرح طاق بنے ہیں۔ طاقوں کے ارد گرد چونے کی نفیس استرکاری پر تین جگہ اسم ”اللہ“ نہایت خوشخط لکھا ہے۔ ایک محراب دار طاق کے اندر ایک نہایت خوبصورت گلدستہ بنا ہوا ہے۔ دیوار کے اوپر نہایت نفیس رنگین کنگورے بنے تھے جن کا کچھ حصہ اب تک موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ صورت کسی رہنے کے مکان کی نہیں ہو سکتی اس کے قریب جو قبرستان ہے وہ شاہی زمانہ کے بعد کا ہے۔ کہن سال بزرگوں کا بیان ہے کہ اس جگہ چونے اور پتھر کا بہت بڑا انبار تھا جو قحط سالی کے ایام میں برابر کر دیا گیا اب بھی قرب و جوار میں دیواروں کے آثار اور چونے پتھر کے انبار لگے ہیں۔

اب اس عمارت کا تاریخی حال سُنیئے۔ جب اکبر کو فتوحات خداداد حاصل ہوئیں اور چھ سات برس کے عرصہ میں دور دور تک کے ملک زیر قلم ہو گئے اور کوئی مخالف ہندوستان میں نہ رہا تو جس طرح سلطنت کا دائرہ پھیلا ویسا ہی اعتقاد روز بروز زیادہ ہوتا گیا۔ اور پروردگار کی عظمت دل پر چھا گئی۔ دربار میں اکثر قال اللہ اور قال الرسول کا ذکر رہنے لگا

[1] دربار اکبری صفحہ ۳۷۔ منتخب التواریخ ترجمہ اُردو صفحہ ۲۹۱ - ۲۹۲

فتحپور کے محلات میں سب سے الگ ایک پُرانا حجرہ تھا اُس کے پاس ہی ایک پتھر کی سِل پڑی تھی۔ اکبر اندھیرے سے وہاں جا بیٹھتا اور صبح تک مراقبہ اور وظیفے میں مشغول رہتا تھا اکثر ساری ساری رات اسم یاہُو اور یا ہادی کے ذکر میں بسر کرتا تھا۔ اس ذوق شوق نے یہاں تک جوش مارا کہ ذیقعد سنہ ۹۸۲ھ ۱۵۷۴ء میں ایک عظیم الشان عمارت کی تعمیر کا حکم دیا جو حضرت شیخ سلیم چشتی رح کی نئی خانقاہ (درگاہ) کے پاس اُس حجرہ کے گرد جس میں کسی زمانہ میں شیخ عبداللہ نیازی خلوت نشین تھے سنہ ۹۸۳ھ ۱۵۷۵ء میں بن کر تیار ہوئی۔ چاروں طرف چار بڑے بڑے ایوان بنائے گئے۔ اور عبادت خانہ نام رکھا۔ ہر جمعہ کی نماز کے بعد جامع مسجد سے اکبر اس عبادت خانہ میں آکر دربار خاص کرتا تھا۔ مشائخ وقت۔ علما فضلا اور فقط چند مصاحب اور مقرّب درگاہ ساتھ ہوتے تھے۔ درباریوں میں اور کسی کو اجازت نہ تھی خدا پرستی اور خدا شناسی کی ہدایتیں اور حکایتیں ہوتی تھیں۔ اکثر رات کو بھی یہیں علمی جلسے اور علمی مسائل کی تحقیقاتیں ہوا کرتی تھیں۔ جب علماء جاہ طلب اور مشائخین زر پرست میں آگے پیچھے نشست کے اوپر جھگڑے ہونے لگے تو یہ آئین قرار پایا کہ امرا ایوان شرقی میں۔ سادات غربی میں۔ عُلما و حُکما جنوبی میں۔ اہل طریقت شمالی میں بیٹھا کریں اسی زمانہ میں تالاب انوپ تلاؤ [1] دولت سے لبریز تھا۔ لوگ آتے تھے اور اس طرح روپئے اشرفیاں لے جاتے تھے جیسے گھاٹ سے پانی۔ ملّا شیری اس پر بھی خوش نہ ہوئے اور ایک قصیدہ لکھ مارا جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

دریں ایّام دیدم جمع با اموال قارونی
عبادتہائے فرعونی عمارت ہائے شدّادی

صاحبِ منتخب التواریخ لکھتے ہیں کہ اکبر ہر صفت میں آکر طرح طرح کی علمی گفتگو کیا کرتا تھا ایوانوں میں آرایش و زیبایش بھی خوب کی جاتی تھی۔ گلدستے رکھے جاتے تھے۔ عطر چھڑکے جاتے تھے۔ اہل استحقاق کو بے شمار زر عطا ہوتا تھا۔ اعتماد خاں گجراتی کے کتب خانہ کی عمدہ عمدہ کتابیں لوٹ میں آئی تھیں وہ اسی مجلس میں اکبر نے بذات خود سب علما میں تقسیم کیں۔ سنہ ۹۸۶ھ ۱۵۷۸ء تک اسی قسم کی مجلسیں ہوتی رہیں۔ آخر کار علما کی باہمی

---

[1] اس کا مفصل حال دولت خانۂ خاص کے حال میں دیکھو

مخالفت اور لڑائی جھگڑے سے اکبر بد اعتقاد ہو گیا۔ ایک عالم ایک کام کو حلال کہتا تھا دوسرا اسی کو حرام ثابت کر دیتا تھا۔ بے علم بادشاہ نے جب یہ حال دیکھا تو حیران رہ گیا۔ روز بروز انکار بڑھتا گیا آخر ان باہمی لڑائی جھگڑوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ اسلام اور عام مذہب یکساں ہو گئے۔ بادشاہ کو ہر نکتے کی تحقیق اور ہر امر کے دریافت کا شوق تھا اس لئے ہر مذہب کے عالموں کو جمع کرنے لگا۔ سب کے مذہب کے حال دریافت کرتا اور سب کی سن کر اپنی من سمجھوتی کر لیتا تھا اگرچہ وہ بے علم انسان تھا مگر سمجھدار ضرور تھا چنانچہ کسی مذہب کا دعویدار اُسے پورے طور سے اپنی طرف نہ کھینچ سکا۔ ابوالفضل سنہ ۲۳ جلوس ۸۷-۹۸۶ھ میں لکھتے ہیں کہ اس سال بادشاہ نے ۲۰ ر ماہ الٰہی کو ایک عالی شان عمارت کا افتتاح کیا جس میں صوفی۔ حکیم۔ متکلم۔ فقیہ۔ سنی۔ شیعہ۔ برہمن۔ جتی۔ سیوڑہ۔ چارباک۔ نصاریٰ۔ یہودی۔ زردشتی اور ہر مذہب و ملت کے لوگ جمع ہو کر نہایت آزادی سے مذہبی گفتگو کرتے ہیں۔" لہ

دفتر خانہ

محل خاص کے جنوب کی طرف جو سنگین عمارت ہے وہ دفتر خانہ کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے وسیع صحن میں ہو کر محلات شاہی کی پختہ سڑک نکل گئی ہے۔ چند دن پیشتر تک اس میں ڈاک بنگلہ قائم تھا حال ہی میں ڈاک بنگلہ کی جدید عمارت تعمیر ہونے پر اس کو اصلی حالت میں کر دیا گیا ہے۔ اس میں ایک وسیع کمرہ اور برآمدہ ہے جو ۳ فیٹ بلند چبوترہ پر بنا ہے۔ کمرہ کا رقبہ ۳۷ ۱/۳ فیٹ × ۲۰ فیٹ ہے۔ اس میں ۳-۳ دروازے شمال و جنوب میں اور ایک ایک مشرق و مغرب میں ہے۔ جنوبی جانب کے درمیانی دروازہ کے آگے ایک شہ نشین بنی ہے۔ اندر بہت سی چھوٹی بڑی الماریاں اور طاق بنے ہیں۔ چھت سنگین لداؤ کا ہے۔ کمرہ کے شمال و مشرق اور مغرب میں برآمدہ ہے جو شرقاً غرباً ۸۱ ۱/۲ فیٹ اور شمالاً جنوباً ۴۷ ۱/۲ فیٹ ہے۔ اس میں دوہرے سنگین بلند ستون نصب ہیں۔ چھت پتھر کی پٹیوں

لہ اکبرنامہ جلد سوم صفحہ ۱۳۳

سے پٹی ہے۔ مشرق ومغرب میں چار چار اور شمال میں ۷ در ہیں۔ کمرہ اور برآمدے کی چھت کے قریب اکثر جگہ پتھر کے بڑے بڑے آنکڑے لگے ہیں جو بطخ کے منہ کے مشابہ تراشے گئے ہیں۔

اس عمارت کے مغربی جانب ۱۷ در کا اور شمال میں محل خاص کی خوابگاہ کے نیچے ۲۳ در کا سنگین دالان اور بنا ہے۔ کمرہ اور برآمدہ کے آگے نہایت وسیع اور کشادہ صحن ہے جس سے خیال ہوتا ہے کہ سابق میں یہاں کچھ اور بھی عمارت ہوگی۔ کیا عجب ہے کہ مکتب خانہ کی عمارت جس کا ذکر منتخب التواریخ میں ہے اسی جگہ ہو یا وہ یہی دفتر خانہ کی موجودہ عمارت ہو۔ مکتب خانہ سے یہ نہ سمجھئے کہ وہ کوئی لڑکوں کے پڑھنے کا مکتب تھا بلکہ یہ اُس عمارت کا نام تھا جس میں ترجمہ کا دفتر تھا۔ اکبر اگرچہ بے علم تھا مگر علم کا مذاق اور علوم وفنون کا شوق اور قدر دانی کا جوش اُسے ہندوستان کے کسی عالم بادشاہ سے ہرگز کم نہ تھا بلکہ سب سے بڑھا ہوا تھا۔ مشہور کتابوں میں شاید ہی کوئی ایسی کتاب ہوگی جو اُس کے سامنے نہ پڑھی گئی ہو۔ ترجمہ کا ایسا وسیع سرشتہ تھا کہ ہندوستان میں کسی بادشاہ کے عہد میں نہ تھا۔ مختلف زبان داں بیش قرار مشاہروں پر ملازم تھے۔ سنسکرت۔ یونانی۔ عربی کی کتابیں فارسی اور بھاشا میں ترجمہ کی جاتی تھیں جہاں یہ سب صاحبِ زبان بیٹھتے تھے اُس مقام کا نام مکتب خانہ تھا۔ مُلّا عبدالقادر بدایونی شیخ فیضی۔ مکمل خان گجراتی۔ مُلّا شیری۔ کشن جوتشی۔ گنگا دھر۔ مہیش۔ مہانند۔ خاص خاص اور اعلیٰ درجہ کے مترجم تھے۔ بہت سے خوشنویس اور مصوّر بھی اس دفتر میں ملازم تھے کہ کتابوں کو باتصویر مرتب کرتے تھے۔

مکتب خانہ (دفتر ترجمہ)

سکھ تال

دیوان عام اور محلات کی پختہ سڑک کے جنوبی جانب حکیموں کے مکان کے پاس ایک پختہ تالاب واقع ہے جو سکھ تال کے نام سے موسوم ہے۔ یہ ۱۰۰ فیٹ لمبا اور ۷۷½ فیٹ چوڑا اور ۲۱ فیٹ گہرا ہے۔ شمالی جانب تالاب میں اُترنے کے واسطے

سیڑھیاں بنی ہیں۔ باقی تینوں طرف ۶ ۳/۴ فیٹ چوڑا پختہ چبوترہ بنا ہے جس کے کنارے پر پختہ دیواریں قد آدم سے بلند بنی ہیں۔ مشرقی دیوار میں ایک چھوٹا سا کنواں بنا ہے جس میں اُترنے کے واسطے پتھر کے ٹکڑے لگے ہیں۔ محلات شاہی سے بذریعہ ایک پختہ نالی کے جو اَب تک موجود ہے اس کنوئیں میں پانی آتا تھا اور اس کے اندر ہو کر تالاب میں پہنچتا تھا۔ اکثر لوگ جو تاریخ سے ناواقف ہیں انوپ تلاؤ کی بخشش کو اس تالاب سے منسوب کر کے بیان کرتے ہیں کہ اسی مناسبت سے یہ سکّہ تال سے سکھ تال مشہور ہو گیا ہے۔ لیکن یہ بالکل غلط ہے۔

حکیم کا مکان

دیوان عام کی جنوبی دیوار سے سُکھ تال تک جو مکانات ہیں وہ حکیم کے مکان کے نام سے موسوم ہیں۔ آج صحیح طور سے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ کس حکیم کے قصر عالی کے نشانات ہیں مگر باقی ماندہ آثار سے یہ خیال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ کیا عجب ہے کہ یہ میر فتح اللہ شیرازی کا وہ مکان ہو جس کی تعریف ملک الشعرا فیضی نے اپنی اُس عرضداشت میں کی ہے جو باب اوّل میں نقل کی گئی ہے۔ موجودہ حالت کے دیکھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ کئی محل تھے۔ غالباً حکیم ابو الفتح گیلانی۔ حکیم ہمام۔ حکیم حسن اور میر فتح اللہ شیرازی سب کے محل اسی جگہ تھے۔ میر فتح اللہ شیرازی شیراز کے رہنے والے تھے۔ علی عادل شاہ والیٔ بیجاپور نے ان کے اوصاف و کمالات کا حال سُن کر لاکھوں روپے اور خلعت بھیجکر شیراز سے اپنے دربار میں بلایا تھا۔ سنہ ۹۸۸ھ/۱۵۸۰ء میں ابراہیم عادل شاہ نے انہیں کی سعی اور تدبیر سے تاج و تخت پایا۔ اکبر نے جب ان کے کمالات کی تعریف سنی تو انہیں طلبی کا فرمان بھیجا اور ابراہیم عادل شاہ کو بھی لکھا۔ صاحب منتخب التواریخ کہتے ہیں کہ ربیع الاوّل ۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء میں سیادت پناہ میر فتح اللہ شیرازی کہ واوی الہیات۔ ریاضیات۔ طبیعیات اور کل اقسام علوم عقلی و نقلی اور طلسمات و نیرنجات۔ و جر اثقال میں اپنا نظیر زمانہ میں نہیں رکھتا فرمان طلب کے بموجب عادل خان دکنی کے پاس سے فتحپور پہنچا۔ خانخاناں اور حکیم ابو الفتح

میر فتح اللہ شیرازی

حسب الحکم استقبال کے لئے گئے اور لاکر ملازمت کروائی۔ صدارت کے منصب پر اعزاز پایا اور پرگنہ لبسا و ر جاگیر میں ملا۔

سنہ ۹۹۳ھ / ۱۵۸۴ء میں عضد الدولہ۔ امین الملک کا خطاب ملا اور حکم ہوا کہ راجہ ٹوڈرمل کُل مہمات مالی و ملکی ان کی صلاح اور صواب دید سے فیصل کیا کریں۔ دفتر کے متعلق انہوں نے بہت سی اصلاحیں کیں۔ نئے نئے آئین و قوانین جاری کئے جو سب منظور ہوئے سنہ ۹۹۷ھ / ۱۵۸۸ء میں جبکہ بادشاہ کے ساتھ کشمیر جا رہے تھے راستہ میں بیمار ہوئے۔ بادشاہ خود عیادت کو گئے اور بہت تسلی اور دلداری کی۔ حکیم حسن اور حکیم مصری کو معالجے کے لئے بھیجا افسوس کہ اُن کے پہنچنے سے پہلے ملک بقا کو روانہ ہو گئے۔ بادشاہ کو بہت رنج ہوا۔ اور زبان سے یہ الفاظ نکلے ”کہ میر ہمارے وکیل تھے۔ طبیب تھے۔ منجم تھے۔ جو ہمارے دل کو صدمہ ہوا ہم ہی جانتے ہیں۔ اس درد کا وزن کون معلوم کرسکتا ہے۔ اگر اہل فرنگ کے ہاتھ میر پڑ جاتے اور وہ قدر ناشناس اُن کے عوض میں تمام خزائن بارگاہ سلطنت کے مانگتے تو ہم بڑی آرزو سے سودا کر لیتے کہ بڑا نفع کمایا اور جواہر بے بہا بہت ارزاں خریدا“ اِن کے کمالات کے حال میں شیخ ابوالفضل نے ایک مقام پر لکھا ہے ”کہ اگر علوم عقلی کی تمام پُرانی کتابیں نیست و نابود ہو جائیں تو وہ اس کی کچھ پرواہ نہ کرکے نئی بنیاد رکھ دیں“ ملا عبدالقادر لکھتے ہیں ”کہ تمام علوم عقلی و نقلی حکمت۔ ہیئت۔ ہندسہ۔ نجوم۔ رمل۔ حساب۔ نیرنجات۔ جرِ اثقال خوب جانتا تھا۔ اگر بادشاہ متوجہ ہوتے تو رصد باندھ سکتا تھا خصوصاً کلوں کے کام میں بہت خوب ذہن لگتا تھا“۔ سنہ الٰہی اکبرشاہی انہیں کی یادگار ہے۔ ایک چکی بنائی تھی کہ خود بخود چلتی تھی[۱]۔ ایک آئینہ ایجاد کیا تھا جسمیں دور و نزدیک کے عجائب و غرائب نظر آتے تھے۔ ایک جدید قسم کی توپ اور ایک بندوق ایسی بنائی تھی کہ ایک فیر میں ۱۲ گولیاں مارتی تھی۔

ملک الشعراء فیضی نے ان کے مرثیہ میں ایک ترکیب بند لکھا تھا جس کے چند شعر درج کئے جاتے ہیں ؎

۱؎ پَوَن چکی کا حال باب ششم میں ملاحظہ کیجئے۔

دگر ہنگام آں آمد کہ عالم از نظام اُفتد — جہانِ عقل را در نیم روز علم نیام اُفتد
ہمہ گنجینۂ اقبال در دستِ لیام آمد — ہمہ خونابۂ ادبار در کاسِ کرام اُفتد
حقیقت گم کند سر رشتۂ تحقیق مقصد را — معانی از بیاں ماند و الطاز کلام اُفتد
گرامی اُمہاتِ فضل را فرزند روحانی — ابوالآبائے معنی شاہ فتح اللہ شیرازی
مباہات از وجودِ کاملِ او بود دوراں را — بہ دورانِ جلال الدین محمد اکبر غازی
شہنشاہِ جہاں را از وفاتش دیدہ پُرنم شد — سکندر اشک حسرت ریخت کہ افلاطونِ عالم شد

اس کُل عمارت میں قابل بیان اور قابل دید صرف ایک بارہ دری یا دالان باقی رہ گیا ہے جو جنوبی جانب ایک نہایت بلند مقام پر دو منزلہ کے اوپر بنا ہوا ہے - یہ شرقاً غرباً ۷۷ فیٹ اور شمالاً جنوباً ۲۱¾ فیٹ ہے - آگے چھجّہ لگا ہے جس کے اوپر جالیدار کٹھرہ نصب ہے - جنوبی جانب چہ ہوادار در کھلے ہوئے ہیں - مغربی جانب اِس کی چھت پر چڑھنے کے واسطے زینہ بنا ہے - چھت کے اوپر یعنی سہ منزلہ پر ایک کمرہ ۳۰ فیٹ × ۲۱½ فیٹ بنا ہے اس میں تین تین دروازے شمال و جنوب میں اور چار مشرق میں کھلے ہوئے ہیں - مغربی دیوار میں چار دروازوں کے نشان بنے ہیں - کمرہ کی چھت اور آگے کا برآمدہ منہدم ہو گیا - اس میں نفیس چونے کی استرکاری پر بہت خوبصورت رنگین نقش و نگار بنے ہوئے تھے جن کی کچھ یادگار اب تک موجود ہے - یہ مقام نہایت بلند پر فضا اور دلچسپ ہے یہاں سے تمام فتحپور کی عمارات خصوصاً جنوبی حصّہ کا منظر دور دور تک پیش نظر ہو جاتا ہے نیچے اوپر اَور بھی بہت سے مکان بنے ہوئے ہیں مگر اُن کی حالت کچھ ایسی منقلب ہو گئی ہے کہ اُن کی پیمائش یا عمارت کا کچھ حال تحریر کرنا فضول معلوم ہوتا ہے - محل کے اندر ایک جگہ زنانہ حمام بنا ہوا ہے جس میں کئی غسل خانے موجود ہیں اُن کے اندر اب تک اچھے اچھے نقش و نگار باقی ہیں - قرب و جوار میں اَور بھی کئی حماموں کے نشان ہیں ان میں ایک وسیع حمام کسی قدر اچھی حالت میں ہے جو مشرق کی طرف واقع ہے اس میں کئی درجے اور غسل خانے ہیں - اگرچہ یہ شکستہ حالت میں ہے مگر اس کے باقی ماندہ خوبصورت نقش و نگار اس کی گذشتہ نفاست اور خوبصورتی کا منظر آنکھوں

حمام

کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ جنوبی حصہ کے ایک غسل خانہ میں سنگین فرش کا ایک ٹکڑہ کسی طرح باقی رہ گیا ہے وہ قابل دید ہے۔ سنگ سرخ میں کسی دوسرے پتھر کی لہریہ دار پچے کاری نہایت خوش نمائی اور صنعت سے کی گئی تھی جو اب باقی نہیں ہے۔ درمیانی درجہ میں ایک ہشت پہل حوض اور غسل خانوں میں نل نالیاں اب تک موجود ہیں مگر سب شکستہ حالت میں ہیں ؎

	یہ ہی دنیا کا کارخانہ ہے		ہر گھڑی منقلب زمانہ ہے	

جوہری بازار

دیوان عام کے مشرقی پھاٹک سے آگرہ دروازہ تک سڑک کے دونوں طرف پختہ اور سنگین بازار تھا جو جوہری بازار کے نام سے موسوم تھا۔ درمیان میں اُس مقام پر جہاں نوبت خانہ کی عمارت ہے چاندنی چوک تھا۔ اس وقت تک منہدمہ دوکانوں کے نشان موجود ہیں۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ کل بازار کی دوکانوں پر چونے کی استر کاری پر رنگین گلکاری کی گئی تھی۔ دیوان عام کی مشرقی دیوار سے ملی ہوئی گوشہ جنوب و مشرق میں کچھ عمارت اور تھی جس کا کچھ حصہ اب تک باقی ہے۔ اس کی چھت لداؤ کی ہے۔ کیا تعجب ہے کہ بازار کے کنارہ پر یہ ایک کارواں سرائے معزز سوداگروں کے قیام کے واسطے تعمیر کی گئی ہو۔

خزانہ

دیوان عام سے تھوڑے ہی فاصلہ پر اسی جوہری بازار کی سڑک کے جنوبی جانب خزانہ کی عمارت ہے اس کا بڑا حصہ منہدم ہو چکا ہے۔ جنوبی جانب تین دروازہ کا ایک کمرہ اور اُس کے آگے برآمدہ بنا ہے جس میں پانچ در ہیں۔ کمرہ کی دونوں بغلوں میں ایک ایک سینچی بنی ہے۔ بس یہ ہی عمارت باقی ہے لیکن اس کی بھی چھت اکثر جگہ سے گر گئی ہے مشرق اور مغرب میں دالان در دالان بنے تھے جن کی چھت راؤٹی نما پٹی تھی اب مشرقی

دالان کی صرف پیشانی اور مغربی دالان کی پشت کی دیوار باقی رہ گئی ہے۔ کمرہ میں ایک دروازہ جنوبی دیوار میں تھا جس کے آگے شہ نشین بنی تھی جو گر گئی۔

مغربی گوشہ کی سیڑھی کے اندر ایک کوٹھری بنی ہے جس میں گذشتہ نقش و نگار کا کچھ نمونہ اب تک باقی ہے منجملہ اُس کے مغربی دیوار میں ایک طاق کے اندر نہایت نفیس اور خوبصورت گلدستہ بنا ہوا ہے جو قابلِ دید ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ فتحپور کے سرکاری شفاخانہ میں اسی عمارت کا پتھر لگایا گیا تھا۔

ٹکسال

سڑک کے شمالی جانب خزانہ کے سامنے ٹکسال کی وسیع عمارت ہے جس کا رقبہ باہر سے ۳۶۴ فیٹ × ۳۳۰ فیٹ ہے اس کے چاروں طرف ۴۵ - ۴۵ فیٹ چوڑے دالان در دالان بنے تھے۔ جن کے در محرابدار اور چھت علیحدہ علیحدہ لداؤ کی گنبد نما ہے مشرق و مغرب میں ۱۴ - ۱۴ اور شمال و جنوب میں ۱۳ - ۱۳ در ہیں۔ کل عمارت میں موٹے موٹے چونے کی استرکاری ہے۔ چھت اکثر جگہ سے گر گئی ہے۔ درمیان میں بھی کچھ عمارت کے آثار ہیں۔ اب سُنا گیا ہے کہ لارڈ کرزن صاحب بہادر کے حکم سے اس کی مرمت بھی ہونے والی ہے چنانچہ آج کل صحن میں کھُدائی کا کام ہو رہا ہے۔ ایک حوض سا معلوم ہوتا ہے جس کے اندر سے راکھ نکل رہی ہے۔

اس عمارت کا افتتاح ۹۸۵ھ / ۱۵۷۷ء میں ہوا تھا۔ اس وقت تک ٹکسال کا اہتمام چودھریوں کے سپرد تھا۔ اس سال اُس کے واسطے علیحدہ مہتمم مقرر کئے گئے۔ چنانچہ آگرہ اور فتحپور کی ٹکسال کے داروغہ خواجہ عبد الصمد شیریں رقم مقرر ہوئے۔ چار یاری روپیہ سب سے پہلے اسی ٹکسال میں مسکوک ہوا تھا۔ ذیل میں اس ٹکسال کے چند مسکوک شدہ سکوں کے نمونے درج کئے جاتے ہیں

نمبر ۱ روپیہ وزن ۱۱½ ماشہ۔ ایک طرف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ حاشیہ پر بصدق ابی بکر۔ بعدل عمر۔ بحیائے عثمان۔ بعلم علی۔ دوسری طرف جلال الدین محمد اکبر بادشاہ

غازی خلد اللہ ملکہ۔
ضرب دارالسرور فتحپور ۹۸۹

نمبر۲ روپیہ وزن ۱۱½ ماشہ
نقش مطابق نمبر ا حاشیہ بریدہ
(سنہ) ۹۹۲

نمبر۳۔ پیسہ۔ وزن ایک تولہ
۸ ماشہ ۷ سرخ۔ ایک طرف
دارالضرب فتحپور۔ دوسری طرف
مہر الٰہی ۴۸

حال میں اسی عمارت سے ملا ہوا مشرق کی جانب ڈاک بنگلہ تعمیر کیا گیا ہے۔

نوبت خانہ یا نقّار خانہ

ٹکسال اور خزانہ کے آگے نقّار خانے کی عمارت ہے۔ یہ دراصل جوہری بازار کا چاندنی چوک تھا جس میں چاروں طرف دوکانوں کے نشان اب تک موجود ہیں۔ چونکہ اس کے مشرقی دروازوں پر شاہی نقّار خانہ تھا اور نوبت بجا کرتی تھی اس وجہ سے یہ نوبت خانہ اور نقّار خانہ کے نام سے موسوم ہو گئی۔

شمال اور جنوب اور مغرب میں ایک ایک اور مشرق میں برابر برابر تین عالیشان سنگین دروازے ہیں۔ درمیان میں ۱۵۷ فیٹ مربع چوک ہے جس کے اردگرد چار دیواری تھی اندر چاروں طرف دوکانیں بنی تھیں۔ مشرقی دروازوں کی چھت پر ۹۰ × ۲۲½ فیٹ بارہ دری بنی ہے جس میں شاہی نقّار خانہ تھا۔ اس بارہ دری میں ۱۸ استون ہیں جو اس

ترتیب سے نصب ہیں کہ بارہ دری دو درجوں میں منقسم ہو گئی ہے۔ مشرقی جانب تین دروازے لگے ہیں۔ چھت کے اوپر مشرقی گوشوں پر دو گنبد دار برجیاں بنی ہیں مشرقی دروازوں کے قریب گوشہ جنوب و مشرق میں ایک مربع چبوترہ پر جس کا ہر ضلع ۱۵ فیٹ ہے ایک برج بنا ہوا ہے جس سے آگے تھوڑے فاصلے پر ایک چھوٹی سی قناتی مسجد بنی ہے۔

بارہ دری متصل نقارخانہ مع آثار ملحقہ

نقارخانہ سے آگرہ دروازہ تک بہت سی عمارت منہدم پڑی ہے۔ جگہ جگہ پر اینٹ چونے کے انبار۔ حماموں کے دمدمے۔ دیواروں کے آثار۔ ٹوٹی پھوٹی شہ نشینیں دکھائی دیتی ہیں۔ ان میں ایک سنگین بارہ دری اچھی حالت میں ہے جو نقارخانہ کے سامنے شمال و مشرقی گوشے میں واقع ہے۔ یہ بہت بلند اور پُرفضا جگہ پر بنی ہے جہاں سے دور دور کا منظر پیش نظر رہتا ہے۔ اس میں ایک کمرہ اور اُس کے چاروں طرف برآمدہ بنا ہے کمرہ کا رقبہ ۳۲½ فیٹ × ۲۵ فیٹ ہے۔ شمال و جنوب میں ۳-۳ اور مشرق و مغرب میں ایک ایک دروازہ لگا ہے۔ چھت سنگین لداؤ کی ہے۔ برآمدہ شرقاً غرباً ۵۶ فیٹ اور شمالاً جنوباً ۴۸½ فیٹ ہے اس کی چھت سنگین کھپریل نما ہے جو منقش ستونوں پر قائم ہے۔ کمرہ کی بیرونی دیواروں پر جو برآمدہ میں ہیں سنگ سرخ کے اندر سفید پتھر کی جالدار پچے کاری کی گئی ہے۔

بارہ دری کے قرب و جوار میں کئی حمام شکستہ حالت میں موجود ہیں۔ شمالی جانب پہاڑ کے نیچے ایک بڑی باؤلی ٹوٹی ہوئی موجود ہے۔ جس میں سے غالباً اس جانب کے مکانات میں پانی پہنچتا تھا۔ سب سے آخر میں آگرہ دروازہ کے قریب ایک عالی شان دروازہ اور اُسی کے سامنے شمالی جانب پہاڑ کے کنارے پر ایک پُرفضا نشستگاہ باقی ہے نشستگاہ میں شمالی جانب تین دروازے ہیں اور گزشتہ نقش و نگار کے کچھ آثار بھی اب تک نمایاں ہیں۔ دروازہ کی چھت لداؤ کی ہے جس کے درمیان میں ایک بہت بڑا

اور خوبصورت پھول مزیّن ہیں جو قابلِ دید ہے۔ یہ بقیہ آثار خانخاناں مرزا عبدالرحیم خاں کی عالی شان حویلی کے بتائے جاتے ہیں۔ خان موصوف اکبری اور جہانگیری عہد کے ہفت ہزاری منصب دار تھے جن کی امارت و دریا دلی اور اُلو العزمی کے کارنامے ہندوستان میں بہت مشہور ہیں۔

حمّام محمد باقر

دیوان عام کی شمالی دیوار اور ٹکسال کی مغربی دیوار کے درمیان میں کسی عالی شان عمارت کے آثار ہیں جسے غلطی سے اکثر مؤرخین نے عبادت خانہ کے آثار بتائے ہیں۔ اس کے مغربی جانب سیکری گھاٹی سے ملا ہوا یہ حمّام واقع ہے۔ اس کے کتبہ سے جو اب حمّام کے شمال و مغربی گوشے میں ایک چبوترہ یا قبر پر رکھا ہوا ہے اور جو پہلے اس عمارت پر نصب تھا ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حمّام محمد باقر کا بنایا ہوا ہے۔ محمد باقر مذکور اکبری عہد میں منصب سہ صدی پر سرفراز تھے۔ کتبہ مذکور نستعلیق حروف میں ہے جس پر یہ عبارت کندہ ہے۔ یا آتش خانہ بندۂ درگاہ محمد باقر سفرہ چی۔

حمّام کا دروازہ جنوبی جانب ہے۔ اس میں داخل ہو کر اوّل ایک دو منزلہ کمرہ ملتا ہے جو ۱۸½ فیٹ × ۱۰¾ فیٹ ہے۔ اس میں ایک دروازہ مغربی جانب اور دوسرا شمالی جانب بڑے کمرہ میں اور تیسرا وہی ہے جس میں ہو کر اس کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ بڑا کمرہ ۳۳½ فیٹ × ۱۶½ فیٹ ہے جس میں دو دروازے ۶ فیٹ ۱۱ انچ آثار کے مغربی جانب اور ایک ایک شمالی اور جنوبی اور مشرقی جانب ہے۔ مشرقی جانب کے دروازہ میں ہو کر اصلی حمّام میں پہنچ جاتے ہیں۔ جس میں دو درجہ اور ہر ایک میں کئی کئی غسل خانے ہیں۔ سرد اور گرم پانی کے علیحدہ علیحدہ حوض بنے ہیں۔

کمروں اور غسل خانوں کے اندر چونے کے نفیس صندلے پر خوشنما رنگ کے نقش و نگار اور منبت کاری کے پھول پتے بنے تھے جو کہیں کہیں اب تک اصلی حالت پر قائم ہیں چنانچہ بڑے کمرہ کی چھت کے وسط میں ایک بڑے دائرہ کا پھول کا نصف حصہ باقی

رہ گیا ہے جو سفید زمین پر لاجوردی اور مختلف رنگوں سے بنایا گیا ہے۔ اس میں اب تک ایسی آب ہے کہ حال کا تیار کیا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

حوض شیریں یا سُکھ تال (شمالی)

دیوان خاص اور آنکھ مچولی کے شمالی جانب اور حمام محمد باقر کے سامنے مغربی جانب ایک پختہ تالاب واقع ہے جو سُکھ تال اور حوض شیریں دونوں نام سے موسوم ہے۔ یہ ۹۸ فیٹ لمبا اور ۹۸ فیٹ چوڑا اور ۲۳ فیٹ گہرا ہے۔ جنوبی جانب پانی میں اُترنے کے واسطے سیڑھیاں بنی ہیں اور اردگرد ۹½ فیٹ چوڑا پختہ چبوترہ بنا ہے۔ تالاب کے جنوبی جانب ۱۹ درکا وہ سنگین دالان ہے جس کی چھت پر دیوان خاص اور آنکھ مچولی کا شمالی صحن ہے۔ اسی دالان میں مشرقی جانب ۱۰ فیٹ × ۲ فیٹ جھرنا لگا ہے محل خاص کے حوض سے پچیسی اور دیوان خاص کے فرش کی نالی پر ہوتا ہوا پانی اس جھرنے کے ذریعہ سے نیچے اُترتا تھا اور پھر نالی میں ہوتا ہوا اس تالاب میں پہنچتا تھا۔ تالاب کے نیچے شمالی جانب ۵ درکا اور مغربی جانب ۴ درکا دالان بنا ہے جس کی چھت لداؤ کی ہے۔ ابوالفضل اکبرنامہ میں بواقعات ۲۷ جلوس (۱۵۸۲ء) لکھتے ہیں "دو فتحپور کے پہاڑ کے اوپر شمالی جانب ایک نہایت دل کشا حوض اکبر کے حکم سے تعمیر کیا گیا تھا۔ ایک دن اکثر بندگان عشرت دوست اس کے کناروں پر بیٹھے ہوئے تفریح کر رہے تھے بادشاہ سلامت بھی مع شاہزادوں کے رونق افروز تھے۔ کسی جگہ شطرنج کا شغل تھا کسی جگہ گنجفہ کھیلا جا رہا تھا۔ غرضکہ مختلف مقامات پر اسی قسم کے دل بہلاؤ کے مشغلے جاری تھے یکایک حوض کا ایک ضلع شق ہوا اور پانی جو حوض میں لبالب بھرا ہوا تھا طوفان کی طرح بہنا شروع ہوا۔ اگرچہ ذات قدسی کی موجودگی کی وجہ سے بندگان دولت نے اس بلاخیز طوفان سے نجات پائی لیکن مکانات زیریں اور عوام آدمیوں کو نقصان پہنچا۔ باوجود اس کے کہ انبوہ کثیر تھا مگر روشناس آدمیوں میں سوائے مدّی چیتہ بان کے اور کوئی آدمی ضائع نہیں ہوا۔ بادشاہ نے معبود حقیقی کا شکریہ ادا کر کے بہت کچھ

خیرات کی۔"

فیل خانہ

اکبر کو ہاتھیوں کا بڑا شوق تھا اور یہ شوق فقط شاہوں اور شہزادوں کا سا معمولی شوق نہ تھا بلکہ ہاتھیوں کی وجہ سے اکثر مُہمّیں قائم ہوگئیں۔ جن میں لاکھوں کڑوروں روپئے صرف ہوگئے۔ ہزاروں سر کٹ گئے۔ خود ہاتھی پر خوب بیٹھتا تھا۔ کیسا ہی مست سرشور۔ آدم کش ہاتھی ہوتا۔ وہ بے لاگ اُس کے پاس جاتا اور کبھی دانت اور کبھی کان پکڑ کر فوراً گردن پر سوار ہوجاتا تھا۔ فیل خانہ میں ہمیشہ پانچ اور چھ ہزار کے درمیان میں ہاتھی موجود رہتے تھے۔ فتحپور میں سُکھ تال (حوض شیریں) کے سامنے نگر کی سڑک کے شمالی جانب فیل خانہ کی عمارت تھی جو اَب منہدم ہوگئی لیکن بہت سے ستون اب تک کھڑے ہوئے ہیں جو فیل خانہ کے نام سے موسوم ہیں۔

لنگر خانہ اہلِ اسلام

نگینہ مسجد کے نیچے مغرب کی جانب مسلمانوں کا لنگر خانہ ہے جس میں اکبر کے عہد میں مسلمان فقیروں کو کھانا تقسیم کیا جاتا تھا اس میں ایک سہ دری اور اُس کے آگے برآمدہ بنا ہے جو ۳۸ × ۲۲ فیٹ ہے۔ چھت سنگین کھپریل نما ہے۔

ابوالفضل ۲۳ جلوس میں لکھتے ہیں۔ "کہ اس سال بادشاہ نے اطراف دارالسلطنت (فتحپور) میں چند عالی شان غریب خانے تعمیر کرائے اور اُن میں غربا اور مساکین کے کھانے پینے اور پوشش کا انتظام نہایت سیر چشمی سے کیا اور رحم دل اُمرا کو ان کا اہتمام سپرد کیا"

مُلّا عبدالقادر بدایونی ۹۹۹ھ ۱۵۹۱ء میں لکھتے ہیں کہ اس سال اکبر نے مسلمان اور ہندو فقیروں کو کھانا کھلانے کے واسطے دو مکان بنوائے اوّل کا خیر پورہ اور دوسرے کا دھرم پورہ نام رکھا۔ سب فقیروں کو بادشاہی لنگر سے کھانا ملتا تھا۔ اِن کا اہتمام شیخ ابوالفضل کے نوکروں کے متعلق کیا گیا"۔

لنگر خانہ اہل ہنود

لنگرخانہ اہل اسلام کے سامنے سڑک کے شمالی جانب قریب قریب اسی نمونہ کی دوسری عمارت ہے جو ہندوؤں کا لنگرخانہ مشہور ہے۔ اس میں ہندو محتاجوں کو پکا پکایا کھانا اور خشک غذا ملتی تھی۔ اِس کا طول ۳۶ ½ فیٹ اور عرض ۱۳ فیٹ ہے۔

کبوتر خانہ

دنیا میں کوئی شغل اور کوئی شوق ایسا نہ تھا جس میں اکبر کو کچھ نہ کچھ دخل نہ ہو چنانچہ کبوتر بازی کے بھی عاشق تھے۔ انواع و اقسام کے کبوتر شہر شہر بلکہ ولایتوں سے منگا کر اکٹھا کئے تھے۔ عبداللہ خان اُزبک والیٔ توران کو لکھکر وہاں سے گرہ باز کبوتر منگائے تھے۔ آیئن اکبری میں جہاں اور کارخانوں کے آیئن وضوابط لکھے ہیں وہاں کبوتر بازی کا بھی آیئن آیئن نشاط بازی کے نام سے موجود ہے۔ شیخ ابوالفضل نے ایک مقام پر اکبرنامہ میں لکھا ہے کہ ایک دن کبوتر اُڑ رہے تھے وہ بازیاں کرتے تھے۔ آپ تماشہ دیکھتے تھے کہ ایک خاصہ کے کبوتر پر بہری گری۔ اکبر نے للکار کر آواز دی کہ خبردار۔ بہری جھپٹا مارتے مارتے رُک کر ہٹ گئی۔ اور پھر نہ آئی"۔ رقعات ابوالفضل میں ایک فرمان مرزا عبدالرحیم خانخاناں کے نام ہے۔ اُس میں کبوتروں ہی کا ذکر ہے اور ایک ایک کبوتر کا نام بنام حال لکھا ہے۔

فتحپور میں ہتیا پول اور سنگین برج کے پاس جو برج بنا ہے وہ کبوتر خانہ کے نام سے موسوم ہے یہ مربع ہے جس کا اندر سے ہر ضلع ۷ ۴ ½ فیٹ ہے۔ چاروں طرف چار دروازے اور اُن کی بغلوں میں دو دو الماریاں (بڑے طاق) اور اُن کے اوپر طاق بنے ہیں۔ چھت اندر کی گنبدنما ہے جس کے وسط میں ایک پھول بنا ہے۔

سنگین برج

یہ برج باہر سے سنگ سرخ اور اندر سے پتھر و چونے کا بنا ہے جو ہتیا پول اور کبوتر خانہ کے قریب واقع ہی۔ وسط میں ایک کمرہ ۳۳ فیٹ × ۱۵ فیٹ ہی۔ جس میں ۳-۳ دروازے مشرق و مغرب کی جانب اور ایک ایک دروازہ شمال و جنوب کی جانب لگا ہے چھت لداؤ کی ہے جس میں چونے کی استرکاری ہی۔ اس کمرہ کے مشرق و مغرب میں ایک ایک کمرہ جنوب میں تین در کا برآمدہ۔ اور گوشہ شمال و مشرق اور شمال و مغرب میں ایک ایک کوٹھری بنی ہی جس میں ایک دو منزلہ ہی۔ کوٹھریوں میں گذشتہ نقش و نگار کا کچھ نمونہ باقی ہی۔ چاروں طرف گیلری نما راستہ بنا ہے۔ باستثنائے جانب جنوب ہر طرف چھجہ لگا ہے جس پر کٹہرے کے نشان موجود ہیں۔

منتخب التواریخ سے واضح ہے کہ جب سنہ ۹۸۲ھ / ۱۵۷۴ء میں مرزا اسلیمان حاکم بدخشاں فتحپور میں آئے تو اسی برج میں ٹھیرائے گئے تھے۔ یہیں نقار خانہ تھا جس پر نوبت بجا کرتی تھی۔ اس کے مغربی جانب کسی منہدمہ عمارت کے نشان دور تک چلے گئے ہیں۔

داروغہ کا مکان

سنگین برج کے قریب مغرب کی جانب اور کارواں سرائے کے جنوبی جانب پہاڑ کے اوپر یہ مکان واقع ہے جس کی نسبت مشہور ہے کہ یہ داروغہ اصطبل اور مہتمم کارواں سرا کے رہنے کے واسطے بنایا گیا تھا اس میں ایک کمرہ شرقاً غرباً ۳۰ فیٹ ۵ انچ × ۱۷ فیٹ اور دوسرا کمرہ اُس کے مغربی جانب شمالاً جنوباً ۳۱ فیٹ ۳ انچ × ۱۶ فیٹ ۱۰ انچ اور مشرق میں ایک کوٹھری اور آگے ۵ در کا برآمدہ ۵۰ فیٹ × ۱۸ فیٹ بنا ہے۔ مغربی کمرہ کی دیوار گر گئی ہے۔ بعض بعض مقامات کے نقش و نگار اصلی حالت میں اب تک موجود ہیں جن سے اس مکان کی گزشتہ خوبصورتی کا اندازہ کیا جاسکتا ہی۔ چھت کے اوپر بھی کچھ عمارت کے آثار پائے جاتے ہیں۔

مثمن برج

یہ سنگین برج ہتیا پول کے قریب واقع ہے۔ اس میں چاروں طرف ۱۱ دروازے ہیں

یہ دراصل اُس زنانہ راستہ کا ایک درمیانی برج تھا جو جودھ بائی کے محل سے حرم مینار تک گیا تھا۔ اس راستہ کا حال محل جودھ بائی کے بیان میں تحریر ہو چکا ہے

ہاتھی پول یا ہتیاپول

یہ محلات شاہی کا مشہور عالیشان دروازہ ہے جو محلات کے مغربی جانب شمالی گوشے میں واقع ہے اِس کے نیچے کا حصہ شمالاً جنوباً ۴۰ فیٹ اور شرقاً غرباً ۱۵ فیٹ ہے۔ مشرقی اور مغربی گوشوں میں سہ دریاں اور اُن کے اندر ایک ایک کوٹھری بنی ہے۔ ان سہ دریوں کا رقبہ ۷ فیٹ ۱۰ انچہ × ۱۰ فیٹ ۳ انچہ ہے۔ دروازہ کی چھت لداؤ کی گنبد نما کر کی ساخت کی ہے جس کے درمیان میں ایک خوبصورت سنگین پھول دس پتّیوں کا مزین ہے۔ پھاٹک کے آگے دونوں جانب ۱۲½ فیٹ کی بلندی پر دو سنگین ہاتھی چبوتروں پر بنے ہوئے ہیں جو پتھر کے کئی ٹکڑوں سے بنائے گئے ہیں۔ ان ہاتھیوں کی لمبائی ۱۲ فیٹ ۸ انچہ ہے اور تخمیناً ۱۲ فیٹ بلند ہیں۔ دونوں ہاتھیوں کی سونڈیں ملاکر محراب بنائی گئی تھی جو اَب قائم نہیں رہی۔

چھت کے اوپر ایک مستطیل کمرہ ۴۹ فیٹ ۲ انچہ × ۹ فیٹ ۱۰ انچہ بنا ہے۔ جس کے جنوبی جانب ۲۴ فیٹ ۱۰ انچہ چوڑا صحن ہے کمرہ میں ۷ دروازے اور ایک کھڑکی جنوب کی جانب اور چھ مورچے شمالی دیوار میں بنے ہیں۔ دروازہ کے اندر یعنی جنوبی جانب چوک ہے جس میں دالان بنے تھے۔ ان میں کچھ گر گئے۔ کچھ باقی ہیں۔

باب چہارم

عمارات جانب شمال

پہاڑ کے نیچے کی شمالی جانب کی عمارتیں

بارہ دری متصل آبادی موضع سیکری

یہ سنگین بارہ دری موضع سیکری کی آبادی کے جنوبی جانب پہاڑ کے نیچے واقع ہے۔ اس کی نسبت کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کس کی تعمیر کردہ ہے۔ اس میں ایک کمرہ ۴۴ فیٹ ۳ انچہ × ۱۷ فیٹ ۵ انچہ ہے۔ جس میں تین دروازے شمالی جانب اور ایک ایک مشرق و مغرب میں ہے۔ چھت سنگین لداؤ کی تھی جو گر گئی اب بہت تھوڑا حصہ باقی رہ گیا ہے۔ اندر بہت سے طاق اور الماریاں بنی ہوئی ہیں۔ کمرہ کے آگے تینوں جانب برآمدہ تھا جس میں مغربی برآمدہ گر گیا۔ شمالی برآمدہ ۵۴ فیٹ × ۱۱ فیٹ ۲ انچہ ہے۔ اس میں ۶ در ہیں۔ مشرقی برآمدہ تین در کا ہے جو ۲۳ فیٹ × ۱۱ فیٹ ۲ انچہ ہے دونوں برآمدوں کی چھت پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہے۔ عمارت کے گرد سرکار کی جانب سے اب تار لگ گیا ہے اور کچھ مرمت بھی کی گئی ہے۔

کارخانہ آب رسانی (شمالی)

فتحپور کے تمام شاہی محلات اور کارخانجات کے مکانات پہاڑ کے اوپر تعمیر کئے گئے ہیں جہاں پانی کا نام و نشان بھی موجود نہ تھا اور آب کشوں کے ذریعہ سے اس قدر بلندی پر افراط کے ساتھ پانی پہنچانا نہ صرف دقت طلب بلکہ ناممکن تھا لہذا اُس زمانہ کے باکمال انجنیروں نے نہایت دانشمندی اور صناعی سے پہاڑ کے نیچے شمالی اور جنوبی جانب دو کارخانہ آب رسانی کے قائم کر کے پہاڑ پر پانی پہنچایا اور وہاں سے بے شمار پختہ نالیوں۔ حوضوں نلوں۔ تالابوں کے ذریعہ سے تمام شاہی مکانات۔ باغات۔ اور حماموں کے اندر پہنچا دیا۔

باؤلی

یہ شمالی کارخانہ ہتیا پول کے قریب واقع ہے۔ سب سے پہلے ایک وسیع عمارت باولی کی ہے جو باؤلی کے چاروں طرف بنی ہے۔ باولی میں اُترنے کے واسطے سیڑھیاں موجود ہیں۔ اوپر چار توڑے لگے ہیں جن کے اوپر چرخ کا پتھر رکھا گیا تھا۔ یہ توڑے بہت بڑے بڑے ہیں جو پتھر کے چھ چھ ٹکڑوں سے مرکب ہیں۔ باولی کے درمیانی حصہ میں

جو عمارت ہے اُس میں شمال و جنوب کی طرف ایک ایک ہشت پہل کمرہ بنا ہے جس کا قطر ۲۷ فیٹ اور ہر ضلع ۱۰ فیٹ ہے - اسی طرح کے کمرے حوض نمبر ۱ و ۲ کے اردگرد بھی بنے ہیں - اِن کمروں میں نیچے اوپر دو دو پتھر کی شہتیر نما پٹیاں نصب کی گئی ہیں جن کے درمیان میں سوراخ ہے - اب یہ کسی کمرہ میں باقی رہ گئی ہیں اور کسی میں موجود نہیں ہیں ہر کمرہ میں انہیں نیچے اوپر کی پٹیوں کے سوراخوں کے درمیان میں کوئی خاص کل یا کسی قسم کے چرخدار پہیے جن کا سمجھنا ہماری عقل سے باہر ہے ایسے لگائے گئے تھے جو پانی کو بذریعہ پینپ کے باؤلی کے اندر سے کھینچکر اوپر پہنچا دیتے تھے - باؤلی کا قطر ۲۲½ فیٹ اور گہرائی موجودہ حالت میں کہ ملبہ سے پٹی پڑی ہے ۴۴ فیٹ ہے - باولی سے مغرب کی جانب ۶۱ ¾ فیٹ کے فاصلے پر ایک حوض بنایا ہے جس کے اوپر کنوئے کا سا گولہ قائم کرکے اوپر سے کنوئے کی شکل کا بنا دیا ہے - درمیان میں دو رویہ آٹھ آٹھ سنگین ستون نصب کرکے اُن کی چھت پر پختہ نالی بنائی ہے - باولی سے پانی نکل کر اِس نالی میں ہوتا ہوا پہلے حوض میں جمع ہوتا تھا -

حوض نمبر ۱

اس حوض کے گولہ کا قطر ۱۳½ فیٹ اور بلندی ۳۳ فیٹ ہے - اس کے شمال و جنوب میں پانی کھینچنے کے دو کمرے اُسی طرح کے بنے ہیں جیسے باولی کے اردگرد بنے ہیں - ان کی شکل مربع ہے جس کا ہر ضلع ۲۳ فیٹ ہے -

حوض نمبر ۲

حوض نمبر ۱ سے اُسی طریقہ سے پانی کھینچکر بذریعہ ایک پیچدار پختہ نالی کے کہ جو ۲۹ + ۷۶½ + ۱۷½ + ۲۵½ = ۱۴۸½ فیٹ ہے دوسرے حوض میں جمع ہوتا تھا اس حوض کی قطع مثل حوض نمبر ۱ کے ہے قطر ۱۳½ فیٹ اور گولے کی بلندی ۲۶ فیٹ ہے اس کے مشرق و مغرب میں بھی اُسی قطع اور اُسی پیمائش کے کمرے بنے ہیں جیسے حوض نمبر ۱ کے شمال و جنوب میں ہیں -

حوض نمبر ۳

تیسرا حوض ہتیا پول سے ملا ہوا سنگین دیوار کے نیچے بنا ہے - یہ ۲۷ فیٹ لمبا ۶ فیٹ چوڑا ۹ ¾ فیٹ گہرا ہے - حوض نمبر ۲ و نمبر ۳ کی درمیانی نالی اب موجود نہیں رہی لیکن درمیانی فاصلہ ۴۷ فیٹ ہے - اس حوض کے اوپر کوئی گولہ وغیرہ نہیں بنا -

یہاں پرکسی دوسرے طریق سے جس کا اب کوئی نشان نہیں پایا جاتا ۳۵ فیٹ کی بلندی پر پانی کھینچ کر دیوار کے اوپر پہنچایا جاتا تھا جہاں اُن دو چھوٹے چھوٹے حوضوں میں جمع ہوتا تھا جو اب بھی موجود ہیں۔ ان دونوں حوضوں میں جب پانی بھر جاتا تھا تو اُس پختہ نالی کے ذریعہ سے جو ہتیا پول کے چوک کے شمالی دالانوں کی چھت پر جو اب منہدم ہوگئے بنی تھی حوض نمبر۴ میں جمع ہوتا تھا۔ اس مقام کا درمیانی فاصلہ ۱۲۹ فیٹ ہے۔ حوض نمبر۴ ۳۰ ۱/۲ فیٹ لمبا۔ ۵ فیٹ چوڑا اور ۳ فیٹ گہرا ہے۔ اس حوض سے کسی نامعلوم طریق پر ۲۵ فیٹ کی بلندی پر پانی پہنچایا جاتا تھا۔ جہاں سے ۴۵ + ۲۵ = ۷۰ فیٹ ایک پختہ نالی میں بہہ کر دو شاخوں میں منقسم ہو جاتا تھا۔ ایک شاخ بیربل کے مکان کی طرف اور دوسری جودھابائی کے محل کی طرف گئی تھی چونکہ اس کے آگے کی دیوار منہدم ہوگئی لہذا یہیں سے سلسلہ شکست ہوگیا ہے لیکن تمام محلات اور عمارات کے اندر پختہ اور سنگین نالیاں اب تک موجود ہیں۔

(حاشیہ: حوض نمبر۴)

یہ تو غالباً آپ سمجھ ہی گئے ہونگے کہ باؤلی کی سب سے اوپر کی سطح کے برابر حوض نمبر۱ اور حوض نمبر۱ کے اوپر کے گولے کی برابر حوض نمبر۲ بنایا گیا تھا اور اسی طرح برابر پانی اوپر چڑھتا ہوا پہاڑ کے اوپر پہنچا لیکن آپ کو اس حساب کے لگانے میں کہ پانی کتنی بلندی پر پہنچایا گیا اور اوپر پہنچنے تک کتنا فاصلہ اُس کو طے کرنا پڑا کچھ دقت ہوگی لہذا اس کا حساب ہم ذیل میں درج کئے دیتے ہیں۔ اس حساب میں اس بات کا اور اندازہ کر لیجئے کہ باؤلی اور سب حوض کئی کئی فٹ مٹی کوڑے سے پٹے پڑے ہیں۔

(حاشیہ: بلندی) گہرائی باؤلی ۴۴ + ۳۳ (حوض نمبر۱) + ۲۶ (حوض نمبر۲) + ۳۵ (حوض نمبر۳) + ۲۵ (حوض نمبر۴) = ۱۶۳ فیٹ

(حاشیہ: نالی) درمیان باؤلی و حوض نمبر۱ ۶۱ ۳/۴ + ۱۴۸ ۱/۲ (حوض نمبر۱ و ۲) + ۴۷ (حوض نمبر۲ و ۳) + ۱۲۹ (حوض نمبر۳ و ۴) + ۷۰ = ۴۵۶ ۱/۴ فیٹ

گیروانل

کارواں سرائے اور سنگین بُرج کے درمیان پہاڑ کے نیچے ایک بڑا نل بنا ہوا ہے جو گیروانل کے نام سے موسوم ہے بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے نیچے گیرو کی کان ہے۔ اس کا راستہ

مغرب کی جانب ہے۔

کارواں سرائے

ہتیاپول کے قریب کارواں سرائے کی وسیع عمارت ہے جس کا رقبہ باہر سے ۳۲۵ × ۳۲۵ فیٹ ہے۔ اس کے چاروں کونوں پر چار برج اور چار دیواری کے اوپر کنگورے بنے ہیں۔ شمالی جانب شاندار پھاٹک ہے۔ تین جانب یک منزلہ اور جنوبی جانب سہ منزلہ عمارت تھی۔ دو منزلیں اب تک موجود اور تیسری منزل کی صرف نمود باقی ہے چاروں طرف کوٹھریاں اور اُن کے آگے برآمدے ہیں۔ چاروں کونوں پر مربع شکل کے چار مکان بنے ہیں جن کے چاروں طرف سہ دریاں اور درمیان میں چھوٹا سا صحن چھوٹا ہوا ہے۔ چاروں طرف کی عمارت کے درمیان میں وسیع صحن ہے جس میں ایک پختہ کنواں بنا ہے۔ تمام عمارت پر چونے کی استرکاری ہے اور باقی ماندہ نقش و نگار سے جو کہیں کہیں باقی رہ گئے ہیں پتہ چلتا ہے کہ تمام عمارت پر مختلف رنگوں سے نہایت خوبصورت گلکاری کی گئی تھی۔ اس کی اندرونی عمارت بہت منہدم ہو گئی ہے سنا گیا ہے کہ لارڈ کرزن صاحب بہادر چلتے چلتے اس کی مرمت کے واسطے بھی منظوری دے گئے ہیں۔ خدا کرے کہ یہ خبر سچ ہو اور اس قدیم یادگار کی بھی مرمت ہو جائے اس کارواں سرائے میں اطراف عالم کے سوداگر انواع و اقسام کے بیش بہا سامان اور نفیس نفیس اشیاء اور عمدہ عمدہ ہاتھی گھوڑے فروخت کے واسطے لاتے تھے۔ سب سے نیچے کے درجہ میں ہاتھی گھوڑوں کے سوداگر اور عام سیّاح اور مسافر ٹھیرائے جاتے تھے۔ دوسری منزل میں قیمتی اشیاء کے سوداگر رہتے تھے۔ اور سب سے اوپر کی منزل جواہرات کے سوداگروں کے واسطے مخصوص اور جوہری خانہ کے نام سے موسوم تھی۔ رات کے وقت دروازہ بند ہو جاتا تھا اور حفاظت کا انتظام شاہی جانب سے کیا جاتا تھا۔ چنانچہ تیسری منزل سے ملا ہوا پہاڑ کے اوپر مہتمم کارواں سرائے کا مکان تھا جو اب داروغہ کا مکان کہلاتا ہے۔

اسی کارواں سرائے میں جس دن ایران کا مشہور سوداگر ملک مسعود آکر ٹھیرا تھا۔ اور اُس کے قافلہ کے ساتھ ایک مصیبت زدہ مگر شریف والدین اپنی نومولود لڑکی کے ساتھ

ٹھیرے تھے کون خیال کرسکتا تھا کہ یہی گمنام بچی چند ہی مدت میں ہندوستان کی سلطنت کی مالک بنکر تاریخی دنیا میں عالمگیر شہرت حاصل کریگی۔ ہمارے تاریخ داں ناظرین تو سمجھ ہی گئے ہونگے بقیہ ناظرین کو ہم بتائے دیتے ہیں کہ یہ لڑکی مرزا غیاث (اعتماد الدولہ) کی بیٹی مہرالنسا تھی جو جہانگیری عہد میں مہرالنسا سے اوّل نورمحل اور اُس کے بعد نورجہاں ہو کر کل سلطنت کی ایسی مالک ہوگئی کہ سکہ پرضرب تمام فرمانوں پر مُہر اُسی کی ہونے لگی جسدن یہ قافلہ فتحپور میں وارد ہوا اُس کے دوسرے دن ملک مسعود دربار اکبری میں حاضر ہوا اور ایران سے تحائف پیش کرنے کے بعد مرزا غیاث اور اُس کے بڑے بیٹے ابوالحسن (آصف خاں ممتاز محل کا باپ) کو پیش کر کے عرض کیا کہ حضور کے واسطے دو جاندار جواہر بھی لایا ہوں اگر یہ تربیت کئے جائیں تو بے مثل اور لاجواب ہونگے۔ کمال کے جوہری نے قیافہ کی کسوٹی سے ان کی لیاقت کا حال معلوم کر کے ملازمت شاہی میں منسلک کیا۔ آگے کا حال سب کو معلوم ہے کہ ان کے کمال نے کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔

باغ

کاروان سرائے کے مشرق کی جانب ایک وسیع قطعہ اراضی میں مسافروں اور سوداگروں کی تفریح کے واسطے ایک باغ لگایا گیا تھا۔ جس میں ایک بارہ دری اور ایک حمام شکستہ حالت میں اب بھی موجود ہے۔

بازار و مسجد

مغربی دیوار سے ملا ہوا ایک دوسرا احاطہ تھا جس کی اب صرف جنوبی دیوار باقی ہے اس کے وسط میں ایک قنانی مسجد بنی ہوئی ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہاں بازار تھا۔ بعض باغ بیان کرتے ہیں۔

حرم مینار (ہرن مینار)

ہتیاپول کے سامنے اور کاروان سرائے کے قریب یہ مینار واقع ہے جو عام طور سے ہرن مینار کے نام مشہور ہے۔ چونکہ محلات سے اس مینار تک ایک پردہ دار زنانہ راستہ بنا ہوا تھا اور بیگمات اور شہزادیاں تفریح کے واسطے یہاں تک آیا کرتی تھیں۔ اس وجہ سے یہ حرم مینار کے نام سے مشہور ہو گیا جسے عوام نے اب ہرن مینار بنا دیا ہے۔ اس کی نسبت

حرم مینار (ہرن مینار)
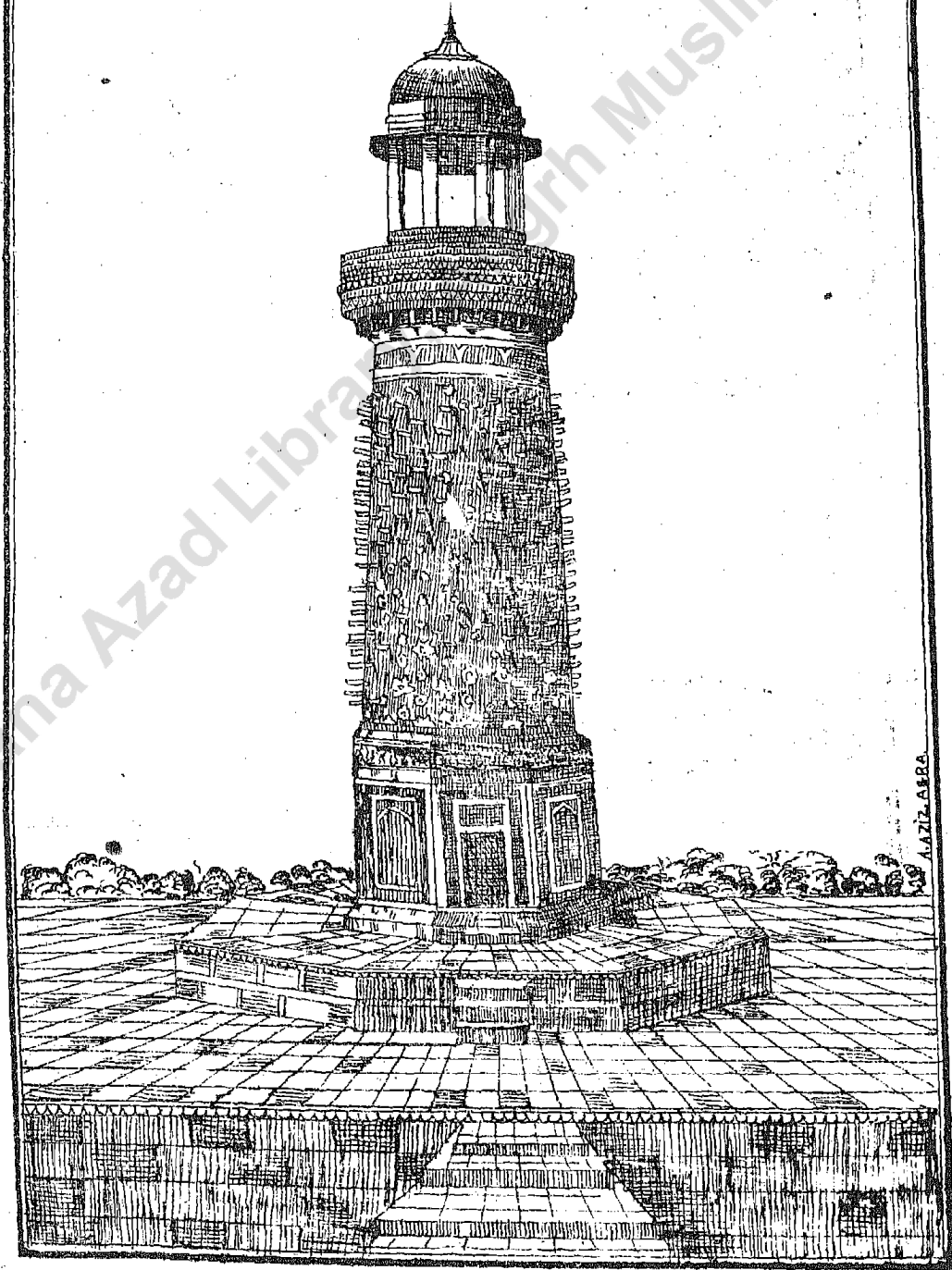
بہت سی روایتیں مشہور ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اکبر کے خاصہ کا کوئی پیارا ہاتھی مرگیا تھا۔ اکبر کو اُس سے بہت محبت تھی۔ اُس نے اس مقام پر اُسے دفن کراکر اُس کی یادگار میں یہ مینار تعمیر کرایا تھا۔ اور اسی وجہ سے مینار میں نیچے سے اوپر تک پتھر کے ہاتھی دانت بناکر نصب کئے گئے ہیں۔ ابوالفضل نے آئین اکبری میں لکھا ہے کہ چوگان کے میدان میں ایک مینار بنا ہوا ہے جس کے اوپر جہاں پناہ بیٹھکر ہاتھیوں کی لڑائی کا تماشہ دیکھا کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے قریب ہاتھیوں کی لڑائی ہوا کرتی تھی۔

اوّل ایک سنگین چبوترہ ۲۷½ فیٹ × ۲۷½ فیٹ بنا ہے جو زمین سے ۹¼ فیٹ بلند ہے۔ اُس کے وسط میں دوسرا خوبصورت ہشت پہل چبوترہ بنا ہے جس کا ہر ضلع ۱۲½ فیٹ اور ارتفاع ۳ فیٹ ۱۰ انچ ہے اس ہشت پہل چبوترہ کے درمیان میں مینار بنا ہوا ہے۔ مینار کے نیچے کا حصہ ہشت پہل ہے جس کا ہر ضلع ۶ فیٹ ۵ انچ اور ارتفاع ۱۳ فیٹ ہے۔ ہر پہل میں محرابدار دروازوں کے نشان اور ایک پہل میں مینار پر چڑھنے کے واسطے زینہ بنا ہوا ہے۔ چار دروازوں کے نشان میں نہایت باریک جالیاں بنائی ہیں اور چار سادہ ہیں۔ نیچے سے اوپر تک پتھر کے ہاتھی دانت مزیّن ہیں اور نہایت نفیس نقش و نگار کندہ ہیں اندر چکّردار زینہ ہے جس کی چار منزلوں میں ۵۳ سیڑھیاں طے کرکے مینار کے اوپر پہنچتے ہیں۔ اس کے بعد تین سیڑھیاں چڑھکر مینار کی گنبد دار برجی پر قدم رکھتے ہیں۔ برجی کا چبوترہ ہشت پہل ہے جس کے ہر پہل میں ایک پتھر کے اندر چار چھوٹے اور ایک بڑا طاق ترشا ہوا ہے۔ شہ نشین کے گرد کٹہرہ لگا تھا جو باقی نہیں رہا صرف نشان موجود ہے۔

مینار کا ارتفاع اوپر کے چبوترہ سے ۵۰ + ۷ = ۵۷ فیٹ ہے جس میں اگر دونوں چبوتروں کی بلندی ۹ + ۱۳ = ۲۲ فیٹ اور شامل کردی جائے تو کل بلندی ۷۹ فیٹ ہوجاتی ہے۔ چبوترہ کے چاروں کونوں پہ چھوٹے چھوٹے حوض اور شمالی جانب ایک مختصر چاہ بنا ہے۔

* * *

میدان چوگان

اکبر کے جہاں اور ہزاروں شوق تھے وہاں چوگان بازی کا بھی بہت شوق تھا۔ اکثر ہوتا تھا کہ کھیلتے کھیلتے شام ہوگئی اور بازی تمام نہ ہوئی۔ اندھیرا ہوگیا۔ مجبوراً کھیل بند کرنا پڑتا تھا۔ اس لئے سنہ ۹۸۴ھ (۱۵۷۶ء) میں گوئے آتشیں ایجاد کی گئی کہ اندھیرے میں شعلے کی طرح جاتی معلوم ہوتی تھی وہ ایک قسم کی لکڑی کی تراشی تھی۔ اوپر کچھ دوائیں مل دیجاتی تھیں۔ جب ایک مرتبہ اُسے آگ دیدیتے تھے تو چوگاں کی چوٹ اور زمین پر لُڑھکنے سے نہ بُجھتی تھی۔ جب فتحپور میں قیام ہوا تو ایک وسیع ہموار میدان چوگان کے واسطے مرتب کرایا۔ چاروں طرف چار دیواری اور گوشوں پر بُرج بنائے گئے۔ جس میں مغربی دیوار کا کچھ حصّہ اور گوشہ شمال و مغرب کا شکستہ بُرج اب تک موجود ہے۔ اس میدان کی وسعت کا اس امر سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ جب سنہ ۹۸۷ھ (۱۵۷۹ء) میں جمعہ کے دن ممالک محروسہ کے تمام علماءُ اور مشائخ انعام تقسیم کرنے کی غرض سے فتحپور میں جمع کئے گئے تو اُس کے واسطے یہی مقام تجویز کیا گیا۔ جس وقت انعام تقسیم ہونا شروع ہوا تو ایک لاکھ مرد عورت کا انبوہ تھا۔ اب اس مقام پر زراعت ہوتی ہے لیکن یہاں کے سب کھیت چوگان والے کھیت کے نام سے موسوم ہیں۔

سنہ ۹۹۱ھ (۱۵۸۳ء) میں اسی میدان میں چوگان بازی ہورہی تھی۔ راجہ بیربل کو گھوڑے نے پھینک دیا جس سے سخت صدمہ پہنچا۔ اکبر پاس آئے۔ بڑی محبّت سے سر سہلایا اور اُٹھوا کر گھر بھجوا دیا۔ اسی سال چوگان کے میدان میں بادشاہ ہاتھیوں کی لڑائی کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ دل چاچر نام ایک ہاتھی سرشوری اور بدمزاجی میں مشہور تھا یکایک دو پیادوں پر دوڑ پڑا۔ وہ بھاگے۔ ہاتھی اُن کے پیچھے دوڑا۔ سامنے کہیں سے بیربل آگئے۔ ہاتھی پیادوں کو چھوڑ کر ان پر جھپٹا۔ اکبر نے دور سے دیکھ لیا تھا۔ فوراً گھوڑا مار کر خود بیچ میں آگئے ہاتھی چند قدم بادشاہ کے پیچھے آکر تھم گیا۔ اقبال اس کا نام ہے۔

ایک مرتبہ جہانگیر نے سنہ ۹ جلوس میں سموگر کی شکارگاہ سے ۱۴۱۶ ہرن زندہ گرفتار

گئے منجملہ اُن کے ۴۸۸ ہرن اسی چوگان کے احاطہ میں چھوڑے جانے کے واسطے فتحپور روانہ کئے۔ ان میں ۴۰ ہرنوں کی ناک میں چاندی کی نتھنیاں پہنائی گئی تھیں[۹۱]

سنہ ۱۴ جلوس میں جبکہ جہانگیر فتحپور میں مقیم تھا۔ ایک دن روپ باس کی شاہی شکارگاہ میں قمرغہ (جانوروں کو چاروں طرف سے گھیر کر شکار کرنے کا طریقہ) کے شکار کا انتظام تھا۔ دور دور تک کے ہرن سراپردوں میں گھرے ہوئے تھے۔ نہ معلوم بادشاہ کا کیا خیال پلٹا کہ شکار سے توبہ کر کے عہد کر لیا کہ آج سے کسی جاندار کو اپنے ہاتھ سے نہیں ستاؤں گا۔ اسی وقت رائے مان کو جو پیادوں کا سردار تھا۔ حکم دیا کہ یہاں سے فتحپور کی چوگان تک (اب ۴½ کوس کا فاصلہ ہے) دورویہ سراپردے کھڑے کرا کر ان کل ہرنوں کو وہاں پہنچادو تاکہ ان کے دیکھنے سے شکار کا ذوق بھی حاصل ہو اور ہرنوں کو بھی کوئی گزند نہ پہنچے۔ فوراً حکم کی تعمیل ہوگئی اور ۱۵۰۰ ہرن چوگان کے میدان میں پھرنے لگے[۹۲]

یہ مقام حرم پینار اور کارواں سرائے سے ملا ہوا ہے۔

اِندارہ والی باؤلی (باولی بابرشاہ)

یہ باؤلی اندارہ گھاٹ کے قریب واقع ہے[۹۳]۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسے شہنشاہ بابر نے اس زمانہ میں تعمیر کرایا تھا جب وہ مع فوج کے رانا سانگا کے مقابلہ کے واسطے قصبہ سیکری میں مقیم تھا۔ اس کی عمارت جنوبی کارخانۂ آبرسانی کی باولی کی عمارت سے ملتی جلتی ہے۔ یہ ہشت پہل ہے جس کا ہر ضلع ۱۲ فیٹ اور قطر ۲۷½ فیٹ ہے اور ۴۵ فیٹ گہری ہے۔ باولی کے اندر مشرقی جانب ایک چھوٹا سا پختہ گولہ اور قائم ہے جس کی مصلحت سمجھ میں نہیں آتی۔ باؤلی

---

۹۱ تزک جہانگیری صفحہ ۹۹   ۹۲ تزک جہانگیری صفحہ ۲۶۸

۹۳ اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ باؤلی کا لفظ اصل میں بابری ہے جس کا رواج شہنشاہ بابر کے عہد سے ہوا اور سب سے پہلے اسی نے باولیاں ہندوستان میں بنوائی تھیں لیکن یہ خیال بالکل غلط ہے باولیاں بہت قدیم زمانہ سے ہندوستان میں موجود تھیں پہلے انہیں بائیں یا وائیں کہا کرتے تھے۔ یہ ہی لفظ ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں استعمال کیا ہے۔ بابر نے خود لکھا ہے "درہندوستان چاہ کلانے زینہ دار را وائیں می گویند" باؤلی کا لفظ اصل میں باہولی تھا باہلہ اس چشمہ کو کہتے ہیں جو فوارہ کی مانند زور سے زمین کے اندر سے نکلتا ہے۔

میں دو منزلہ عمارت ہے۔ نیچے کی منزل میں چاروں طرف ہشت پہل گیلری بنی ہے جس کی
چھت لداؤ کی ہے اور چاروں طرف چار دروازے باؤلی میں کھلے ہوئے ہیں۔
پہلی منزل سے ۱۶ سیڑھیاں اوپر چڑھکر دوسری منزل کی گیلری ہے جس میں چاروں
طرف سہ دریاں بنی ہوئی ہیں۔ سیڑھیوں کے اردگرد دو منزلہ دالان بنے ہیں۔ نیچے کے
دالان میں ۳-۳ در اور ایک ایک کوٹھری اور اوپر کے دالانوں میں ۵-۵ در ہیں۔
باؤلی کے اوپر آٹھ بڑے بڑے توڑے نصب ہیں۔ ان توڑوں اور ستونوں اور دروازوں
کے اوپر مختلف نقش ونگار اور پھول پتے کندہ ہیں۔ دوسری منزل کی سامنے کی سہ دری
کے اوپر کتبہ کا پتھر لگا ہوا ہے مگر کتبہ ایسا مٹ گیا ہے کہ ایک حرف بھی نہیں پڑھا جاتا۔
۲۵-۳۰ برس پیشتر بعض بعض حروف باقی تھے جن کے دیکھنے والے بیان کرتے ہیں
کہ یہ کتبہ خط نسخ میں کندہ تھا۔

اس کے قرب وجوار میں راجپوت راجاؤں کے محل تھے جو ٹوٹے پڑے ہیں ان میں
ہاڈا کا محل (غالباً راے سرجن ہاڈا کا محل ہوگا) سیتل محل۔ کالا محل بہت مشہور ہیں
مگر اب کوئی عمارت باقی نہیں اکثر جگہ چونے پتھر کے انبار البتہ نظر آتے ہیں۔

قوشخانہ

اکبر کو ابتداے عمر ہی سے شکاری جانوروں کا خاص شوق تھا۔ بہت سے شیر چیتے
گینڈے۔ وغیرہ نہایت محبت سے پال رکھے تھے۔ مست ہاتھی۔ شیر اور ہاتھی۔
ارنے بھینسے۔ گینڈے۔ ہرن لڑایا کرتا تھا۔ چیتوں سے ہرن کا شکار کرتا تھا۔ باز۔ بہری
جرّے۔ باشے اُڑایا کرتا تھا اور یہاں تک شوق تھا کہ شکاری جانور سفر میں بھی ساتھ
رہتے تھے۔ سب سے زیادہ چیتوں کا شوق تھا۔ سیکڑوں چیتے جمع کئے۔ ایسے سدھے
ہوئے تھے کہ اشاروں پر کام دیتے تھے اور دیکھنے والے حیران رہتے تھے۔ کمخواب
اور مخمل کی جھولیں اوڑھے۔ گلے میں سونے کی زنجیریں ڈالے۔ آنکھوں پر زردوزی
چشمے چڑھے ہوے بہلیوں میں ساتھ ساتھ چلتے تھے۔ عمدہ عمدہ چیتے آتے۔ اُن میں سے

انتخاب ہو کر اعلیٰ سے اعلیٰ خاصہ میں داخل کئے جاتے تھے مگر یہ عجیب اتفاق تھا کہ ان کی تعداد کبھی ہزار تک نہیں پہنچی جب ایک دو کی کسر رہتی کچھ نہ کچھ ایسا عارضہ ہوتا تھا کہ چند چیتے مرجاتے تھے۔ سب حیران تھے اور اکبر بھی متعجت رہتا تھا۔

جہاں یہ سب شکاری جانور رہتے تھے وہ قوشخانہ کے نام سے موسوم اور اجمیر دروازہ کے قریب واقع ہے۔ اس کے وسط میں ایک کمرہ اور اس کے گرد برآمدہ اور چاروں طرف غلام گردش کے طور پر دالان بنے تھے غالباً انہیں دالانوں میں یا ان کی پشت کی منہدمہ عمارت میں شکاری جانوروں کے واسطے علیحدہ علیحدہ قطعے قائم تھے۔ درمیانی کمرہ ہشت پہل ہے جس کا ہر ضلع ۷ ۳/۴ اور قطر ۱۹ فیٹ ہے۔ چھت سنگین لداؤ کی گنبد نما ہے۔ چاروں طرف آٹھ دروازے اور ان کے اوپر ایک ایک کھڑکی لگی ہے۔ جنوبی دروازہ میں چھت پر چڑھنے کے واسطے زینہ بنا ہے۔ کمرہ کے گرد کا برآمدہ بھی ہشت پہل ہے جو ۹ فیٹ چوڑا ہے اس کا ہر ضلع ۱۸ ۱/۲ فیٹ ہے۔ ہر پہل میں ۳-۳ در ہیں جن میں درمیانی در بڑا اور ارد گرد کے اس سے چھوٹے ہیں۔ چھت کے اوپر ۷ فیٹ بلند ہشت پہل چبوترہ بنا ہے۔

برآمدہ سے ۵۰ فیٹ ۲ انچ کے فاصلے پر چاروں طرف غلام گردش کے طور پر ۶ فیٹ ۵ انچ چوڑے دالان بنے تھے جس میں آٹھ پہل تھے۔ ہر پہل میں ۷-۷ محرابدار در دو رویہ تھے اور ۲ ۱/۲ فیٹ کا دور تھا۔ تین پہل مسلم اور چوتھے پہل کے صرف ۵ در باقی رہ گئے ہیں باقی منہدم ہو گئے۔ دالانوں کی پشت پر بھی کچھ عمارت کے نشان پائے جاتے ہیں جس کا ایک ستون ۱۷ فیٹ کے فاصلے پر اب تک موجود ہے۔ اور قرب و جوار میں بھی منہدمہ عمارت کے آثار ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت وسیع عمارت تھی۔

بارہ دری متصل اجمیر دروازہ

قوشخانہ کے گوشے جنوب و مغرب میں اس مقام پر جہاں فصیل ختم ہوئی ہے ایک خوبصورت عمارت واقع ہے جو بارہ دری کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے درمیان میں ایک مربع شکل کا کمرہ ہے جس کا ہر ضلع ۲۶ ۱/۲ فیٹ ہے۔ چاروں طرف چار دروازے اور

اُن پر کھڑکیاں نصب ہیں۔ مشرقی جانب کا دروازہ اب بند کر دیا گیا ہے۔ کمرہ کی چھت لداؤ کی گنبد نما ہے اور چونے کی استرکاری پر نہایت نفیس منبت کاری کا کام ہے۔ کمرہ کے چاروں دروازوں کے آگے ایک ایک سہ دری ۲۰ فیٹ × ۱۲ فیٹ بنی ہے جن کی چھت پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہوئی ہے۔ سہ دری کا درمیانی در بڑا اور ارد گرد کے چھوٹے ہیں۔ سہ دریوں کی بغل میں چاروں گوشوں پر ایک ایک ہشت پہل سینچی بنی ہے جس کی چھت لداؤ کی ہے ان میں بھی گذشتہ نقش و نگار کا کچھ حصہ باقی ہے۔

دوسری منزل پر سہ دریوں کی چھت پر اُسی پیمائش کی سہ دریاں چاروں طرف بنی ہیں۔ لیکن ان کے ستون منقش اور توڑے نہایت خوبصورت ہیں۔ مغربی جانب کی سہ دری منہدم ہوگئی اور مشرقی سہ دری کے نیچے کی چھت گر پڑی ہے۔ ان سہ دریوں کی دیواروں پر نہایت نفیس اور چمکدار سنگ مرمری چونے کا صندلا کیا ہوا ہے جس میں بعض جگہ آئینہ کی طرح مُنہ دکھائی دیتا ہے۔ مختلف رنگوں سے شگوفہ کاری بھی کی گئی تھی جس کا کچھ حصہ موجود ہے۔

تیسری منزل یعنی کمرہ اور دو منزلہ سہ دریوں کی چھت اکثر جگہ سے منہدم ہوگئی ہے درمیان میں ایک ہشت پہل چبوترہ بنا ہے جس کا قطر ۲۶ فیٹ اور بلندی ۹ ½ فیٹ اور ہر ضلع ۱۲ فیٹ ہے۔ اس چبوترہ کے چاروں طرف نہایت خوش نما رنگ آمیزی کا کام جابجا موجود ہے جو اَب تک مثل چینی کے چمکتا ہے۔ چبوترہ کے وسط میں ایک دوسرا ہشت پہل چبوترہ ہے جس کا قطر ۱۱ ½ فیٹ اور ہر ضلع ۴ فیٹ ۸ انچ ہے اس کے اوپر ایک خوش نما گنبد دار برجی بنی ہوئی ہے جس کی چھت میں لاجوردی اور رنگا رنگ کے خوبصورت نقش و نگار موجود ہیں۔

افسوس کہ یہ خوبصورت عمارت کئی جگہ سے گر گئی ہے مگر نہ معلوم کس وجہ سے محکمہ آثار قدیمہ نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ غالباً اس کا آبادی سے کسی قدر فاصلہ پر ہونا مرمت کے مانع ہے۔ اگر حکام کی نظر سے یہ خوبصورت عمارت گذر تی تو نا ممکن تھا کہ اس کی مرمت نہ کیجاتی کیونکہ صنعت و خوش نمائی کے لحاظ سے یہ کسی طرح اُن عمارتوں سے کم

نہیں ہے جن کی مرمت منجانب سرکار ہوئی اور ہو رہی ہے۔ اس کے قرب و جوار میں اور بھی آثار قدیمہ کے نشان پائے جاتے ہیں۔ شمالی جانب ایک پختہ کنواں بھی بنا ہے۔

باب پنجم

عمارات جانب جنوب

پہاڑ کے نیچے کی جنوبی جانب کی عمارتیں

حکیموں کے نل

حمام حکیم ابوالفتح گیلانی

فتحپور کی آبادی سے تھوڑی دور آگے بڑھکر آگرہ کی پختہ سڑک کے شمالی جانب ایک نہایت عالی شان اور وسیع حمام واقع ہے جو حکیموں کے نل کے نام سے موسوم اور یہاں کے سب حماموں سے زیادہ خوبصورت ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ حمام رفاہ عام کے طور پر ہر خاص و عام کے استعمال کے واسطے تعمیر کیا گیا تھا۔ اور اس کے اکثر درجے سحر حکمت سے پُر کر کے خاص خاص امراض کے علاج کے واسطے بنائے گئے تھے۔ یہ اکبری عہد کے مشہور طبیب مسیح الدین حکیم ابوالفتح گیلانی کی مسیحائی کا نتیجہ اور طلسم کاری کا نمونہ ہے۔ حکیم موصوف مولانا عبدالرزاق گیلانی کے بیٹے تھے۔ سنہ ۹۸۲-۸۳ھ / ۱۵۷۴-۷۵ء میں مع اپنے بھائیوں حکیم ہمام اور حکیم نورالدین کے ہندوستان میں وارد ہو کر کمال کے جوہری کے دربار میں اعلیٰ درجہ کا تقرب حاصل کیا۔ سنہ ۹۸۷ھ / ۱۵۷۹ء میں بنگالہ کی صدارت پر سرفرازی پائی۔ اگرچہ منصب ہزاری سے کم رہا۔ مگر ہر وقت کی حضوری اور مصاحبت کے سبب سے جو بات انہیں حاصل تھی وہ بڑے بڑے اُمرا کو میسر نہ تھی۔ چنانچہ بڑے بڑے اُمرا ان کی حالت پر رشک کرتے تھے۔ سنہ ۹۹۰ھ / ۱۵۸۲ء کے جشن میں انہیں کی رائے سے ممالک محروسہ کے بڑے بڑے شہروں میں دار الشفا قائم ہونے کی تجویز منظور ہوئی۔ سنہ ۹۹۷ھ / ۱۵۸۸ء میں سفر کشمیر میں

حکیم ابو الفتح گیلانی

بادشاہ کے ساتھ تھے۔ واپسی کے وقت حسن ابدال کے مقام پر درد شکم اور اسہال میں گرفتار ہو کر سفر آخرت اختیار کیا۔ اکبر کو سخت صدمہ ہوا۔ ان کی تصانیف سے فتاحی شرح قانونچہ قیاسیہ۔ چار باغ۔ بہت مشہور ہیں۔ تمام مورخین ان کے علم و فضل اور کمالات کے باب میں متفق اللفظ ہیں۔ عرفی نے ان کی تعریف میں کئی قصیدے بڑی دھوم دھام کے کہے۔ حکیم صاحب نے بھی انہیں اس طرح رکھا کہ جب تک جیئے اور کے پاس جانے کی ضرورت نہ ہوئی۔

ملک الشعرا فیضی نے اپنی عرضداشت میں اس حمّام کی بابت یہ فقرہ تحریر کیا تھا۔ "بہ آتش خانہا ے حکیم ابوالفتح نیز رسید او ہم یگانۂ آفاق بود ازیں تعریف چہ بالاتر۔ اب حمّام کی موجودہ حالت کو ملاحظہ کیجئے۔ اس کا صدر دروازہ جنوب کی جانب ہے جس میں ہو کر حمّام کے پہلے درجہ میں پہنچ جاتے ہیں۔ اس درجہ میں درمیانی کمرہ کی عمارت دو منزلہ ہے۔ چھت لداؤ کی گنبد نما ہے۔ کمرہ کے وسط میں سنگین حوض ہشت پہل شکل کا بنا ہے جس میں ایک سنگین فوّارہ نصب ہے جو اب شکستہ حالت میں محض بطور یادگار کے قائم ہے۔ کمرہ میں چونے کی نفیس استرکاری پر خوبصورت منبّت کاری کا کام تھا جس کا کچھ حصّہ باقی ہے۔ اس کمرہ کے مغربی جانب جو دروازہ ہے اس کے ایک گوشے میں اوپر جانے کے واسطے خمدار زینہ بنا ہے جس میں ۱۳ سیڑھیاں ہیں۔ دوسرے گوشے میں ایک غسل خانہ بنا ہے جس میں ایک چھوٹا سا حوض موجود ہے۔

درجہ اوّل

دوسرا دروازہ گوشہ شمال و مشرق میں ہے جس کے اندر سے ایک راستہ شمالی جانب حمّام کے دوسرے درجہ میں چلا گیا ہے اور دوسرا مشرق کی طرف غسل خانوں تک گیا ہے جہاں مشرق و مغرب میں دو غسل خانے بنے ہیں۔ اس حساب سے پہلے درجہ میں ایک کمرہ اور تین غسل خانے ہیں۔

شمالی دروازہ میں داخل ہو کر حمّام کے دوسرے درجہ میں پہنچتے ہیں جہاں پہلے ایک ہشت پہل وسیع کمرہ ملتا ہے جس کے درمیان میں ایک ہشت پہل حوض بنا ہے جس کا قطر ۱۳ فیٹ ۷ انچ اور ہر ضلع ۵ فیٹ ۹ انچ ہے۔ کمرہ کی چھت لداؤ کی گنبد نما ہے جو نہایت

درجہ دوم

خوبصورت اور وضعدار ہے۔ کمرہ کے در و دیوار اور چھت پر سفید سنگ مرمری چونے کی استرکاری پر جس کی چمک دمک سے آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں رنگارنگ کی گلکاری اور طرح طرح کی منبت کاری کی گئی ہے کہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ باوجود ساڑھے تین سو برس گذر جانے کے بعض جگہ کے نقش و نگار ایسے آبدار اور چمکدار ہیں کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی صنّاعانِ باکمال نے کام ختم کیا ہے۔ اس کمرہ میں سات پانی کے خزانے بنے ہوئے ہیں۔ روشنی کے واسطے چاروں طرف سنگین ڈیوٹ نصب تھے جس میں اب ایک اصلی حالت میں موجود ہے۔ کمرہ میں علاوہ اُس دروازہ کے جس سے اس کے اندر پہنچتے ہیں چار دروازے اَور ہیں اب ہم ہر دروازہ کی علیحدہ علیحدہ سیر آپ کو کراتے ہیں۔

دروازہ نمبر ۱ گوشہ جنوب و مشرق

اِس دروازہ میں داخل ہو کر ایک نہایت خوبصورت اور وسیع غسل خانے میں پہنچ جاتے ہیں جس کے درمیان میں ایک ہشت پہل حوض بنا ہے جس کے دو بڑے ضلعے ۷ ½ فیٹ۔ ۷ ½ فیٹ ہیں اور چھ چھوٹے ضلعے ہیں جن میں ہر ایک ۳ ½ فیٹ ہے۔ کمرہ میں چار لداؤ کے در قائم کر کے اُن کے اوپر لداؤ کی گنبد نما چھت بنائی ہے۔ شمالی دیوار میں ایک خوبصورت جھرنا لگا ہے۔ سرد گرم پانی کے علیحدہ علیحدہ حوض۔ پانی کی آمد و رفت کے راستے۔ نل۔ نالیاں نہایت خوبصورتی سے بنی ہیں۔ گزشتہ نقش و نگار کے نمونے بھی کسی قدر اچھی حالت میں موجود ہیں۔

دروازہ نمبر ۲ جانب مشرق

اس کے اندر جو غسل خانہ ہے اُس کی ساخت اُس غسل خانے سے ملتی جلتی ہوئی ہے جس کا حال اوپر بیان کیا گیا لیکن یہ بہت شکستہ حالت میں ہے۔ اس کے حوض وغیرہ کچھ باقی نہیں رہے۔ نقش و نگار بھی بہت کم باقی رہ گئے ہیں۔ اس کے مشرق میں ایک کوٹھڑی اور تھی جو منہدم پڑی ہے۔

دروازہ نمبر ۳ گوشہ شمال و مشرق

اِس کے اندر شمال و مشرق میں دو غسل خانے بنے ہیں۔ جن میں پانی کے خزانے

موجود اور نل لگے ہیں نقش ونگار بہت کم باقی ہیں۔

دروازہ نمبر۴ گوشۂ شمال ومغرب

اس کے اندر ایک غسل خانہ۔ شمالی جانب ایک کمرہ۔ اور گوشۂ شمال ومشرق میں ایک سینچی اور کوٹھری بنی ہے۔ غسل خانے میں ایک چھوٹا سا حوض موجود ہے۔ نقش ونگار کا بہت کم حصہ باقی رہ گیا ہے۔

حمام کی مشرقی دیوار سے ملا ہوا ایک پختہ کنواں بنا ہے جس میں سے اس حمام میں پانی پہنچایا جاتا تھا۔ حمام کے جملہ غسل خانوں اور کمروں کے در ودیوار میں نل لگے ہوئے ہیں۔ جس وقت تمام درجوں میں پانی جاری ہوگا۔ حوضوں میں فوارے چھوٹتے ہونگے۔ خوش نما جھرنوں کے ذریعہ سے پانی نیچے اُتر کر ایک درجہ سے دوسرے درجہ میں جاتا ہوگا حمام میں ہر قسم کی آرائش وزیبائش کے سامان موجود ہونگے کیا اُس وقت غسل اور سیر کرنے والوں کی نگاہوں میں فردوس بریں کا منظر نہ پھر جاتا ہوگا اور وہ بلند آواز سے اس شعر کو نہ پڑھتے ہونگے ؎

اگر فردوس بر روئے زمین است — ہمین است وہمین است وہمین است

جنوبی کارخانۂ آب رسانی

مثل شمالی کارخانۂ آب رسانی کے یہ کارخانۂ آب رسانی پہاڑ کے جنوبی جانب آگرہ کی پختہ سڑک پر واقع ہے جو آگرہ کی سڑک والی باؤلی کے نام سے موسوم ہے۔ اسی کے قریب وہ پختہ تالاب بنا ہوا ہے جو زمانۂ حال میں چونگی کی جانب سے تعمیر کیا گیا ہے

باؤلی

اس کارخانہ کی باولی کی عمارت نہایت خوبصورت مضبوط۔ اور عالی شان ہے۔ فتحپور میں بہت سی باولیاں ہیں مگر کسی کی عمارت ایسی نفیس اور خوبصورت نہیں۔ زمین کے اندر چاروں طرف سنگ سرخ کی سہ منزلہ عمارت بنی ہوئی ہے۔ اوپر چوتھی منزل پر بھی ایک کمرہ بنا ہوا ہے۔ شمالی جانب مغربی گوشے میں صدر دروازہ ہے۔ اندر دروازہ سے ملی ہوئی مشرق ومغرب میں دو سینچیاں ۱۶ ½ فیٹ × ۶ ½ فیٹ بنی ہیں۔ مغربی سینچی سے

ملا ہوا زینہ اور اس کے برابر تین در کا باولی کا مغربی دالان ۱۸ ½ فیٹ × ۹ فیٹ ۵ انچ ہے جس کا سلسلہ جنوبی دالان سے مل گیا ہے۔

مغربی دالان کے آگے ایک چھوٹا سا مربع شکل کا چبوترہ ہے جس پر دروازہ کی جانب سے چار سیڑھیاں نیچے اتر کر پہنچتے ہیں۔ اس چبوترہ کے نیچے باولی میں اترنے کے واسطے بڑی بڑی سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ جن کے شمال و جنوب میں درمیانی منزلوں میں پہنچنے کے واسطے راستے اور ان کے بعد دالان بنے ہیں۔ چنانچہ ۱۳ سیڑھیوں کے بعد ایک چوڑی سیڑھی بنی ہے۔ جس کے دونوں کناروں پر دوسری منزل میں پہنچنے کے واسطے راستے بنے ہیں۔ اس کے بعد ۱۴ سیڑھیاں اتر کر ایک چبوترہ ۹ فیٹ ۸ انچ × ۷ فیٹ ۱۰ انچ بنا ہے۔ جس کے شمال و جنوب میں ایک ایک سینچی ہے اور ایک سیڑھی اتر کر پہلی منزل کو راستے گئے ہیں۔ اس کے بعد ۱۶ سیڑھیاں اتر کر باولی کے محرابدار در میں پہنچ جاتے ہیں۔ یہ ۷ ¼ فیٹ چوڑا ہے۔ نیچے سے اوپر تک کل باولی میں ۵۱ سیڑھیاں مع چبوتروں کے ہیں۔ اس در کے نیچے باولی کا حصہ گول دائرہ نما ہے جس کا ارتفاع موجودہ حالت میں کہ باولی بہت پٹ گئی ہے ۲۲ فیٹ ہے۔

پہلی منزل

پہلی منزل میں جانے کے واسطے جو راستے بنے ہیں ان میں ہر ایک ۱۰ فیٹ × ۲ فیٹ ہے۔ انہیں طے کر کے پہلی منزل میں داخل ہوتے ہیں جہاں باولی کے چاروں طرف ۵ فیٹ ۷ انچ چوڑی ہشت پہل گیلری بنی ہے۔ اس کا ہر پہل ۱۴ ½ فیٹ ہے جس میں ایک ایک در باولی کے اندر کھلا ہے۔ اندر سے باولی بھی ہشت پہل کر دی گئی ہے جس کی بلندی گول حصہ سے اس مقام تک ۹ ½ فیٹ ہے۔

دوسری منزل

دوسری منزل میں پہنچنے کے واسطے جو راستے بنے ہیں وہ ۴۶ فیٹ ۹ انچ × ۳ فیٹ ۱۰ انچ ہیں اس منزل میں بھی اسی طرح کی ہشت پہل گیلری بنی ہے جیسی نیچے پہلی منزل میں ہے پہلی اور دوسری منزل کا درمیانی فاصلہ ۱۲ ½ فیٹ ہے جس کے درمیان میں بڑے بڑے توڑے نصب کر کے ان کے اوپر چرخی کی پٹیاں رکھی تھیں۔ اب صرف چار توڑے جو ۵-۵ ٹکڑوں سے مرکب ہیں اور ان کے اوپر کی دو پتھر کی پٹیاں باقی رہ گئی ہیں۔

اس گیلری کے شمال و مشرقی جانب دو ہشت پہل کمرے بنے ہیں جن کا قطر ۲۰ فیٹ اور ہر ضلع ۸ فیٹ ہے چھت لداؤ کی اور خوبصورت ہے۔ یہ پانی کھینچنے کے اُسی طرح کے کمرے ہیں جیسے شمالی کارخانۂ آب رسانی کی باولی اور حوضوں کے ارد گرد بنے ہیں۔ ان میں جو پتھر کی سوراخدار پٹیاں لگی ہیں وہ پتھر کے تین تین ٹکڑوں سے مرکّب اور اس عمدگی سے وصل کی گئی ہیں کہ اب تک اُسی طرح قائم ہیں۔ شمالی کمرہ سے تھوڑے فاصلے پر مغرب کی جانب پہلا حوض بنا ہے جس کا حال آگے لکھا جائیگا۔ اِسی حوض سے ملا ہوا ایک چوڑا زینہ بنا ہوا ہے جو اس عمارت کی چوتھی منزل پر پہنچاتا ہے اس میں ۲۵ سیڑھیاں ہیں۔

تیسری منزل

تیسری منزل میں پہنچنے کے واسطے جو راستے بنے ہیں وہ ۷۴ فیٹ ۲ انچ × ۳ فیٹ ہیں یہاں بھی اُسی طرح کی ہشت پہل گیلری بنی ہے جیسی نیچے کی منزلوں میں ہے۔ علاوہ اُن آٹھ دروں کے جو باولی کی جانب ہیں ایک دروازہ جنوبی جانب آگرہ کی پختہ سڑک کے اوپر اُوپر بنا ہے جو سڑک کی سطح کے برابر ہے دوسری اور تیسری منزل کا درمیانی فاصلہ ۱۲½ فیٹ ہے۔

شمالی اور جنوبی دالان

تیسری منزل کے راستوں کے اوپر جو سنگین دالان بنے ہیں۔ ان میں جنوبی دالان ۱۲ در کا ۸۱ فیٹ × ۹ فیٹ ۵ انچ اور شمالی دالان ۱۰ در کا ہے جو اس سے کسی قدر چھوٹا ہے

چوتھی منزل

مغربی دیوار میں جو زینہ ہے اُس کی دس سیڑھیاں طے کر کے سب سے اوپر یعنی چوتھی منزل پر پہنچتے ہیں۔ یہاں شمالی جانب ایک راؤ ٹی نما کمرہ بنا ہے جو ۴۳ فیٹ × ۲۷ فیٹ ہے۔ اس میں شمالی جانب تین اور باقی تینوں جانب ایک ایک دروازہ لگا ہے۔ تیسری اور چوتھی منزل کا درمیانی فاصلہ ۱۲½ فیٹ ہے۔ اور اس مقام سے باولی کا قطر ۲۳½ فیٹ اور گہرائی ۹۶ فیٹ ہے۔

پہلا حوض

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا باولی کی دوسری منزل کی عمارت میں ایک حوض بنا ہوا ہے جس کا مشرقی ضلع ۱۰ فیٹ ہے۔ اس حوض میں کسی کل کے ذریعہ سے باولی سے پانی کھنچکر پہنچتا تھا اور یہاں سے ۳۶½ فیٹ کی بلندی پر کسی نا معلوم طریق سے پہنچایا جاتا تھا

دوسرا حوض

دوسرا حوض اس عمارت کے گوشۂ شمال و مشرق میں حکیموں کے نل (حمّام) کے پاس

بنا تھا جو منہدم ہو گیا لیکن جن ستونوں پر نالی بنی تھی وہ اور منہدمہ حوض کے نشان ابھی تک موجود ہیں اور اُس سے آگے کی نالی سُکھ تال کے کنارے ابھی بنی ہوئی ہے۔

تیسرا حوض

تیسرا حوض سُکھ تال سے ملا ہوا مغرب کی جانب بنا ہے یہ ۳۲ ۳/۴ فیٹ × ۴۲ ۱/۲ فیٹ ہے اس حوض سے ۳۶ ۱/۲ فیٹ کی بلندی پر پانی پہنچایا جاتا تھا۔

چوتھا حوض

تیسرے اور چوتھے حوض کی درمیانی نل جو سکھ تال کے مغربی دیوار پر ۸۰ فیٹ ۵ انچ لمبی بنی ہے اب تک موجود ہے اس میں ہو کر پانی چوتھے حوض میں پہنچتا تھا جو اَب تک باقی ہے۔ یہاں سے ۴۰ فیٹ کی بلندی پر پہنچایا جاتا تھا جہاں سے مختلف نالیوں کے ذریعہ سے دفتر خانہ اور محل خاص میں پہنچتا تھا۔ دفتر خانہ کے مشرقی جانب جو مکان خانساماں کے واسطے بنایا گیا تھا اُس کی مغربی دیوار کا کچھ حصّہ پورانا ہے چنانچہ اُس کے اوپر دروازہ کے شمالی جانب پختہ نالی بنی ہوئی ہے جس کا سلسلہ شاہی حمّام تک معلوم ہوتا ہے۔

مندرجہ ذیل حساب سے واضح ہوگا کہ نیچے سے اوپر کس قدر بلندی پر پانی پہنچایا گیا تھا

۲۲ فیٹ + ۹ ۱/۲ فیٹ + ۱۲ ۱/۲ = ۴۴ فیٹ (پہلے حوض تک) + ۳۶ ۱/۲ + ۳۶ ۱/۲ (تخمینی بلندی حوض نمبر۲) + ۳۶ ۱/۲ + ۴۰ ۱/۲ = ۱۹۴ فیٹ

مرزا فتح خاں و نور خاں شہید

فتح خاں اور نور خاں دونوں بھائی تھے جو کابل کے باشندے بیان کئے جاتے ہیں دونوں کے مزار آگرہ کی پختہ سڑک کے قریب فصیل کے اندر واقع ہیں۔ قصبہ کے لوگ اِن مزاروں سے خاص عقیدت رکھتے اور انہیں بافیض بتاتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ شہنشاہ بابر کی فوج میں شریک تھے اور رانا سانگا کی لڑائی میں شہید ہوئے بعض کا بیان ہے کہ دونوں بھائی سِکرواروں کی لڑائی میں اسی مقام پر جہاں اب مزار واقع ہیں شہید ہوئے تھے۔

مسجد شاہ قُلی

شاہ قُلی محرم[۱۵] دربار اکبری کے ایک بہادر اور نامی امیر تھے جو منصب سہ ہزار و پانصدی

[۱۵] محرم ترکستان میں ایک معزز عہدہ اہل دربار کا ہے

پر سرفراز تھے اور بادشاہی خدمتیں نہایت محنت و جانفشانی سے بجا لاتے تھے۔ بیرم خاں خان خاناں نے انہیں بچہ سا پالا تھا انہوں نے بھی اس کا خوب حق ادا کیا۔ چنانچہ یہ منجملہ اُن چار امیروں کے تھے جنھوں نے بُرے وقت میں بیرم خاں کا ساتھ دیا اور مصیبت کے وقت رفاقت سے مُنہ نہ موڑا۔ ہیموں کی لڑائی میں یہ ہی ہیموں کو مع اُس کے ہوائی ہاتھی کے گرفتار کرکے لائے تھے۔ ایک مرتبہ عاشق مزاجی کے میدان میں بھی انہوں نے خوب بہادری دکھائی۔ قبول خاں نامی ایک قبول صورت نوجوان تھا جو رقص میں مور اور آواز میں کوئل کو مات کرتا تھا۔ یہ اُس پر دیوانے تھے۔ جب اکبر کو یہ حال معلوم ہوا قبول خاں کو نظر بند کر دیا۔ انہیں بڑا رنج ہوا۔ گھر میں آگ لگا دی اور جوگیوں کا جُون بدل کر جنگل میں جا بیٹھے۔ خانخاناں عبدالرحیم ان کے مربّی دربار میں موجود تھے۔ اُنہوں نے حضور میں بھی سفارش کی اور جوگی جی کی دلداری کے لئے ایک غزل موزوں کرکے جا کر سُنائی اور سمجھا بجھا کر پھر جوگی سے امیر بنا کر دربار میں داخل کیا۔

فتحپور میں موجودہ آبادی کے کنارے پر آگرہ کی سڑک کے جنوبی جانب اِن کی عالیشان حویلی تھی۔ حویلی تو قائم نہیں رہی لیکن وہ مقام اب تک شاہ قلی کے نام سے موسوم چلا آتا ہے۔ پورانے آثار میں صرف ایک ٹوٹی ہوئی مسجد سنگ سرخ کی باقی رہ گئی ہے جو کارخانۂ آب رسانی کی باولی کے سامنے سڑک کے جنوبی جانب دکھائی دیتی ہے۔ یہ پانچ در کی دوہرے درجہ کی مسجد ہے جس کا رقبہ ۴۶ ۳/۴ فیٹ × ۲۶ ۳/۴ فیٹ ہے۔ اس کی چھت پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہے اندرونی درجہ کی چھت گر گئی صرف بیرونی درجہ کی باقی ہے۔ ممبر وغیرہ کچھ باقی نہیں رہا

مسجد خلیل

اسی شاہ قلی کے مقام پر مسجد کے مغربی جانب ایک احاطے کے اندر ایک چھوٹی مسجد اور قبرستان واقع ہے جو مسجد خلیل کے نام سے موسوم ہے۔ یہ تین در کی سنگ سرخ کی مسجد ہے جو ۱۹ ۳/۴ فیٹ × ۱۰ ۱/۴ فیٹ ہے۔ اردگرد دو یک درے ہیں جن میں ایک ایک قبر ہے۔ مسجد کے اندر درمیانی محراب کے اوپر عبارت عربی کے نیچے یہ فارسی کتبہ کندہ ہے۔

بتاریخ بیست و ہشتم شہر ذی القعد یکہزار و یکصد و نود و پنج ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بنا ئے

این مسجد باہتمام میر اسمٰعیل ولد میر حسن علی

مسجد کے آگے صحن میں کئی قبریں ہیں جن کے تعویذ سنگ سرخ کے ہیں اور اُن پر فارسی کی یہ تاریخیں کندہ ہیں۔

تاریخ وفات کربلائی خلیل مرحوم یوم جمعہ بست و ہشتم شہر ذی القعد سنہ یکہزار و یکصد و نود و پنج ہجری نبوی ﷺ

آنکہ نامِ او بود یکتا خدا هست بود و باشد و دار و بقا
غیر آن حیّ الذی لایموت هرکه باشد می شود آخر فنا
کرد رحلت چونکه از دنیا خلیل شد جهان در ماتمش ماتم سرا
همدم فردوسیان شد تا ابد از ازل چون بود با صدق و صفا
هرکرا اُفتد گذر از مسلمین بر مزار این غریب بے نوا
باز خواند از رهِ لطف و کرم سورهٔ الحمد نیز اخلاص را
گفت مجرم مصرعِ تاریخ او جا بجنت یافت این مدفون جا
سنہ ۱۱۹۵ھ

دیگر

تاریخ وفات مرزا عباس بیگ مرحوم یوم پنجشنبہ شانزدہم رجب المرجب سنہ ۱۲۰۳ یکہزار و دو صد و سہ ہجری النبوی ولد آغا ابراہیم بیگ۔

زین حوادث منزلِ پُر اضطراب خوش بحالِ او که شد پا در رکاب
کہ درو قصدِ اقامت می کند آنکه دارد چون جوان مردان شتاب
هرکه آمد از عدم اندر وجود عاقبت معدوم خواهد شد بیاب
اهلِ این مرقد که جایش جنت است جان بجانان داد و باشد کامیاب

گفت در تاریخ او مُلہم چنین
کین شہید عباس در عین الشباب
۱۲۰۳ھ

دیگر

تاریخ وفات مرزا اسمٰعیل بیگ گوہر بیست و سوم شہر صفر روز دوشنبہ سنہ ۱۲۰۵ھ

ہر کہ آمد در جہاں بسیار قیل و قال کرد	لیکن آخر خویش را تسلیم عزرائیل کرد
ہر کرا زیں خاکداں ناچار چوں باید گذشت	پس چرا می بایدش تاخیر ایں تعجیل کرد
دارد ایں مدفونِ مسکیں التماسِ فاتحہ	از جنابِ آنکہ او بر مرقدش تنزیل کرد
سالِ تاریخِ وفاتش رہ رو فرمود رفت	بابِ فردوسِ بریں منزلگہ اسمٰعیل کرد

اسی احاطے کے قریب دوسرا احاطہ ہے اُس میں بھی ایک تین در کی مسجد اور قبرستان واقع ہے

بارہ دری راجہ ٹوڈر مل

فتحپور کے بازار کی سڑک سے جنوبی جانب دو تین فرلانگ کے فاصلے پر گوالیار اور تیہرہ دروازہ کے درمیان میں ایک عمارت واقع ہے جو بارہ دری راجہ ٹوڈر مل کے نام سے موسوم ہے۔ راجہ موصوف ذات کے ٹنڈن گوت کے کھتری اور لاہرپور علاقہ اودھ کے رہنے والے تھے۔ بیوہ ماں نے بڑی تنگدستی اور افلاس کی حالت میں پالا تھا۔ اوّل عام متصدیوں کے زمرہ میں ملازم ہوئے۔ لیکن اپنی لیاقت و کارگزاری کی بدولت بہت جلد ترقی پاکر دیوان کُل کے معزز عہدے پر سرفراز ہوئے۔ چتوڑ۔ رن تھنبور۔ سورت۔ گجرات۔ بنگالہ وغیرہ کے معرکوں میں سپاہگری اور سرداری کے بھی خوب جوہر دکھائے۔ سنہ ۹۹۰ھ / ۱۵۸۲ء میں بادشاہ کا جشن ضیافت اپنے گھر (غالباً اسی بارہ دری میں) میں سرانجام دیا۔ اکبر بادشاہ بندہ نواز اور وفاداروں کا کارساز تھا۔ ان کے گھر پر آیا۔ ان کی عزت ایک سے ہزار ہوگئی۔ سنہ ۹۹۳ھ / ۱۵۸۴ء میں منصب چارہزاری عطا ہوا۔ سنہ ۹۹۷ھ / ۱۵۸۸ء میں بمقام لاہور انتقال کیا۔ اکبری عہد کے بہت سے آئین و قوانین اور دفتر دیوان کے دستور العمل ان سے منسوب ہیں کہ تاریخوں میں نقل ہوتے چلے آتے ہیں۔

راجہ ٹوڈر مل

اس عمارت کے درمیان میں ایک ہشت پہل کمرہ ہے جس کا قطر ۲۵ ½ فیٹ اور ہر ضلع ۱۰ ¾ فیٹ ہے چھت لداؤ کی گنبد نما ہے۔ چاروں طرف چار بڑے دروازے ۸ ¾ فیٹ چوڑے

اور اُن کے درمیان میں چار چھوٹے دروازے ۳ ۱/۲ فیٹ چوڑے بنے ہیں۔ بڑے دروازوں کی بغلوں میں خول ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دروازوں میں جو کواڑ لگے تھے وہ دروازے کے کھولنے کے وقت اِن خولوں میں چلے جاتے تھے۔

کمرہ کے آگے چاروں طرف ۳ - ۳ در کا برآمدہ اور اُن کے گوشوں میں چار چار دروازوں کی بغلی کوٹھریاں یا سینچیاں اور کوٹھریوں کے آگے ایک ایک سہ دری بنی ہے۔ برآمدہ کے ستون منقش اور نہایت اعلیٰ درجہ کے نقش و نگار سے مرصع ہیں۔ برآمدوں میں چھوٹے بڑے طاق اور پھول پتّے بنے ہوئے ہیں۔

دوسری منزل پر جانے کے واسطے دو زینہ ہیں جہاں برآمدوں اور کوٹھریوں کی چھت پر اسی طرح کے برآمدے اور کوٹھریاں بنی ہیں۔ اُن کے ستون اور توڑے بھی منقش اور بہت خوبصورت ہیں چاروں طرف چار زینے بنے ہیں جن کے ذریعہ سے اس عمارت کی بالائی چھت پر پہنچتے ہیں جہاں صرف ایک ہشت پہل چبوترہ بنا ہے۔ عمارت کے چاروں طرف باغ تھا جس کی روشوں کے نشان اب تک نمایاں ہیں۔

مسجد بہاؤالدین

بہاؤالدین نام ایک شخص جہانگیر کے عہد میں شاہی چونہ پز تھا جو معلوم ہوتا ہے کہ نہایت عالی حوصلہ اور باہمت آدمی تھا۔ اُس نے تیرہ دروازہ کے پاس ایک سنگین مسجد اور مقبرہ تعمیر کرایا تھا جو نہایت خوبصورت اور فتحپور کی قابل دید عمارتوں میں شمار ہوتا ہے۔

مسجد کا رقبہ ۲۳ ۱/۲ فیٹ × ۱۳ ۱/۲ فیٹ ہے۔ آگے ۲۹ فیٹ × ۲۹ فیٹ صحن ہے۔ چھت پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہے۔ ستون اور توڑے خوبصورت اور منقّش ہیں۔ چھت کے اوپر چار سنگ مرمر کے گلدستے مشرق کی جانب اور چار سنگ سرخ کے مغربی دیوار کے اوپر مزین ہیں مسجد کے اندر اور باہر یہ کتبہ کندہ ہے ؎

از وضیع و از شریف و از کبیر و از صغیر	در زمان بادشاہ گنج بخش مہرباں
کامیاب و کام بخش و نامدار و کامگار	ہر کسے در ہر مکاں آسودہ با امن و اماں

بروفاقِ آنکہ باشد پاس بروینِ ملوک　　خلق در تعمیر بہرِ نفع ابنائے زماں
کامراں باشد بعالم تابنائے عالم است　　شاہ نورالدیں جہانگیر اعظم صاحب قراں
چوں بہاؤالدین مسجد را برائے خاص و عام　　ساختہ بہرِ سعادت کمترینِ بندگاں
بہرِ خدمت بستہ ... چونہ پز ... داروغہ　　زالتفاتِ بادشاہِ بادشاہانِ جہاں
بانئے بیت اللہ از اخلاص شد با مقبرہ　　وز پناہِ رافتِ ظل اللہ کشورستاں
از بہاؤالدیں بود معمور بیت اللہ نو　　سالِ اتمام بنائش از بہاں مصرع بخواں
کم نما سالے دہم تاریخ اتمام بناش　　گو بہاؤالدیں شدہ بانیِ بیت اللہ زجاں
مسجدِ او باد فیض ....　　نیز بہرِ سالِ اتمامش بنثرِ خوردہ داں

بیرونی محرابوں پر

آنکہ بہاؤالدین در فتحپور　　کرد بنا مسجدے پُر فیض و نور
چونہ پز شاہِ جہانگیر بود　　کوز جہاں گوئے سخاوت ربود
فکر چو پے کرد بتاریخ کار　　نوز دہم سال فزود از ہزار

اِس کے علاوہ پیش طاق کے اندر کلمۂ طیبہ اور سورۂ اخلاص اور درمیان میں رکوع لَا یَسْتَوِی اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ الخ کندہ ہے۔

مقبرہ بہاؤالدین

مسجد سے ملا ہوا شمالی جانب مقبرہ ہے۔ یہ ایک خوبصورت سنگین احاطے سے جس کی دیواریں ۵ فیٹ بلند ہیں محصور ہے۔ احاطے کی جنوبی اور مشرقی دیوار خوبصورت جالیوں سے جن میں نہایت خوبصورتی سے محراب و ارطاق بنائے گئے ہیں مزیّن ہے۔ مغربی دیوار کے درمیان میں قناتی مسجد اور طاق اور مصلّوں کے نشان بنے ہیں۔ دیواروں کے اوپر نہایت نفیس خوبصورت اور منقش کنگورے بنے ہوئے ہیں جو کُل عمارت کی زیب و زینت کا باعث ہیں۔ یہ احاطہ باستثنائے گوشہ جنوب و مشرق کے جو کسی قدر آگے کو نکلا ہوا ہے مربع شکل کا ہے جس کا ہر ضلع ۵ ۔ ½ فیٹ ہے۔ اندر سنگین فرش ہے۔ درمیان میں گنبد

اوراطراف میں ۵ - ۵ درکا برآمدہ ہے۔ گنبد کے نیچے کا درجہ ۲۰ × ۲۰ فیٹ ہے جس میں سنگ مرمر کے دو تعویذ ہیں ایک مردانہ بہاؤالدین کا جس پر قلمدان بنا ہے دوسرا زنانہ اُن کی بیوی کا جس پر تختی بنی ہے۔ دونوں پر بسم اللہ۔ آیت الکرسی۔ اور کلمہ طیبہ اور دیگر آیات قرآنی کندہ ہیں۔ چاروں طرف چار دروازے ہیں جس میں صرف جنوبی جانب کا دروازہ کھلا ہے باقی تینوں میں اندر سنگ سرخ کی اور باہر سنگ مرمر کی یعنی دوہری جالیاں لگی ہوئی تھیں جس میں اب صرف شمالی دروازہ کی دونوں جالیاں باقی رہ گئی ہیں باقی دو دروازوں میں صرف سنگ سرخ کی جالیاں باقی ہیں۔

چاروں طرف کا برآمدہ ۴۲ فیٹ × ۴۲ فیٹ ہے جس کے ستون اور توڑے منقش اور بہت خوبصورت ہیں۔ دیواروں میں طاق اور صراحیاں ترشی ہوئی ہیں۔ صراحیوں کے اوپر اسم ”اللہ“ نہایت خوش خط منقوش ہے۔ درمیانی حجرے کے اوپر سنگ سرخ کا گنبد اور چاروں کونوں پر سنگ مرمر کے چار گلدستے اور برآمدوں کی چھت پر اُسی طرح کے چاروں طرف ۶ - ۶ گلدستے بہت خوبصورت مزین ہیں۔ برآمدہ میں وہی کتبہ کندہ ہے جو مسجد میں ہے اس کے کئی مصرعے مٹ گئے ہیں۔ دروازہ پر ایک پختہ کنواں ہے۔

عمارات قرب و جوار

عیدگاہ

فتحپور کی فصیل کے باہر چوپر کھڑکی کے سامنے پہاڑ کے اوپر ایک چھوٹی سی مسجد بنی ہوئی ہے جو عیدگاہ کے نام سے موسوم ہے۔ ممکن ہے کہ اکبری عہد میں جبکہ فتحپور کی آبادی کوسوں تک پھیلی ہوئی تھی وہاں کوئی عیدگاہ کی عمارت ہو لیکن یہ موجودہ مسجد اس قدر مختصر ہے کہ کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کسی زمانہ میں عیدگاہ کے واسطے مخصوص ہو۔ یہ بالکل ایسی ہی

جیسی اکثر قبرستانوں میں بنا دی جاتی ہیں چنانچہ اس کے آگے جو صحن کا چبوترہ بنا ہوا ہے
اُس پر تین قبریں موجود ہیں جن کے تعویذ نہایت خوبصورت ہیں جو معززین کے معلوم
ہوتے ہیں۔ ان میں دو زنانے اور ایک مردانہ ہے اور تینوں پر آیت الکرسی منقوش ہے
مسجد ۲۵ فیٹ × ۶ فیٹ ہے جس میں تین در سنگین ستونوں کے قائم ہیں۔ درمیانی
محراب کے اوپر یہ کتبہ کندہ ہے

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ
اور (اے پیغمبر) تم کہیں سے بھی نکلو (یہاں تک کہ مکے سے بھی تو جہاں ہو نماز میں) اپنا منہ مسجد محترم کی طرف کر لیا کرو اور یہ (یعنی نیا قبلہ)

رَّبِّكَ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ○ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ
برحق (اور) تمہارے پروردگار (کے حکم) سے ہے اور (مسلمانو!) اللہ تمہارے عملوں سے بیخبر نہیں اور (اے پیغمبر) تم کہیں سے بھی نکلو

وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ
(یہاں تک کہ مکے سے بھی تو جہاں ہو نماز میں) اپنا منہ مسجد محترم کی طرف کر لیا کرو اور (مسلمانو!) تم بھی جہاں کہیں ہوا کرو (نماز میں)

لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ
اُسی کی طرف اپنا منہ کرو (بار بار حکم دینے سے ایک) غرض یہ ہے کہ ایسا نہ ہو لوگوں کو تمہیں قائل کرنے کی سند ہاتھ آجائے مگر ان میں سے جو

وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ○ كَمَا أَرْسَلْنَا
ناحق کی ہیکڑی کرتے ہیں (وہ تم کو الزام دئیے بغیر رہنے کے نہیں) تو تم اُن سے نہ ڈرو اور ہمارا ڈر رکھو اور (دوسری) غرض یہ ہے کہ ہم اپنی نعمت

فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ
تم پر پوری کریں اور (تیسری غرض یہ ہے کہ تم (قبلے کے بارے میں) سیدھے رستے پر آلگو (یہ احسان بھی اُسی قسم کے ہیں) جیسا ہم نے تم میں تم ہی میں کے

وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ○ [illegible]
ایک رسول بھیجے جو ہماری آیتیں تمکو پڑھکر سناتے اور تمہاری اصلاح کرتے اور تمکو کتاب (یعنی قرآن) اور عقل (کی باتیں) سکھاتے اور تمکو ایسی باتیں بتاتے ہیں

چبوترہ کے نیچے کئی قبریں ہیں جن میں صرف ایک کے تعویذ پر کلمۂ طیبہ اور سورۂ اخلاص منقوش ہے
مسجد چاروں طرف سے پختہ احاطہ سے محصور ہے۔ چار دیواری کی جنوبی دیوار سے ملی ہوئی
ایک زمین دوز کوٹھری نکلی ہے جو پہلے ایک پختہ چبوترہ معلوم ہوتی تھی نہ معلوم کس طرح سے
اس کی چھت کا تھوڑا سا حصہ کھل گیا ہے تو معلوم ہوا کہ ایک بڑی کوٹھری سی بنی ہے جس کے

اندر چونے کی استر کاری کی ہوئی ہے یہ نیچے سے دیکھنے میں اب بھی ایک چبوترہ ہی معلوم ہوتا ہے نہ معلوم یہ کس غرض سے اور کب بنائی گئی تھی اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ اس میں کسی زمانہ کا خزانہ مدفون تھا۔ احاطے کے جنوبی جانب ایک گنبد بنا ہوا ہے۔

قبرستان قدیم

عیدگاہ سے لیکر موضع جوتانہ بلکہ منڈوی مرزا خاں تک پہاڑ کے اوپر زمانہ کی بیوفائی کا نقشہ اور عبرت کا مرقع کھنچا ہوا ہے۔ میلوں تک ایک وسیع شہر خموشاں آباد ہے۔ درمیان میں جن جن مقامات پر چکیروں (سنگ تراش چکی بنانے والے) نے پتھر نکالنے کے واسطے سرنگیں بارود سے اڑائی ہیں وہاں کی قبریں کچھ پتھر کے ٹکڑوں میں دب گئیں اکثر تعویذ اِدھر اُدھر پڑے اب تک نظر آتے ہیں۔ جہاں جہاں زیادہ قبریں تھیں وہ البتہ باقی رہ گئی ہیں غرضکہ عجیب حسرت کا مقام ہے ؎

گذر ناگاہ جب میرا ہوا شہرِ خموشاں میں	عجب نقشہ مجھے آیا نظر شاہانِ عالم کا
کہیں آئینۂ دلبر شکستہ تھا سکندر کا	کہیں ٹوٹا پڑا تھا کاسۂ سر خاک میں جم کا

عیدگاہ سے مغرب کی جانب ایک بلند ٹیلے پر ایک قناتی مسجد اور سیکڑوں ہزاروں قبریں بنی ہوئی ہیں ہم نے نہایت غور سے ہر ایک سنگین تعویذ کو پاس سے جا کر دیکھا تاکہ فتحپور کی گذشتہ آبادی کے کسی باشندے کا حال معلوم کریں۔ مگر افسوس کہ ہر جگہ ناکامیابی ہوئی۔ دوپہر کا وقت۔ گرمی کا موسم۔ خشک پہاڑ کا مقام۔ حسرت و ناکامیابی۔ اِن سب باتوں نے ملکر ہماری ہمت پست کر دی اور ہم ناکام ہی واپس ہوا چاہتے تھے کہ ایک بزرگ کے مزار کے بلند چبوترہ نے ہماری رہنمائی کی ہم نہایت اشتیاق سے اُدھر بڑھے جب چبوترہ پر چڑھکر تعویذ کو دیکھا اور اُس پر کتبہ نظر آیا تو اِس حسرت و عبرت کے مقام پر بھی جو مسرت ہوئی اُس کا بیان امکان سے باہر ہے۔ ایک پختہ چبوترہ پر جو ۳۰×۳۰ فیٹ ہے ایک مزار واقع ہے جس کا تعویذ سنگ سرخ کا نہایت مضبوط ہے۔ اور اُس پر یہ کتبہ منقوش ہے۔ قَالَ تبارک اللہ تعالیٰ۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقىٰ وَجْهُكَ

جو کوئی ہو زمین پر سب فنا ہونیوالا ہے۔ رہے گا منہ تیرے رب کا

ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ○ کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُکْمُ وَ اِلَیْهِ

بزرگی اور تعظیم والا ہر چیز فنا ہونے والی ہے مگر اُس کا مُنہ۔ اُسی کا حکم ہے اور اُسی کی طرف

تُرْجَعُوْنَ ○ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ

پھر جاؤ گے کہدے اے بندو میرے جنہوں نے زیادتی کی اپنی جان پر

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ

نا امید نہ ہو اللہ کی رحمت سے بیشک اللہ بخشتا ہے سب گناہ وہ جو ہے وہی

الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ○

ہے گناہ معاف کرنے والا۔

علی اصغر گُلِ باغ سیادت	کہ اوصافش نہ گنجد در رسائل
در احسان و فضائل بود گنجے	.... خاک راحائل
چو رحلت کرد از دنیا بہ جنّت	بجو تاریخ از گنج فضائل
	۹۹۴ھ

منتخب التواریخ سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ سید علی اصغر بدایوں کے رہنے والے تھے اور ۹۷۶ھ/۱۵۶۸ء میں صاحب منتخب التواریخ کے ساتھ شیخ نظام الدین امیٹھوی کی خدمت میں گئے تھے۔

مزار بی بی عائشہ و بی بی زیبا مع گنبدہائے ملحقہ

بی بی عائشہ اور بی بی زیبا دونوں بہنیں اور حضرت شیخ الاسلام شیخ سلیم چشتی کی صاحبزادیاں تھیں۔ اُن کا حال تو حضرت کے ذکر خیر کے ساتھ بیان کیا جائیگا مزار کا حال اس جگہ تحریر کیا جاتا ہے۔ دونوں کے مزار موضع چھتانہ[۱] کی آبادی کے مغربی جانب پہاڑ کے اوپر جہاں ایک وسیع اور پورانا قبرستان واقع ہے ایک چوکھنڈی کے اندر جو ۹½ فیٹ × ۹½ فیٹ ہے بنے ہوئے ہیں۔ تعویذ سنگ سفید کے ہیں جن پر زنانہ نشان یعنی تختیاں بنی ہوئی ہیں

[۱] موضع چھتانہ اکبری عہد میں فتحپور کی آبادی کے درمیان میں اور اب کوس ڈیڑھ کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔

شرقی جانب بی بی عائشہ اور غربی جانب بی بی زیبا کا مزار ہے۔

اسی قبرستان میں چوکھنڈی کے قریب ایک گنبد بنا ہے جس کے اندر سات سنگین تعویذ ہیں۔ ان میں چار زنانے اور تین مردانے ہیں۔ چند تعویذ برآمدے میں بھی ہیں مگر کتبہ کسی پر نہیں نہ دریافت سے پتہ چلا کہ یہ کس کے مزار ہیں۔ گنبد کے نیچے کا کمرہ مربع شکل کا ہے جس کا ہر ضلع ۲۴ فیٹ ہے۔ اس میں چونے کی استرکاری پر منبت کاری کے نقش و نگار تھے جس کا کچھ نمونہ اب بھی باقی ہے۔ کمرہ کے آگے چاروں طرف ۱۴ فیٹ لمبا برآمدہ ہے جس میں چاروں طرف ۵۔۵ در ہیں۔

اس سے مغرب کی جانب تھوڑے فاصلے پر ایک اور گنبد بنا ہے جس کے نیچے کا کمرہ ۲۰ × ۲۰ فیٹ ہے۔ چاروں طرف ۲۴ فیٹ لمبا برآمدہ ہے۔ اس کے اندر چکیروں نے کوڑہ بھر دیا ہے۔

تیسرا گنبد اس سے تھوڑے فاصلے پر سنڈوی مرزا خاں کی آبادی کے قریب جو کسی زمانہ میں فتحپور کا ایک محلہ تھا واقع ہے۔ اس کے اندر چکیروں نے اس قدر کوڑہ بھر دیا ہے کہ یہ اوپر تک پٹ گیا ہے۔ اس کا رقبہ باہر سے ۲۰ × ۲۰ فیٹ ہے اندر باہر بہت خوبصورت نقش و نگار بنے ہوئے تھے جن کا کچھ حصہ اب بھی موجود ہے۔ دو سنگین تعویذ مغرب کی جانب باہر پڑے ہیں۔ عجیب دنیا کا کارخانہ ہے۔ زندگی میں کیا عالم ہوگا۔ مرنے کے بعد کس شان کا مقبرہ تعمیر ہوا۔ آج کوئی نام لیوا بھی موجود نہیں۔ گنبد میں کوڑہ کرکٹ بھرا ہے۔ تعویذ مارے مارے پھر رہے ہیں۔ افسوس ؎

تھے جو مشہور قیصر و فغفور	باقی اُن کے نہیں نشانِ قبور
تاج میں جن کے چمکتے تھے گوہر	ٹھوکریں کھاتے ہیں وہ کاسۂ سر

پہاڑ کے نیچے جنوبی جانب بیانہ کی سڑک پر ان دونوں گنبدوں کے درمیان میں ایک بڑی پختہ باولی بنی ہوئی ہے جس کا قطر ۱۲ فیٹ ہے۔ یہ کسی باغ کی باولی معلوم ہوتی ہے کناروں پر پختہ نالیوں کے نشان بنے ہیں۔

مقبرہ نواب ابراہیم خاں

نواب ابراہیم خاں حضرت شیخ سلیم چشتی رح کے بھتیجے اور دربار اکبری کے ایک قابل امیر تھے۔ ان کا مقبرہ موضع رسول پور میں جو فتحپور سے شمالی جانب کوس ڈیڑھ کوس کے فاصلے پر واقع ہے بنا ہوا ہے۔ مقبرہ میں چاروں طرف پختہ چار دیواری ہے جس کی دیواروں کے اوپر خوبصورت کنگورے۔ اور چاروں گوشوں پر برج اور اُن کے نیچے کوٹھریاں بنی ہوئی ہیں۔ احاطے کا رقبہ اندر سے ۱۹۶ فیٹ × ۱۴۱ فیٹ ہے۔ چار دیواری کی دیواریں ۳ فیٹ آثار کی ہیں اور اُن پر چونے کی استرکاری ہے۔ اندر سنگین فرش تھا جس کے اب صرف کہیں کہیں کے پتھر باقی رہ گئے ہیں۔ ایک چھوٹا دروازہ مشرق کی جانب اور صدر دروازہ شمالی جانب بنا ہے جس کے بیرونی جانب رنگین بیل اور طاق کے اندر کا سرخ رنگ کا پھول اب تک باقی ہے۔

مسجد

مغربی جانب مقبرہ سے ملی ہوئی قناتی مسجد بنی ہے جو ۳۵ ۱/۲ × ۲۲ فیٹ ہے دیوار میں تین طاق بنے ہیں۔ درمیانی بڑے طاق کے اردگرد دائرہ نما پھول اور چھوٹے طاقوں کے اردگرد دائرہ نما پلیٹ پر کلمہ طیبہ منقوش ہے۔

مقبرہ

ایک پختہ چبوترہ پر جو ۶۰ فیٹ ۶ انچ × ۶۰ فیٹ ۶ انچ اور ۳ فیٹ بلند ہے مقبرہ کا عالیشان گنبد بنا ہوا ہے۔ بیرونی چاروں طرف بڑے بڑے محرابدار در ۱۲ فیٹ ۱۰ انچ چوڑے بنے ہیں جن کے اطراف میں نہایت خوبصورت سفید بیل چونے کی بنی ہوئی ہے جو پائداری میں سنگین بیل سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ درمیانی کھڑکیوں کے دونوں سروں پر "یا اللہ" اور کہیں "یا فتاح" تحریر ہے۔ انہیں محراب داروروں کے اندر دروازے ہیں جن میں تین جانب کے دروازے سنگ سرخ کی جالیوں سے بند ہیں صرف جنوبی دروازہ کھلا ہے گنبد کے نیچے کا حصہ ۲۵ فیٹ ۱۰ انچ × ۲۵ فیٹ ۱۰ انچ اور دروازوں کا آثار ۴ فیٹ ۵ انچ ہے۔ دروازوں کی بغلوں میں دو دو بڑے بڑے طاق بنے ہیں۔ اُس سے اوپر کا حصہ ہشت پہل ہے جس میں چاروں طرف چار محراب دار سینچیاں (بڑے طاق) اور گوشوں میں طاق بنے ہیں

اس کے اوپر ۱۶ پہل قائم کر کے محرابدار کھڑکیوں کے نشان بنائے ہیں۔ اس کے اوپر لداؤ کی چھت ہے۔ چھت کے درمیان میں ایک بڑا دائرہ نما پھول جس کے اطراف میں آٹھ چھوٹے چھوٹے پھول بنے ہیں نہایت باریک اور خوبصورت بنا ہوا ہے۔ تمام در و دیوار اور چھت پر خوبصورت رنگین بیلیں۔ مختلف نقش و نگار بنے ہوئے تھے جس میں بہت کچھ اب بھی باقی ہے۔ فرش سنگ سرخ کا تھا جس کے پتھر لوگ اُکھاڑ کر لے گئے اب بہت تھوڑا حصہ باقی رہ گیا ہے۔ ۹ بڑے اور ۷ بچوں کے تعویذ گنبد کے اندر ہیں جن میں تین سنگ مر مر کے ہیں۔ اِن میں درمیانی تعویذ نواب ابراہیم خاں کا ہے۔ گنبد کے اندر سرائے فانی کی بیوفائی کا نقشہ اور دنیائے دنی کے کارخانہ کا مرقع نظر آتا ہے۔ عجیب عبرت کا مقام اور حسرت کی جگہ ہے ع حسرت برس رہی ہے یہ کس کا مزار ہے + وہی نواب ابراہیم خاں جو کسی وقت میں اکبر کے منظورِ نظر مصاحب اور دار الخلافت کے صوبہ دار تھے۔ وہی نواب صاحب جنھوں نے مرتے وقت ۲۵ کروڑ روپئے اپنے خزانہ میں چھوڑے تھے۔ وہی نواب صاحب جن کی اولاد بفضلہ تعالےٰ آج بھی معزز اور عام مسلمانوں کی حالت دیکھے یا حیثیت ہے کس مپرسی کے عالم میں کنج لحد میں پڑے ہیں۔ مزار پر روشنی۔ خوشبو۔ پھول پتے آرائش و زیبائش کے بجائے بلا مبالغہ سیروں کبوتروں کی بیٹ اور کوڑے کرکٹ کا انبار لگا ہوا ہے سچ کہا ہے ؎

دیدم چغدے نشستہ در وقت پگاہ
بر کنگرۂ مقبرۂ نوشرواں شاہ

فریاد کناں زروے عبرت میگفت
کو آں ہمہ حشمت و منال و آں ہمہ جاہ

افسوس ؎

عطر مٹی کا جو نہ ملتے تھے
نہ کبھی دھوپ میں نکلتے تھے

گردشِ چرخ سے ہلاک ہوئے
اُستخواں تک بھی اُن کے خاک ہوئے

جنوبی دروازہ کے آگے زینہ بنا ہے جس کی ۲۴ سیڑھیاں طے کر کے چھت پر پہنچتے ہیں چھت کے چاروں گوشوں پر ۶ فیٹ ۲ انچہ × ۶ فیٹ ۲ انچہ چبوتروں پر گنبد دار برجیاں بنی ہیں۔ درمیان میں ۹ فیٹ ۶ انچہ بلند ہشت پہل چبوترہ پر جس کا ہر ضلع ۱۵ ½ فیٹ ہے ایک خوبصورت گنبد بنا ہوا ہے۔ چبوترہ کے بالائی حصہ پر سُرخ رنگ کے کنگورے بنے ہیں

جن کے درمیان میں چونے کے اوپر "یا اللہ" اور "یا فتاح" لکھا ہوا ہے۔ چھت کے چاروں طرف ۱ فیٹ ۵ انچہ بلند دیواریں ہیں۔ جن کے اوپر چاروں طرف دو دو گلدستے بنے ہیں۔ تمام عمارت میں چونے کی استرکاری پر نہایت نفیس گھٹائی کی گئی تھی جس کا نمونہ زینہ کے اندر باقی رہ گیا ہے۔ مقبرہ سے مشرقی جانب بہت بڑا پختہ تالاب بنایا گیا تھا جس میں اب زراعت ہوتی ہے۔ پختہ دیواروں کا کچھ حصہ موجود ہے۔

تالاب

مزار آدم شہید

موضع رسول پور کے پہاڑ کے نیچے گوشہ شمال و مغرب میں اُس راستہ کے اوپر جو رسول پور سے پت سال کو گیا ہے ایک چبوترہ پر بہت سے شہدا کے مزار ہیں۔ جو سکروار کی لڑائی میں شہید ہوئے تھے۔ ان میں ایک مزار کے اوپر حجرہ بنا ہوا ہے جس کی چھت پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہے۔ قرب و جوار کے دیہات والے اِس مزار سے بہت عقیدت رکھتے ہیں۔ جب کسی کی بھینس یا گائے بچہ دیتی ہے تو وہ کھیر اور پیوسی لیجا کر اس مزار پر چڑھاتا ہے۔ صاحبِ مزار کا نام آدم شہید مشہور ہے۔ تین قبروں کے تعویذ سنگ سرخ کے ہیں جو بعد کے معلوم ہوتے ہیں۔

مزارات موضع چُریاری

فتحپور کے شمالی جانب ڈیڑھ کوس کے فاصلے پر اور سیکری کے سوانہ سے ملا ہوا موضع چُریاری واقع ہے۔ اس کی آبادی کے مشرقی جانب پہاڑی اور مغربی جانب ایک بہت بڑا اور بلند کھیڑا ہے۔ جس کے قرب و جوار میں بہت سے آثار قدیمہ کے نشان ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں اور سکروار ٹھاکروں سے ۱۲۵ھ ۱۱۱۸ء میں اسی مقام پر لڑائی ہوئی تھی[۱]۔ کھیڑہ کے اوپر درمیان میں ایک بزرگ کا مزار واقع ہے۔ جس کا بالائی تعویذ تین پختہ چبوتروں پر جو یکے بادیگرے کھیڑے کے سب سے بلند مقام پر بنائے گئے

[۱] قصبہ سیکری کے بیان میں دیکھو

ہیں اور کھیڑے سے ۱۴ ½ فیٹ بلند ہیں واقع ہے۔ یہ تعویذ سنگ مرمر کا ہے مگر اب شکستہ حالت میں ہے۔ بالائی چبوترہ کے ارد گرد سنگ سرخ لگا ہوا ہے جس پر نہایت عمدہ کٹاؤ کا کام ہے نیچے تہ خانہ میں پختہ قبر ہے۔ نیچے کے چبوترہ کے چاروں گوشوں پر برجوں کے نشان ہیں۔ مغرب کی جانب تھوڑے فاصلہ پر ایک اور مقبرہ نہایت بلند بنا ہوا ہے جس کے اوپر دو سنگ سرخ کے تعویذ نظر آتے ہیں۔ مگر اُس کے اوپر چڑھنے کا راستہ اب منہدم ہو گیا ہے اور کوئی جگہ ایسی باقی نہیں کہ جہاں سے کوئی آدمی اوپر چڑھ سکے۔ قرب و جوار میں اکثر سنگین تعویذ پڑے ہوئے ہیں۔ یہ مزار بہت پر فضا جگہ پر واقع ہے۔ کوسوں تک کا منظر وہاں سے دکھائی دیتا ہے۔ میں نے بہت کوشش کی گانوں والوں اور قرب و جوار کے لوگوں سے ملا۔ مگر ان مزاروں میں آرام کرنے والوں کے حال پر سے گمنامی کا پردہ نہ اُٹھا۔ اس سے زیادہ کچھ نہ معلوم ہو سکا کہ کھیڑہ والا مزار "پیر پنج"[۹۵] کے نام سے موسوم ہے اور گاؤں والے جو سب ہندو ہیں اس مزار سے خاص عقیدت رکھتے اور نذر و نیاز چڑھاتے رہتے ہیں۔ غالباً یہ اُسی لڑائی کے شہدا کے مزار ہیں۔

آبادی سے تھوڑے فاصلہ پر گوشہ جنوب و مشرق میں ایک پختہ چبوترہ پر جو ۴۵ × ۴۵ فیٹ ہے ایک سنگ سرخ کا مقبرہ بنا ہوا ہے جس میں نہایت نفیس پتھر لگا ہے۔ اس کا رقبہ ۲۶ ½ × ۲۶ ½ فیٹ ہے۔ چاروں طرف تین تین در ہیں۔ چھت اب کھلی ہوئی ہے۔ درمیان میں سنگ مرمر کا تعویذ ہے۔ اوپر کے پتھر کچھ منقش بھی ہیں۔ کل عمارت کی ساخت فتحپور کی عمارت سے ملتی جلتی ہے۔ عمارت کے چاروں طرف اور اندر۔ کریل۔ جال۔ پیلو۔ ہنگوٹ کے درخت اس قدر گھنے لگے ہیں کہ مقبرہ کو طلسم بکاولی بنا دیا ہے۔ قریب سے بھی کچھ نظر نہیں آتا نہ کسی طرف سے اندر جانے کا راستہ باقی ہے۔ نہایت دقت اور مشکل سے درختوں کو صاف کرکے گرتے پڑتے اندر تک پہنچے جب معلوم ہوا کہ مقبرہ ہے اور درمیان میں سنگ مرمر کا تعویذ اُلٹا پڑا ہے۔

آبادی کے گوشہ جنوب و مغرب میں ایک اور سنگ سرخ کا مقبرہ ہے جس کا رقبہ

[۹۵] قرب و جوار کے مسلمان ان بزرگ کا نام سرور سلطان بتاتے ہیں ایسی نام کا ایک مزار سوضع رنکتہ میں بھی ہے جہاں سالانہ بہت بھاری میلہ لگتا ہے

۱۶½ × ۱۶½ فیٹ ہے۔ چاروں طرف تین تین دروازے ہیں۔ چھت پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہے۔ دو سنگ سرخ کے تعویذ اندر ہیں اور دو تین باہر رکھے ہوئے ہیں۔ گاؤں والے ان دونوں مقبروں کو چوکھنڈی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ان گمناموں کا نام بھی معلوم نہیں ہو سکا۔

مزار محمد یار

آبادی سے جنوب کی جانب راستہ کے قریب ایک مزار ہے جس کا تعویذ سنگ سرخ کا نہایت مضبوط۔ منقش اور خوبصورت ہے۔ خوش قسمتی سے اس پر کتبہ موجود تھا اور کتبہ بھی ایسی صنعت کا کہ آج تک ہزاروں کتبے دیکھے مگر اس صنعت کا کتبہ کہیں نظر نہیں پڑا۔ تعویذ پر مشرقی جانب نہایت خوش خط خط نسخ میں آیت الکرسی کندہ ہے۔ مغربی جانب بالکل اسی خط میں بخط معکوس آیت الکرسی تحریر ہے۔ میں نے بہت دیر تک اپنے ہمراہیوں کے ساتھ دونوں کا ایک ایک لفظ ملایا مگر کہیں فرق نظر نہ آیا۔ بالکل یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو ایک جانب لکھا ہے وہی دوسری جانب پتھر پر چھاپ دیا ہے۔ حروف اُبھرے ہوئے اور بڑے بڑے ہیں بالیں پر جداگانہ خط میں دو جگہ کلمۂ طیبہ اور پائیں پر یہ تاریخ کندہ ہے ؎

ایک خاص صنعت کا کتبہ

محمد یار درکشمیر جہاں داد	کہ چوں رستم دلیر و صف شکن بود
بروز جمعہ در ماہ ذوالحج	وفات آں جوانِ سیم تن بود
دریغا بست سالہ از جہاں رفت	کہ بالایش چو شاخ نارون بود
ز درد و ماتم مولش بعالم	کرا در دل امید زیستن بود
بجستم از خرد سالِ وفاتش	خرد گفتا عجب شمشیر زن بود

سنہ کچھ مٹ سا گیا ہے مگر تاریخ سے ۹۴۶ھ نکلتے ہیں جو شہنشاہ ہمایوں کا عہد ہے۔

پَوَن چکّی

اسی موضع چُریاری میں پہاڑی کے سب سے بلند چوٹی پر ایک عمارت کے کچھ آثار باقی ہیں جو پَوَن چکّی کے نام سے مشہور ہیں۔ ایک ہشت پہل گچ کا مکان ہے جس کا ہر ضلع ۷ فیٹ ۴ انچہ اور قطر ۱۹ فیٹ ہے۔ ہر پہل میں ایک دروازہ ہے۔ چھت لداؤ کی ہے جس کے

اور پر ۳ فیٹ ۴ انچ بلند سنگین چبوترہ ہے۔ یہ چبوترہ بھی ہشت پہل ہے جس کا ہر ضلع ۸ فیٹ ۷ انچ ہے۔ آس پاس اور بھی عمارت کے آثار ہیں۔ بہت سے سنگین اور منقش ستون اور پتھر ارد گرد پڑے نظر آتے ہیں۔

فارسی تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ میر فتح اللہ شیرازی[1] نے فتحپور میں پون چکی بنائی تھی جو ہوا سے خود بخود چلتی تھی غالباً یہ اُسی چکی کی عمارت ہے۔ فارسی تاریخوں میں اس کا نام "باد آسیا" یعنی ہوا کی چکی لکھا ہے۔ صاحب مآثرالامرا میر موصوف کے حال میں لکھتے ہیں "آسیائے ساختہ کہ خود حرکت میکرد و آرد میشد"

گونگا محل (گنگ محل)

موضع چرپاری کے کھیڑہ کے قریب ایک مکان کے آثار ہیں جو گونگا محل کے نام سے موسوم ہیں۔ اس کی اصلیت یہ ہے کہ دربار اکبری میں ایک دفعہ یہ سوال پیش ہوا کہ انسان کی طبعی اور مادری زبان کیا ہے؟ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ سب بچے مذہب اسلام پر پیدا ہوتے ہیں اس کی اصلیت کیا ہے۔ ۹۸۸ھ ۱۵۸۰ء میں اس کی تحقیق کے لئے بیس۲۰ شیر خوار بچے اُن کی والدین کو بہت سا روپیہ دیکر لئے گئے۔ اور شہر (فتحپور) سے باہر ایک وسیع عمارت اُن کے رہنے کے واسطے بنوائی گئی۔ اور وہاں لیجا کر رکھا۔ اُن کی پرورش کے لئے جو انائیں رکھی گئی تھیں اُنھیں حکم دیا گیا کہ کسی قسم کی اُن کو تعلیم نہ دی جائے نہ اُن کے سامنے کچھ گفتگو کی جائے۔ بچوں اور خدمت گاروں کے واسطے ہر قسم کے سامان آسائش کے مہیا کئے گئے۔ مکان کا نام گنگ محل رکھا گیا۔ تین چار برس کے عرصہ میں کئی بچے مر گئے۔ جو باقی بچے بادشاہ اُن کے دیکھنے کے واسطے تشریف لے گئے۔ خدمتگاروں نے بچوں کو لاکر آگے چھوڑ دیا۔ چلتے پھرتے کھیلتے۔ کودتے تھے بولتے بھی تھے۔ مگر ایک لفظ بھی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ جانوروں کی طرح غائیں بائیں کرتے تھے[2]۔ غالباً یہ وہی گنگ محل ہے جو دیہات کی بولی میں گونگا محل مشہور ہو گیا ہے۔

[1] میر موصوف کا حال باب سوم میں ملاحظہ کیجئے [2] دربار اکبری۔ منتخب التواریخ وغیرہ

بستاں سرائے

اکبر کے عہد میں آگرہ سے فتحپور تک جابجا شاہی باغ - بازار - مسجدیں وغیرہ بنی ہوئی تھیں - جن میں سے اکثر کے منہدمہ آثار اب تک سڑک کے کنارے پر نظر آتے ہیں - چنانچہ اکیسویں میل پر سڑک کے شمالی جانب نہر کے کنارے پر ایک مسجد سنگ سرخ کی اب تک موجود ہے - اکثر باغات کے دروازے کھڑے رہ گئے ہیں جو دور سے دکھائی دیتے ہیں - جس مقام پر اب کراولی[1] آباد ہے یہاں سے فتحپور کی سرحد شروع ہو جاتی تھی - جب اکبر نے فتحپور آباد کیا اور یہاں محلات شاہی تعمیر ہوئے تو اکبر کی والدہ حمیدہ بانو بیگم نے جن کا لقب مریم مکانی تھا اُس مقام پر جہاں اب کراولی کی تحصیل واقع ہے اپنے محل تعمیر کرائے جس کے ارد گرد باغ دل کشا لگایا جو بستاں سرائے کے نام سے موسوم تھا - اکبر - جہانگیر شاہجہاں کا اکثر مقام اس باغ میں ہوا کرتا تھا - باغ کے احاطے کے کچھ نشانات اب بھی موجود ہیں اور محلات میں تحصیل کا دفتر اور تحصیلدار صاحب کے رہنے کا مکان ہے آبادی کے اندر ایک مسجد اور مقبرہ (گنبد) بھی اُسی عہد کا موجود ہے مگر ان پر کوئی کتبہ نہیں ہے - جس موضع کی اراضی میں یہ تحصیل واقع ہے وہ باغ کلاں کے نام سے موسوم ہے -

مسجد مڈھاکر

مڈھاکر آگرہ سے ۱۲ میل کے فاصلے پر آگرہ اور فتحپور کے درمیان میں ایک گاؤں ہے - یہاں کا ایک خاص تاریخی واقعہ قابل بیان ہے کیونکہ اکبر کے صوفیانہ خیالات اور بزرگوں سے اعتقاد کی یہیں سے ابتدا ہوئی جس کا حال یہ ہے کہ ۹۶۹ھ ۱۵۶۲ء میں ایک دن شکار کھیلتا ہوا اکبر ادھر آ نکلا - اسے ہندوستان کے گانا سننے کا بہت شوق تھا یہاں پر قوال حضرت شیخ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ کے فضائل و کرامات میں گیت گا رہے

[1] اس مقام پر تحصیل ہے آگرہ سے ۱۵ میل اور فتحپور سے ۸ میل ہے

تھے۔ اکبر بھی سُننے لگا۔ قوّالوں نے معرفتِ الٰہی کا ایسا سماں باندھا کہ اکبر کو خاص ذوق و شوق طاری ہوا اور وہیں سے سیدھا اجمیر کو روانہ ہوگیا۔ زیارت کے مراتب ادا کئے دل کی مُرادیں عرض کیں اور نذر و نیاز چڑھا کر رخصت ہوا۔ خدا کی قدرت اور حسنِ اتفاق کہ جو کچھ مانگا تھا اُس سے زیادہ پایا اِس لئے زیادہ اعتقاد بڑھا اور روز بروز برابر بڑھتا گیا۔ کئی مرتبہ آگرہ اور فتحپور سے پا پیادہ پا برہنہ گیا اور یہ تو ہمیشہ کا معمول تھا کہ ایک منزل سے پیادہ ہو جاتا تھا۔

مُنڈھاکر میں اکبر کی بیگم سلیمہ سلطانہ کا باغ تھا۔ توزک جہانگیری سے واضح ہے کہ مرنے کے بعد وہ اسی باغ میں مدفون ہوئیں۔ باغ یا کوئی عمارت اب باقی نہیں۔ لیکن مقام اب تک شاہی باغ کے نام سے موسوم ہے اور چند سنگین تعویذ پڑے ہوئے ہیں آثارِ قدیمہ میں صرف ایک چھوٹی سی تین در کی مسجد اور اُس کے قریب ایک سنگین برج باقی ہے جو آبادی کے قریب سڑک پختہ کے کنارے پر واقع ہیں۔ مسجد کا رقبہ ۵۹ فیٹ × ۴۲ فیٹ ہے۔ جس میں ۴۲ فیٹ × ۲۳ فیٹ مسجد اور بقیہ صحن ہے۔ ستونوں پر یہ کتبہ کندہ ہے۔

"بندگان حضرتِ ظلِ الٰہی بعد از فتح دکن بندہ را از آگرہ بہ جانب عراق و خراسان سنہ ۱۰۱۰ھ مرخص فرمودند۔ حررہٗ محمد معصوم بکری بن سید صفائی المتخلص بہ نامی"

دیگر۔ من معدن الافکار

بختی عمرست چناں راہوار	کش نتواں باز کشیدن مہار
نامی ازیں رہ دلت آگاہ بہ	سازبہ اندازہ ازیں راہ بہ

قایلہ و کاتبہ محمد معصوم النامی والبکری تحریر فی شہر رمضان سنہ ۱۰۱۰ھ
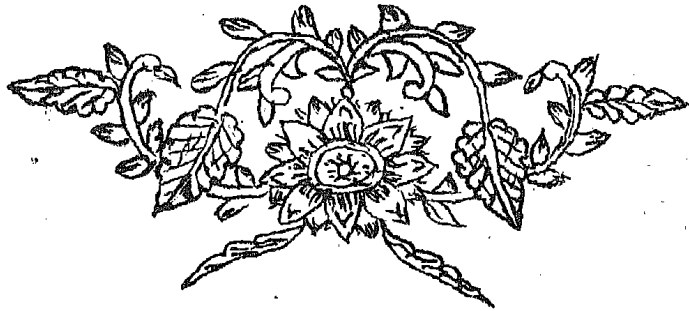
باب ہفتم

سیکری اور اُس کی عمارتیں

قصبہ سیکری

غالباً یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ سیکری جو اَبْ فتحپور کے قریب ایک گاؤں ہے قدیم الایام میں ایک بڑا قصبہ تھا جو سرکار بیانہ کے متعلق تھا۔ اِس پورانے قصبہ کی تاریخ بالکل تاریکی میں ہے۔ آج اگرچہ یہ قصبہ ویران اور تباہ پڑا ہے تاہم آثار قدیمہ کے شوق نے فتحپور کی تاریخ کے ساتھ اس قصبہ کی تاریخی حالت پر بھی مجھے متوجہ کیا۔ میں نے بہت سی قلمی اور مطبوعہ کتابوں کی ورق گردانی کی۔ لیکن کہیں اس کی تاریخ کا ٹھیک پتہ نہ چلا۔ اِس کے بعد کئی مرتبہ موقع پر پہنچکر اس کے کھنڈروں کی خاک چھانی۔ بہت سی قبروں۔ ٹوٹی پھوٹی مسجدوں۔ پورانی دیواروں کو نظر غور اور نگاہ شوق سے دیکھا کہ کسی جگہ سے یہاں کے قدیم اور بے نشان باشندوں کا کچھ نام و نشاں ملے۔ بہت سے کہن سال باشندوں سے ملا اور گفتگو کی کہ شاید کسی کی زبان سے کوئی مطلب کی بات نکلے مگر افسوس کہ جیسی دل کی خواہش تھی کامیابی نہ ہوئی۔ بس قدر تلاش وجستجو سے جو حالات دستیاب ہوئے ہیں وہ ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں۔

امید ہے کہ معزز ناظرین ان مختصر حالات کو جو نہایت سر دردی سے بہم پہنچائے گئے ہیں خاص دلچسپی سے ملاحظہ فرمائیں گے۔

سیکری میں قدیم زمانہ سے سکروار گوت کے ٹھاکر آباد تھے۔ اور اسی مناسبت سے اس کا نام سکری یا سیکری تھا۔ سمبت ۱۱۷۳ ب / ۵۱۲ھ ۱۱۱۸ء میں جبکہ اس مقام کا فرماں روا راجہ بلرام سکروار تھا۔ ابو بکر قندھاری نام ایک مسلمان سپہ سالار بیانہ کے قلعہ کو

فتح کرنے کے واسطے اس نواح سے گذرا تو یہاں کے سکروار ٹھاکروں نے بی بی چھبیلی نام ایک مسلمان عورت کے ڈولے کو جو چند مسلمان سپاہیوں کے ساتھ فوج سے پیچھے رہ گیا تھا لوٹ لیا اور سب کو مار ڈالا۔ جس مقام پر یہ کشت و خون ہوا تھا وہ اب تک چھبیلی [۵۱] کا ٹیلہ کہلاتا ہے۔ جب مسلمانوں کو یہ حال معلوم ہوا تو اُنھوں نے بیانہ کے قلعہ کو فتح کرکے اِس طرف کا رُخ کیا۔ یہاں سکرواروں سے سخت معرکہ پڑا۔ آخر کار مسلمانوں نے فتح پائی۔ [۵۲] اور سکرواروں کو یہاں سے نکال باہر کیا۔ اور شکرانہ فتح میں راجہ بلرام کے مندر کو توڑ کر مسجد بنا لیا جو اب تک شکستہ حالت میں موجود ہے [۵۳] سیکری کے باشندوں کا بیان ہے کہ اب تک کوئی سکروار یہاں نہیں آتا۔ بیانہ کی فتح کی نسبت یہ ہندی دوہرہ اب تک عوام کی زبانوں پر ہے ؎

اگارہ سو تہتر پھاگ تیج ربی وار ۔۔۔۔۔ نبجے مندر گڑھ توڑا ابوبکر قندھار

یعنی ۳ ر پھاگن سمت ۱۱۷۳ ب کو ابوبکر قندھاری [۵۴] نے بیانہ کے قلعہ کو فتح کیا۔ فارسی تاریخوں میں بیانہ یا سیکری کی اس لڑائی کا کچھ حال نہیں لکھا۔ لیکن سمت ۱۱۷۳ ب ۵۱۲ھ / ۱۱۱۸ء کے مطابق ہوتا ہے جو سلطان بہرام [۵۵] بن مسعود غزنوی کے جلوس کا سال ہے۔ سب مؤرخین نے لکھا ہے "کہ اُس نے تخت نشین ہو کر ہندوستان کی طرف لشکر بھیجا اور ایسے مقام کہ اُس کے بزرگوں سے بھی فتح نہ ہوئے تھے فتح کئے"۔ فرشتہ نے اتنا زیادہ لکھا ہے

---

[۵۱] یہ ٹیلہ اُس راستہ کے اوپر واقع ہے جو فتحپور سے نگر کو گیا ہے۔ اسی پر بی بی چھبیلی کی قبر بتائی جاتی ہے جس کا کچھ خفیف نشان موجود ہے۔ قریب میں پیپل اور آنب کے درخت اور جدید مندر ہے۔ مندر کے دوسری جانب ایک بزرگ کا مزار ہے جو غوث صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔ ایک مسجد بھی تھی جو منہدم ہو گئی لیکن نشانات اب تک موجود ہیں [۵۲] اس لڑائی کے شہدا کے مزار موضع رسول پور اور چھپاری میں موجود ہیں [۵۳] جامع مسجد کا حال دیکھئے [۵۴] ابوبکر قندھاری کی خانقاہ بیانہ میں اب تک موجود ہے

[۵۵] یہ وہی سلطان بہرام ہے جس کے نام پر شیخ نظامی گنجوی نے مثنوی مخزن الاسرار لکھی ہے۔ سید حسن غزنوی نے اُس کے جلوس کے دن جو قصیدہ لکھا تھا اُس کا مطلع یہ ہے ؎

ندائے بر آمد ز ہفت آسماں ۔۔۔۔۔ کہ بہرام شاہ است شاہِ جہاں

یہ بادشاہ علما فضلا کی قدر دانی میں شہرۂ آفاق تھا۔ کتاب کلیلہ دمنہ اُسی کے عہد میں اور اُسی کے نام پر عربی سے فارسی میں ترجمہ ہوئی۔ حکیم سنائی نے حالت قید میں کتاب حدیقۃ الحقیقۃ بھی اسی کے نام پر لکھی تھی جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

عرش گر بارگاہ را زیبد ۔۔۔۔۔ شاہ بہرام شاہ را زیبد

۵۱۲ھ / ۱۱۱۸ء میں تخت نشین ہوا اور ۵۴۷ھ / ۱۱۵۲ء میں انتقال کیا۔

"کہ اُس نے اپنے عہد دولت میں چند مرتبہ ہندوستان کی طرف متوجہ ہو کر متمردوں کی خوب گوشمالی کی اور اوّل مرتبہ جب ہندوستان میں آیا تو محمّد باہلیم کو جو سلطان ارسلان شاہ کی طرف سے لاہور کے لشکر کا سپہ سالار تھا اور شاہ موصوف کے مقابلہ میں علم مخالفت بلند کیا تھا۔ ۲۷ رمضان ۵۱۲ھ ۱۱۱۸ء کو گرفتار کرکے قید کیا پھر اُس کو معاف کرکے بدستور سابق ہندوستان کا سپہ سالار کیا اور خود غزنیں کی طرف مراجعت کی۔ محمّد باہلیم نے سلطان کے جانے کے بعد قلعہ کالنجر کو فتح کیا"۔ غالباً اسی لشکر یا اس کے کچھ حصّہ نے بیانہ اور سیکری کو مفتوح کرکے اسلامی مملکت میں شامل کیا۔ جہاں تک خیال کیا جاتا ہے یہ لڑائی موضع چُریاری میں جو سیکری کے سوانہ سے ملحق شمالی جانب واقع ہے ہوئی تھی۔ وہاں کے کھیڑے اور چند مزارات سے اس خیال کی تقویت ہوتی ہے۔ اس کے بعد نہ معلوم کتنی مدّت بعد راجپوت پھر بیانہ اور اُس کے قرب وجوار علاقے پر قابض ہو گئے۔ ۵۹۲ھ ۱۱۹۵ء میں شہاب الدین غوری اور قطب الدین ایبک نے پھر بیانہ کے قلعہ کو فتح کیا اور اس نواح کی حکومت اپنے ایک ترک غلام بہاؤالدین طغرل کو عطا فرمائی۔ اُس کے مرنے کے بعد یہ کُل علاقہ سلطنت دہلی میں شامل ہو گیا۔

۵۱۲ھ ۱۱۱۸ء میں مسلمان سیکری میں آباد ہوئے۔ اُس وقت سے مغلوں کے ابتدائی عہد تک یہ قصبہ خوب رونق پر رہا۔ اُن کتبوں سے جو مخدوم صاحب کے مقبرہ میں موجود ہیں پتہ چلتا ہے کہ اکبر کے اخیر عہد تک یہاں مسلمانوں کی خاصی آبادی موجود تھی۔ کسی منہدم شدہ مسجد کے کتبہ کا ایک ٹکڑہ انبیا والی مسجد میں رکھا ہے۔ اُس پر یہ عبارت کندہ ہے۔

اکبر کے عہد کا کتبہ

"درزمان جلال الدین محمّد اکبر بادشاہ ایں مسجد بنا کرد بہاؤالدین سنہ نہ صد و" اس سے بھی اس خیال کی تائید ہوتی ہے۔ گذشتہ آبادی کی وسعت کا اس مشہور روایت سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ قصبہ میں ۵۰۰ گھر صرف انصاریوں کے تھے۔ ۸۴ مسجدیں ۵۰-۶۰ برس پیشتر موجود تھیں جن کے نشانات اب تک بتلائے جاتے ہیں[1]۔ علاوہ اُن

[1] اکثر مسجدوں کے اندر آبادی ہو گئی ہے۔ میں نے ایک بڑی مسجد کو اندر سے جاکر دیکھا اُس میں دو تین گھر بن گئے ہیں۔ دیواروں پر کلمۂ طیبہ اور آیت الکرسی وغیرہ کندہ ہے۔

بے شمار قبروں کے جواب بھی موجود ہیں شہر خموشاں کا بہت بڑا حصہ جس میں کئی ہزار سنگین قبریں بیان کی جاتی ہیں اُس بند کے نذر ہوگیا جو اس کی آبادی کے قریب دور تک باندھا گیا ہے ظاہر ہے کہ اس چھ سات سو برس کے عرصہ میں یہاں ہزاروں نامی گرامی علما۔ حکما۔ شعرا مشائخ گذرے ہونگے مگر افسوس کہ زمانہ کی دستبرد سے ان کے حالات ایسے ناپدید ہوگئے کہ آج کوئی بھی نہیں جانتا کہ یہاں کس کس خاندان کے لوگ آباد تھے۔ جدھر دیکھو ویرانہ نظر آتا ہے۔ اور چاروں طرف حسرت کا بازار گرم ہے ؎

اب اُس میں حسرت و یاس و تمنا سیر کرتے ہیں	کبھی یہ دل تماشاگاہ تھا عیش و مسرت کا

اکثر ضمنی تذکروں سے سیکری کی گذشتہ آبادی اور باشندوں کا کسی قدر پتہ چلتا ہے سنہ ۸۹۲ھ / ۱۴۸۶ء میں جب حضرت شیخ سلیم چشتی رح کے والدین نے دہلی سے ترک وطن کیا تو اسی قصبہ میں سکونت اختیار کی۔ بیرم خان خانخاناں کے حال میں لکھا ہے کہ وہ ایک مرتبہ اسی سیکری میں ایک فقیر گوشہ نشین سے ملنے آئے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے شاہ صاحب سے پوچھا کہ تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ کے کیا معنی ہیں۔ اُنہوں نے تفسیر نہ پڑھی چپکے بیٹھے رہے۔ خانخاناں نے کہا! تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ بِالْقَنَاعَةِ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِالسُّؤَالِ۔

سنہ ۹۵۲ھ / ۱۵۴۵ء میں جب سلیم شاہ کا بھائی عادل خاں رنتھنبور سے اپنے بھائی سے تخت و تاج کا معاملہ فیصل کرنے آیا تو اسی قصبہ میں مقیم رہا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکبر کے عہد تک یہ شریف مسلمانوں کی بستی تھی جس کے در و دیوار پر خوب رونق برستی تھی۔ فتحپور کی آبادی کے بعد اس قصبہ کی آبادی کا تنزل شروع ہوا۔ موجودہ آبادی گاؤں کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور دو حصوں میں منقسم ہے۔ چھوٹا حصہ فتحپور کی فصیل کے اندر ہے جو اپنے قدیمی نام سیکری سے موسوم ہے۔ اس میں غدر کے وقت تک کثرت سے میواتی لوگ آباد تھے۔ یہی لوگ قرب و جوار اور قصبہ کے اس حصہ کے زمیندار تھے۔ بڑی بڑی عالیشان حویلیاں ان کی بنی ہوئی تھیں۔ غدر میں ان لوگوں پر بغاوت کا الزام قائم ہوا۔ کل زمینداری ضبط ہوگئی۔ تمام حویلیاں اور مکانات کھدوا کر پھنکوا دئے گئے۔ ہزاروں پھانسی پر چڑھائے گئے

اب صرف تین چار گھر مفلس میواتیوں کے موجود ہیں۔ باقی کُل اہل ہنود آباد ہیں۔ اس حصّہ میں صرف تین چھوٹی چھوٹی مسجدیں شکستہ حالت میں باقی ہیں جن کا حال آگے بیان کیا جائیگا

آبادی نگر

دوسرا بڑا حصّہ دہلی دروازہ کے باہر ہے جو "نگر" کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں البتہ پچاس ساٹھ گھر قدیم باشندوں یعنی شیخ زادوں کے موجود ہیں۔ کچھ مدت پیشتر تک اس حصّہ کی کُل زمینداری اِنہیں کے ہاتھ میں تھی مگر آہ یہ نہ دریافت کیجئے کہ اب کس حالت میں ہیں۔ افلاس وجہالت یوں تو عام طور سے ہر جگہ کے مسلمانوں پر چھائی ہوئی ہے مگر یہاں کا نمبر سب سے بڑھا ہوا ہے۔ سب کاشتکاری پیشہ افلاس کی مصیبت میں مبتلا۔ اپنے بزرگوں کے نام تک سے ناواقف۔ اور کچھ خبر نہیں رکھتے کہ کس گلزار کے بہار خزاں رسیدہ اور کون سے پُربرگ وبار شجر کے شاخ بُریدہ ہیں۔ افسوس ؎

چو من مناسب خلف نبودم زرو گوہر دانش ہمیں سلف را	ز دستِ من شد کتب پریشاں ز جہل من شد دفاتر ابتر

گذشتہ قصبہ کے کھنڈرات اور باقی ماندہ آثار اسی جانب زیادہ ہیں جن کا حال ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ اگرچہ دس بارہ مسجدیں ٹوٹی پھوٹی اب تک موجود ہیں مگر سب ویران اور ایک بھی آباد نہیں۔ اور آباد کیسے ہوں کوئی نماز پڑھنے والا ہی نہیں۔

گڑھی راجہ بلرام

فتحپور کی موجودہ فصیل کے باہر لال دروازہ اور آگرہ دروازہ کے آگے پہاڑ کے اوپر یہ چھوٹا سا قلعہ واقع تھا جو سِکرواروں کی گڑھی یا راجہ بلرام سکروار کی گڑھی کہلاتا ہے مشہور ہے کہ غدر کے وقت تک اس میں اکثر عمارتیں شکستہ حالت میں موجود تھیں مگر اب کوئی عمارت باقی نہیں صرف قلعہ کا دروازہ اور گوشہ شمال ومغرب کا ایک برج شکستہ حالت میں موجود ہے۔ آگرہ سے فتحپور جاتے وقت سب سے پہلے یہی دروازہ اور شکستہ بُرج دکھائی دیتا ہے۔ یہ دروازہ شمالی جانب ہے اور سنگ سرخ کا ہے جس کی چوڑائی ۶ فیٹ ۷ انچ ہے۔ اس کے آگے سیڑھیوں کے نشان بھی پائے جاتے ہیں۔ اندر لداؤ کی چھت تھی جس کا کچھ حصّہ باقی ہے۔ اس کے علاوہ درمیان میں ایک چبوترہ بھی موجود ہے

مندر وباولی قدیم

اسی دروازہ سے تھوڑی دور آگے پہاڑ کے نیچے اس خام راستہ کے اوپر جو لال دروازہ سے اچھنیرہ کو گیا ہے ایک مندر اور باولی سکرواروں کے عہد کی واقع ہے۔ یہ مندر چانوڑ کا منڈہ کہلاتا ہے۔ سکرواروں کے عہد میں غالباً اس جگہ کوئی عمارت ہوگی مگر اب صرف ایک چھوٹے سے احاطے میں جو ۱۲ فیٹ × ۱۲ فیٹ ہے چامُنڈا دیبی کی مورتیں رکھی ہوئی ہیں۔ اسی احاطے سے ملی ہوئی باولی ہے جس میں مشرق کی جانب سیڑھیاں اُترنے کے واسطے بنی ہوئی ہیں جو بہت شکستہ حالت میں ہیں۔ نیچے اوپر تین دروازے ۷ فیٹ چوڑے بنے ہیں باولی کے گولے کے درمیان میں ایک حلقہ کے اندر بہت سی مورتیں نصب ہیں۔

میواتیوں کی مسجد

سیکری کی آبادی کے اندر میواتیوں کے محلہ میں یہ تین در کی مسجد واقع ہے اس کا رقبہ اندر سے ۲۰ فیٹ ۸ انچ × ۱۰ فیٹ ۸ انچ ہے۔ چھت چار چار ستونوں کے درمیان میں سنگ سرخ کی پٹیوں سے پٹی ہے۔ ستون نہایت خوبصورت اور منقش ہیں۔ اندرونی محراب جہاں اِمام کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے بہت خوبصورت ہے جس کے درمیان میں ایک نفیس کٹاؤ کا پھول کنگوروں کے درمیان میں بنا ہوا ہے جو خاص طور سے قابل دید ہے۔ روشنی کے واسطے سنگین ویوٹ دیواروں میں نصب ہیں۔ نقش ونگار اپنے طرز میں بے نظیر اور اُس قدیم طرز کے ہیں جو مُغلیہ عہد سے پیشتر رائج تھا۔ صحن کا فرش بالکل اُکھڑ گیا۔ اندر کا کچھ اُکھڑ گیا کچھ باقی ہے۔ مسجد سے ملا ہوا مغربی جانب سنگین بازار تھا جس کی کچھ دوکانیں موجود ہیں۔

مسجد مست علی

سیکری میں لال دروازہ کے قریب راستے کے شمالی جانب یہ چھوٹی سی سنگ سرخ کی مسجد

واقع تھی جو اب بہت شکستہ حالت میں ہے اور قریب بالکل منہدم ہو چکی ہے۔ اس کے دروازہ کی بیرونی پیشانی پر کتبہ کا پتھر لگا تھا جو آدھا ٹوٹ کر نیچے گر گیا ہے۔ اُس پر یہ عبارت کندہ ہے۔ "شدہ است مسجد فقیر مست علی بہ مریدان شاہ محبت گیلانی در عہد بادشاہ جم جاہ اورنگ زیب سلطان عالمگیر غازی خلد اللہ ملکہ، واقع تاریخ بیست و ہفتم شہر محرم الحرام سنہ پنجاہ ۱۱۱۱ھ (۱۶۹۹ء)" مغربی دیوار پر درمیانی محراب میں یہ بیت کندہ ہے ؎

روز محشر کہ جاں گداز بود	اوّلیں پرسش از نماز بود

اور جنوبی محراب میں نہایت خوشخط طغرے میں اللہ۔ محمدؐ۔ ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ کندہ ہے

مسجد فتح محمدؐ

اسی مسجد کے سامنے جنوبی جانب ایک دوسری سنگین مسجد ہے جس کا رقبہ ۱۴ ½ فیٹ × ۹ ½ فیٹ ہے۔ اس میں تین در ہیں۔ چھت پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہے۔ آگے ۱۹ فیٹ چوڑا سنگین فرش کا صحن ہے۔ اس کی چار دیواری بھی قائم ہے۔ دروازہ کی بیرونی پیشانی پر "یا اللہ" اور "یا کریم" کے درمیان میں "شد مسجد فتح محمدؐ در عہد بادشاہ عالمگیر بتاریخ ہشتم شہر شعبان سنہ ۴۹ (جلوس)" کندہ ہے۔ دونوں مسجدوں کے ارد گرد کاچھی لوگ آباد ہیں صرف ایک گھر مسلمان فقیر کا ہے۔

جامع مسجد

یہ مسجد "نگر" کی آبادی کے اندر واقع ہے۔ اور جامع مسجد۔ قاضی کی مسجد۔ باون کھمی مسجد تین نام سے موسوم ہے۔ سابق میں اس جگہ راجہ بدرام سکروار کا مندر تھا۔ جب ۵۱۲ھ (۱۱۱۸ء) کے قریب مسلمانوں نے سیکری کو فتح کیا تو شکرانہ فتح اور ابتدائی جوش و خروش میں بت خانہ کو خانۂ خدا بنا لیا۔ چنانچہ مسجد کے منقش ستون اور پتھر اُسی قدیم مندر کے ہیں اور اُن میں مچھلیاں اور اکثر مسخ شدہ مورتیں اب تک موجود ہیں قرب و جوار میں بھی دو ایک جگہ بت خانہ کے پتھر پڑے ہوئے ہیں۔

موجودہ عمارت کا رقبہ ۹۵ فیٹ ۹ انچہ × ۲۱ فیٹ ، انچہ ہے اور اس میں کل ۳۳ ستون ہیں جو ۱۱-۱۱ کی ترتیب سے اس طرح نصب ہیں کہ مسجد تین درجوں میں منقسم ہو گئی ہے۔ یہ ستون ۱۰ فیٹ کے قریب بلند ہیں۔ چھت پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہے۔ آگے ۳۴ فیٹ ۸ انچہ چوڑا صحن ہے جس کے شمال میں دروازہ ہے۔ اس میں لودھے آباد تھے حال ہی میں یہاں کے مسلمانوں نے خالی کرائی ہے۔ اندرونی محراب کے اندر کلمۂ طیبہ اور اطراف میں یہ آیۂ کریمہ کندہ ہے اوپر کے کچھ حروف خراب ہو گئے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ
(حقیقت میں تو) اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد رکھتا ہے جو اللہ اور روز آخرت

الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ
پر ایمان لایا اور نماز پڑھتا اور زکوٰۃ دیتا رہا اور خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ مانا تو ایسے لوگوں کی نسبت توقع

اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ○ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ
کی جا سکتی ہے کہ (آخر کار) اُن لوگوں میں (جا شامل) ہوں گے جو منزل مقصود پر پہنچیں گے کیا تم لوگوں نے حاجیوں کے پانی پلانے

الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَا يَسْتَوٗنَ
اور (ادب) حرمت والی مسجد (یعنی خانۂ کعبہ) کے آباد رکھنے کو اُس شخص (کی خدمتوں) جیسا سمجھ لیا جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لاتا

عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا
اور اللہ کے رستے میں جہاد کرتا ہے اللہ کے نزدیک تو یہ (لوگ ایک دوسرے کے) برابر نہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو راہ راست نہیں دکھایا کرتا۔ جو لوگ ایمان لائے

وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ
اور (دین کے لئے) انہوں نے ہجرت کی اور اپنے جان و مال سے اللہ کے رستے میں جہاد کئے (یہ لوگ) اللہ کے ہاں درجے میں کہیں بڑھ کر ہیں

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ (سیپارہ ۱۰ سورہ توبہ رکوع ۳)
اور یہی ہیں جو منزل مقصود کو پہنچنے والے ہیں۔

قاضی کی حویلی اور زنانی مسجد

جامع مسجد کے دروازہ کے سامنے مشرق کی جانب ایک عالی شان حویلی ہے جو قاضی کی حویلی

کہلاتی ہے۔ یہ قاضی برہان شاہ کی حویلی تھی جو اسلامی لشکر کے ساتھ یہاں تشریف لائے تھے ان کی اولاد میں ایک ضعیف العمر شخص قاضی عبدالرحمٰن نامی موجود ہیں جو آج کل آگرہ محلہ وزیر پورہ میں قصائیوں کی مسجد میں مقیم ہیں۔ میں اُن سے جاکر ملا۔ اپنے آپ کو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی اولاد میں بائیسویں ۲۲ پشت میں بتلاتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ چودہ ۱۴ پشت سے سیکری میں آباد ہیں۔ بیچارے کا جوان بیٹا مرگیا اُس کے رنج میں دماغ خراب ہوگیا ہے۔ زمانہ کا عجیب انقلاب ہے کہ قاضیوں کی جگہ حویلی میں بہت سے لودھوں کے گھر آباد ہیں وہی مثل ہے ؎

عاقل یہاں سے اُٹھ گئے اور بے شعور رہ گئے	گل گئے گلشن گئے باقی دھتورے رہ گئے

پورانے آثار میں ایک سنگین سہ دری۔ کچھ کوٹھریاں۔ اور ایک تین در کی چھوٹی سی زنانی مسجد جو بیبیوں کی مسجد کے نام سے مشہور ہے باقی ہے۔ اس مسجد کا طول ۹ افیٹ ۱۰ انچہ اور عرض ۱۰ افیٹ ۹ انچہ ہے مگر افسوس کہ اب اس خانۂ خدا میں بیل باندھے جاتے ہیں۔

نظر باغ

ایک ضعیف العمر شخص نے حویلی کے اندر ایک مقام بتلایا کہ اس جگہ نظر باغ تھا۔ جس کے نل اور فوّارے خود اُس نے دیکھے تھے۔ باغ کا کنواں اب پٹا پڑا ہے۔ ایک چھوٹا سا سنگین حوض ۲ فیٹ ۸ انچہ عرض وطول کا رکھا ہوا ہے جو ایک پتھر میں ترشا ہوا اور ۱ فٹ ۷ انچہ گہرا ہے اس میں جھرنے کے نشان موجود ہیں۔ اسی طرح کے کئی حوض یہاں تھے جس کی نسبت اس شخص نے بیان کیا کہ لوگ اُٹھا کر لے گئے۔ منجملہ اُن کے ایک بڑا حوض گاؤں کے کسی کنوئے پر رکھا ہوا ہے۔ حویلی کے مختلف مقامات پر بہت سے منقش اور سادہ ستون۔ پتھر۔ توڑے وغیرہ پڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔

مسجد انبیا

یہ مسجد بھی "نگر" کی آبادی کے اندر واقع ہے۔ جس میں ۵ در ہیں۔ مسجد کا طول ۳۳ فیٹ اور عرض ۱۴ فیٹ ۱۰ انچہ ہے۔ کل ۱۲ ستون ہیں جن میں کچھ منقش اور کچھ سادہ ہیں۔ اور اس ترتیب سے نصب ہیں کہ مسجد دو درجوں میں منقسم ہوگئی ہے۔ چھت پتھر کی

پٹیوں سے پٹی ہے۔ آگے ۳۰ فیٹ چوڑا صحن ہے۔ اُس وقت کی خوشی کا بیان حدِ تحریر سے باہر ہے، جب میں نے اس مسجد کو دیکھا اور اُس کے صحن کی مشرقی دیوار پر کتبہ کا پتھر نظر آیا۔ یہ پتھر کسی دوسری جگہ نصب تھا غالباً وہاں سے علیحدہ ہونے پر اس دیوار میں کسی نے لگادیا ہے۔ اس کتبہ کی پوری عبارت بوجہ خط کی کہنگی اور پتھر کے درمیان سے ٹوٹے ہونے کے پڑھی نہیں گئی۔ لیکن تاریخ تعمیر اور سنہ صاف پڑھ لیا گیا۔ جو کچھ پڑھا گیا وہ حسب ذیل ہے۔

"۔۔۔ مسجد در عہد خلافت بادشاہ ۔۔۔ زماں ناصر ۔۔۔۔ علاؤ الدنیا والدین مغیث الاسلام ۔۔۔۔ القایم بحجۃ اللہ الداعی الی ۔۔۔ اللہ مخصوص بعنایت الرحمٰن ابو المظفر محمد شاہ السلطان ۔۔۔۔۔۔ بتاریخ و روز چہار شنبہ و دوازدہم ماہ شوال سنہ ثلث عشر وسبع مائۃ"

اس عبارت سے واضح ہے کہ چھ سو گیارہ (۶۱۱) برس ہوئے کہ یہ مسجد سلطان علاؤ الدین خلجی کے عہد میں بدھ کے دن ۱۲۔ شوال ۷۱۳ھ / ۱۳۱۳ء کو بن کر تیار ہوئی۔ اس کتبہ کے علاوہ اندرونی محراب کے اطراف میں آیت الکرسی اور سورۂ اخلاص بھی کندہ ہے۔

اس مسجد کے علاوہ کچھ مسجدیں آبادی کے اندر ایسی ہیں کہ اُن میں مکان بن گئے ہیں۔ دو مسجدیں آبادی سے مشرق کی جانب شکستہ حالت میں پڑی ہیں۔ مگر جامع مسجد میواتیوں والی مسجد۔ اور یہ مسجد ضرور اس قابل ہیں کہ محکمہ آثار قدیمہ کے حکام ان کو ملاحظہ فرما کر ان کی مرمت کرادیں تاکہ یہ قدیم یادگاریں محفوظ ہو جائیں۔

مقبرہ مخدوم صاحب

نگر کی آبادی کے باہر بھرت پور کی سڑک پر اور دہلی دروازہ سے ٹھیک شمال کی جانب ایک مقبرہ واقع ہے جو مخدوم صاحب کے مقبرہ کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے چاروں طرف سیکری کی گذشتہ آبادی کے کھنڈر دکھائی دیتے ہیں۔ یہ دراصل مخدوم شیخ تاج الدین قدس سرہٗ کی خانقاہ تھی جو آبادی کے وسط میں واقع تھی۔ اب یہ قبرستان ہے درمیان میں شیخ کا سنگین روضہ بنا ہوا ہے جس کی جالیاں سنگ سرخ کی اور گنبد گچ کا ہے۔ طرز عمارت

بتا رہا ہے کہ مغلیہ عہد سے بہت پہلے کا بنا ہوا ہے۔ خانقاہ کی چار دیواری اور ارد گرد کے دالان اور حجرے شکستگی کے نذر ہو چکے ہیں صرف کہیں کہیں کی نمود باقی رہ گئی ہے۔ روضہ مربع شکل کا ہے جس کا ہر ضلع ۱۶ فیٹ ۸ انچ ہے۔ شمال و جنوب اور مشرق میں تین تین در ہیں جو سنگین جالیوں سے بند ہیں۔ صرف جنوب کا درمیانی در کھلا ہوا ہے۔ گنبد کے نیچے دو مزار ہیں جن کے سنگین تعویذ پورانی وضع کے ہیں۔ مغربی تعویذ پر کلمہ طیبہ اور اللہ اور مشرقی تعویذ پر صرف اللہ کندہ ہے۔ مغربی مزار مخدوم صاحب کا بتایا جاتا ہے مشرقی مزار کی نسبت کچھ حال نہیں معلوم ہو سکا۔ سیکری اور قرب و جوار کے لوگوں سے مخدوم صاحب کے حالات دریافت کئے تو خوش اعتقادی کی بہت سی روائتیں معلوم ہوئیں۔ لیکن سوائے نام کے کہ وہ بھی بہت مشکل سے معلوم ہو سکا اور کچھ حال نہ کھلا۔ اِس کے بعد بہت سی کتابیں دیکھیں۔ جواہر فریدی سے صرف اتنا پتہ چلا کہ آپ کا انتقال ۲۹ رجمادی الثانی ۷۲۱ھ / ۱۳۲۱ء کو ہوا جو ناصر الدین خسرو خاں کا زمانہ تھا۔ خانقاہ کے مغربی جانب ایک وسیع مسجد تھی جو منہدم ہو گئی۔ مگر خوش قسمتی سے اُس کے کتبہ کا ایک ٹکڑہ اب تک موجود ہے اُس کے اکثر حروف پڑھنے میں نہیں آتے لیکن لفظ مسجد اور تاریخ صاف پڑھ لی گئی۔ وہ یہ ہے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ... مسجد .... سنہ اربع عشر و سبع مائۃ ... الخامس والعشرین الرمضان"
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس مسجد کی تعمیر ۲۵۔ رمضان ۷۱۴ھ / ۱۳۱۴ء کو ختم ہوئی۔ یعنی مخدوم صاحب کی وفات سے سات آٹھ برس پیشتر سلطان علاؤ الدین خلجی کے عہد میں یہ مسجد تعمیر ہوئی تھی۔

روضہ کے ارد گرد بہت سی قبریں ہیں جن کے سنگین اور خوبصورت تعویذ صاف بتا رہے ہیں کہ یہ ذی مرتبہ بزرگوں کے آرام گاہ ہیں مگر کتبہ سے اکثر خالی ہیں اور جن پر کتبہ ہے بھی اُن پر بھی کلمۂ طیبہ۔ اللہ اکبر۔ لا تقنطو من رحمت اللہ۔ آیۃ الکرسی وغیرہ کندہ ہے۔ نام و نشان کا کچھ پتہ نہیں۔ نہایت شوق و ذوق سے ایک ایک قبر کو دیکھا تو تین گمناموں کا نام ملا۔ منجملہ ان کے گنبد کے گوشہ شمال و مغرب میں ایک طرز کے برابر برابر چار تعویذ

زمین دوز ہیں ان میں ایک پر کلمۂ طیبہ کے نیچے یہ عبارت عربی خط میں کندہ ہے "وفات یافت شیخ نجم الدین اعلیٰ فی شہر رمضان بتاریخ نوزدہم سنہ سبعہ خمسین تسع مائۃ"

(۱۹- رمضان ۹۵۷ھ (۱۵۵۰ء)

گوشہ جنوب و مشرق میں چار دیواری کے قریب دو تعویذوں پر کلمہ طیبہ کے نیچے یہ عبارت کندہ ہے "حاجی بیگم کوچ شیخ عزیز الرحمٰن بتاریخ ۱۸- شہر ربیع الآخر ۱۰۱۱ھ (۱۶۰۲ء)"

دوسرے پر "حاجی شیخ عزیز الرحمٰن ابن شیخ عبدالرحمٰن واعظ[۱۵]"

اس مقبرہ کے سامنے بھرت پور کی سڑک کی شمالی پٹری پر ایک چھوٹا سا گنبد بنا ہے جس کے اندر ایک قبر ہے اور اسی کے برابر ایک بچے کی قبر ہے جس کا تعویذ منقش اور بہت خوبصورت ہے اور اس پر آیت الکرسی کندہ ہے گنبد گچ کا ہے۔ اور اس کے نیچے جو پتھر لگے ہیں ان پر چاروں طرف یا اللہ۔ یا فتاح کندہ ہیں۔ قرب و جوار میں موسیٰ گنبد تک بہت سی قبریں ہیں۔

موسیٰ گنبد

شیخ موسیٰ - شیخ سلیم چشتی رح کے بڑے بھائی اور نواب ابراہیم خاں کے باپ تھے آپ کا مقبرہ سیکری میں تیرہ موریوں کے پاس بھرت پور کی سڑک پر واقع ہے اور موسیٰ گنبد کے نام سے موسوم ہے اور فتحپور سے دکھائی دیتا ہے۔ اسے اکبر کے عہد میں آپ کے صاحبزادے نواب ابراہیم خاں نے تعمیر کرایا تھا۔ اس کے قرب و جوار کے نشانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سابق میں اس کے گرد چار دیواری تھی اور اس کے اندر کچھ اور عمارت بھی تھی جو منہدم ہو گئی اب مقبرہ کا صرف درمیانی سنگین گنبد باقی ہے جو ۳ فیٹ بلند چبوترہ پر بنا ہوا ہے۔ بیرونی جانب چاروں طرف ایک ایک محراب دار در۔ درمیان میں اور اس کے دونوں جانب نیچے اوپر دو دو محراب دار دروں کے نشان بنے ہیں۔ درمیانی دروں کے دونوں بالائی سروں پر بجائے پھولوں کے اسم "اللہ" نہایت خوش خط کندہ ہے۔ سب سے اوپر چاروں طرف منقش کنگورے مزین ہیں۔ گنبد گچ کا ہے

[۱۵] یہ شیخ عبدالرحمٰن اسی سیکری کے رہنے والے اور سلطان سکندر لودی کے مقربان خاص سے تھے ہمیشہ بادشاہ کے ساتھ

چاروں طرف دروازے ہیں جن میں جنوبی دروازہ کھلا ہوا ہے باقی بند ہیں۔ پہلے ان میں جالیاں لگی تھیں اب صرف مشرقی دروازہ میں کسی قدر ٹکڑہ جالی کا باقی رہ گیا ہے۔
گنبد کے نیچے کا رقبہ ۲۴ فیٹ ۱۰ انچ × ۲۴ فیٹ ۱۰ انچ ہے اور ۴ فیٹ کے قریب دروازوں کا آثار ہے۔ دروازوں کے درمیان میں دو دو بڑے طاق بنے ہیں۔ اس کے اوپر ہشت پہل حصہ ہے جس کے ہر پہل میں محرابدار سینچیوں کے نشان ہیں اس سے اوپر ۱۶ پہل قائم کئے ہیں جس کے ہر پہل میں محراب دار کھڑکیوں کے نشان بنے ہوئے ہیں۔ اس کے اوپر سنگین لداؤ کی چھت ہے جسے سنگ سرخ کے درمیان میں سنگ سفید سے ۱۶ پھانکیں بنا کر خوش نما بنایا گیا ہے۔ درمیان میں ایک سنگین خوبصورت پھول نصب ہے۔
گنبد میں کل ۱۶ سنگین تعویذ ہیں ۸ بڑے اور ۸ بچوں کے ہیں مگر کسی پر کتبہ نہیں ہے۔ مشرق میں ایک چوکھنڈی کے اندر جو ۷½ × ۷½ فیٹ ہے ایک تعویذ ہے۔
قرب وجوار میں اور بھی کئی سنگین تعویذ پڑے ہوئے ہیں۔ مغربی جانب ایک پختہ کنواں موجود ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سیکری میں حضرت شیخ سلیم چشتی رح اور ان کے والدین کا مکان اسی مقام پر تھا جہاں اب یہ مقبرہ واقع ہے۔

باب ہشتم

روپ بانس اور وہاں کی عمارتیں

قصبہ روپ بانس

روپ بانس فتحپور کے گوشہ جنوب ومغرب میں ۴ - ۴½ کوس کے فاصلے پر واقع ہے۔ اب یہ ریاست بھرت پور میں ایک تحصیل کا صدر مقام ہے۔ آبادی تخمیناً ۴۰۰۰ کے قریب ہے۔ بلحاظ تاریخی سلسلہ کے فتحپور سے اس قصبہ کا خاص تعلق ہے لہذا مختصر طور

سے اس کے تاریخی حالات بھی قلمبند کئے جاتے ہیں۔

جب فتحپور آباد ہو کر دار الخلافت مقرر ہوا اور اکبر یہیں رہنے لگے تو اُس جنگل میں جس کے قریب یہ قصبہ آباد ہے شاہی شکارگاہ قائم ہوئی۔ جب اکبر فتحپور سے شکار کھیلنے کے واسطے اس شکارگاہ میں تشریف لیجاتے تو کئی کئی دن یہاں مقام ہوتا تھا۔ اس واسطے یہاں ایک پختہ تالاب اور شاہی محلات تعمیر کئے گئے۔ اس کے بعد بادشاہ کے ایک خدمتگار روپ خواص نے جو اسی مقام کے قریب کے ایک موضع سرسوندہ کا رہنے والا اور ذات کا راٹھور ٹھاکر تھا اس قصبہ کو آباد کیا۔ اور سنگین بازار تعمیر کرایا۔ جو اَبْ تک موجود ہے۔ جہانگیر کے عہد میں روپ مذکور منصب ہزاری پر سرفراز تھا۔ ۷ سنہ جلوس میں سرکار قنوج کی فوجداری پر سرفراز ہو کر خطاب خواص خان سے موصوف ہوا۔ اس خطاب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا۔ مدت تک یہ قصبہ اُسی کی جاگیر میں رہا۔ اس کے بعد جہانگیر نے مہابت خاں کے بیٹے امان اللہ کی جاگیر میں دیکر امان آباد نام رکھدیا لیکن یہ جدید نام پہلے نام کے سامنے نہ چمکا اور اب تک یہ قصبہ اپنے اصلی نام سے موسوم ہے۔ روپ خواص کا خاندان روپ بانس میں اب بھی موجود ہے اور یہ بات خاص دلچسپی سے دیکھنے کے قابل ہے کہ باوجود اس قدر مدت گذر جانے کے اب تک اس خاندان کے نام روپ پر چلے آتے ہیں جیسے فیض روپ۔ دھرم روپ عثمان روپ۔ سبحان روپ۔ فضل روپ۔ احمد روپ وغیرہ

اس خاندان کے لوگ چودھری کہلاتے ہیں اور کچھ مدت پیشتر تک قصبہ کی چودھراہٹ انہیں لوگوں کے نام تھی اور ریاست سے کچھ حقوق ان کے مقرر تھے۔ جب سے راجہ صاحب بھرت پور نے کسی بات پر خفا ہو کر ان کے حقوق ضبط کر لئے یہ خاندان تباہ حالت میں ہے اور محض مزدوری یا کاشتکاری پر ان کا گذارہ ہے۔

روپ خواص کے آثار سے علاوہ بازار کے ایک وسیع باغ کا احاطہ بھی باقی ہے جو محلات سے ملا ہوا جنوب و مغربی گوشے میں واقع اور چودھریوں کے باغ کے نام سے موسوم ہے۔ محلات اور آبادی سے ایک میل کے فاصلے پر شکارگاہ (جنگل) ہے جو تین چار کوس

شکارگاہ

کے گرد میں واقع ہے۔ درمیان میں مختلف مقامات پر آرام کرنے کے واسطے دو دو وسیع سنگین چبوترے بنے ہیں جو شمار میں ۱۴ ہیں یہ اکبر ہی کے عہد کے تعمیر شدہ ہیں۔ اکبر کے بعد جہانگیر اور شاہجہاں بھی سال میں دو ایک مرتبہ آگرہ سے یہاں آکر شکار کھیلا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے روپ بانس کا نام اُس عہد کی تاریخوں میں بہت آیا ہے۔

سنگ پتھر کی کان

روپ بانس کے قریب فتحپور کے راستہ میں موضع سنگاولی آباد ہے اس میں سنگ سرخ کی کان ہے۔ فتحپور کی عمارت میں زیادہ تر پتھر اسی کان کا لگا ہے۔ اس موضع میں بھی ایک محل اور دو مسجدوں کے نشان موجود ہیں۔ کان کے قریب ایک بلند ٹیلے پر کسی بزرگ کا مزار واقع ہے۔ یہ مقام شیخ کا تال کہلاتا ہے۔ ذیل میں روپ بانس کی شاہی عمارتوں کا حال درج کیا جاتا ہے۔

تالاب پختہ

آبادی کے گوشے جنوب و مشرق میں یہ نہایت وسیع سنگین اور پختہ تالاب واقع ہے اس کے جنوبی کنارے پر محلات بنے ہیں۔ شمال و مغرب میں تالاب میں اُترنے کے واسطے سنگین سیڑھیاں اور چاروں طرف سنگین کٹہرے کے نشان موجود ہیں۔ کناروں پر کئی برجیاں نشستگاہ کے واسطے بنی ہوئی ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کچھ مدت پیشتر تک کنول کے پھول کا بیج اس تالاب میں موجود تھا اور رنگ برنگ کنول کے پھول کھل کر نہایت خوش نما منظر پیدا کرتے تھے۔

محلات شاہی

تالاب کے جنوبی کنارے پر محلات شاہی بنے ہیں جو اکبر کے عہد کے تعمیر شدہ ہیں۔ یہ مشرق و مغرب اور جنوب میں ایک وسیع سنگ سرخ کی چار دیواری سے محصور ہیں جس کے اوپر خوش نما کنگورے کٹے ہوئے ہیں۔ صدر دروازہ جنوبی جانب ہے۔ جس کے آگے دونوں جانب پانچ پانچ در کے سنگین دالان بنے ہیں۔ دروازہ میں داخل ہو کر سب سے پہلے جو

بارہ کھمّا

عمارت ملتی ہے وہ بارہ کھمّے کے نام سے موسوم ہے۔ یہ سب سے زیادہ سبک اور خوبصورت سنگ سرخ کی عمارت ہے۔ اس کا طول شرقاً غرباً ۵۰ فیٹ اور عرض ۴۱ فیٹ ہے۔ شمال و جنوب میں پانچ پانچ بڑے بڑے اور مشرق و مغرب میں تین تین بڑے اور دو دو چھوٹے محرابدار در واقع ہیں۔ اس کے درمیان میں ۲۸ فیٹ ۸ انچ × ۱۸ فیٹ میں ایک بارہ دری بنی ہے جس کے شمال و جنوب میں تین تین بڑے اور مشرق و مغرب میں درمیان کا بڑا اور اردگرد کے چھوٹے چھوٹے در ہیں۔ عمارت کے ستون نہایت خوبصورت۔ سبک اور گول پہل دار ہیں۔ کل عمارت میں بہت نفیس نقاشی کا کام تھا جس کے رنگ اگرچہ مٹ چکے ہیں مگر پھول پتیوں کے نشان اب تک موجود ہیں جن سے اس عمارت کی گذشتہ خوبصورتی کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس کے مشرق و مغرب میں چبوترہ اور کناروں پر دالان۔ جنوب میں صحن اور شمال میں تالاب واقع ہے۔ احاطہ علیحدہ ہے۔

چمن و حمام

اس سے ملا ہوا مشرق کی جانب دوسرا احاطہ ہے۔ درمیانی دیواروں میں دروازہ لگا ہے احاطے کے صحن میں چمن تھا جس کی پختہ روشیں اب بھی موجود ہیں۔ تالاب کے کنارے پر کئی درجہ کا حمام ہے۔ جس کے ایک درجہ میں ایک چھوٹی سی قبر بنی ہے جو کسی بزرگ کی بیان کی جاتی ہے مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ حمام کے درجے اور قبر سے کیا نسبت۔ اسی احاطے کے ایک کمرہ میں ڈاک بنگلہ اور انجنیری کا دفتر ہے جو بند تھا اُسے میں دیکھ نہیں سکا

دربار خاص

بارہ کھمّے کے مغربی جانب جو احاطہ ہے اُس میں اب تحصیل کا دفتر اور خزانہ ہے۔ یہ دربار خاص کے نام سے موسوم ہے۔ بارہ دری کی اصلی خوبصورتی تو سفیدی پھر جانے سے جاتی رہی۔ مگر جنوبی دالان کی چھت پر ایک کمرہ البتہ قابل بیان ہے۔ جو چھتنہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ شرقاً غرباً ۲۱ فیٹ × ۱۴½ فیٹ ہے۔ شمال و جنوب میں تین تین محرابدار در ہیں جو جالیوں سے بند ہیں صرف درمیان میں جھروکے کھلے ہوئے ہیں۔ چھت راوٹی نما بہت خوبصورت پٹی ہے جس پر گذشتہ نقش و نگار کے نشانات موجود ہیں دیواروں پر نہایت خوبصورت محرابدار طاقوں کے نشان بنے ہیں۔

دربار خاص کے احاطے سے ملے ہوئے مغرب کی جانب تین احاطے اور ہیں جن میں سے

ایک میں شفاخانہ۔ ایک میں مولیشی خانہ ہے اور ایک میں تحصیل و تھانہ کے سپاہی رہتے ہیں

شاہی مسجد

تالاب کے گوشہ شمال و مشرق پر ایک سنگ سرخ کی مسجد بنی ہوئی ہے جو شاہی مسجد کے نام سے موسوم ہے۔ یہ چھوٹی سی تین در اور دو درجہ کی مسجد ہے۔ اس کے ستون بہت بلند ہیں۔ چھت پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہے۔ چھجّہ کے توڑے نہایت خوبصورت ہیں جمعہ کی نماز اسی مسجد میں ہوتی ہے۔ اب یہ شکستہ حالت میں ہے حجرے منہدم ہو گئے اور چھجہ بھی گر گیا ہے۔

قرولوں کی مسجد

شاہی مسجد سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک اور چھوٹی سی قدیم مسجد شکستہ حالت میں موجود ہے جو قرولوں کی مسجد کہلاتی ہے۔ یہ غالباً قراولوں کی مسجد ہو گی۔ اس کے اندر دو قبریں بھی ہیں اور قریب میں ایک پختہ کنواں بھی بنا ہے۔ اس کے علاوہ دو ایک اور بھی قدیم مسجدیں قصبہ میں موجود ہیں۔

نقّار خانہ

محلات کے صدر دروازہ کے قریب ایک سنگین کمرہ بنا ہے جو نقار خانہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے دروازے بند کر دیئے گئے ہیں اور اس میں سرکاری گھاس رہتی ہے۔

باب نہم

خانوآں (خانوہ)

خانوآں، فتحپور سے مغرب کی جانب ۴ کوس کے فاصلے پر ریاست بھرت پور میں

رانا سانگا اور شہنشاہ بابر کی لڑائی

اُس سڑک خام کے کنارے پر واقع ہے جو فتحپور سے نصیر آباد تک گئی ہے۔ یہ ایک تاریخی مقام ہے۔ ۱۳۔ جمادی الثانی ۹۳۳ھ ۱۵۲۶ء کو اِسی مقام پر شہنشاہ بابر نے رانا سانگا پر وہ نمایاں اور شاندار فتح حاصل کی تھی جس نے سلطنت ہند کا فیصلہ کر کے خاندان مغلیہ کے قدم کو اس سرزمین پر جما دیا۔ جب بابر نے آگرہ تک قبضہ کر لیا اُس وقت میواڑ کا فرماں روا راجہ سنگرام (رانا سانگا) تھا۔ یہ نہایت شجاع۔ بلند حوصلہ۔ اور مدبر راجپوت سردار تھا۔ اِس نے اپنی شجاعت رستمانہ اور شمشیر دلیرانہ سے قرب و جوار کے علاقوں کو فتح کر کے نہ صرف اپنی سلطنت ہی کو ایک سے ہزار درجے پر پہنچا دیا تھا بلکہ ارادہ کر لیا تھا کہ آریاورت (ہندوستان) کی مقدس زمین سے مسلمانوں کو بالکل ہی نکال باہر کرے چنانچہ مانڈو (مالوہ) کی خود مختار اسلامی ریاست کے بڑے حصہ پر وہ اپنا قبضہ کر چکا تھا۔ سلاطین دہلی اور گجرات بھی اُس کے مقابلے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ جب بابر نے ہندوستان کا قصد کیا تو رانا نے اُس کو رفیقانہ مراسلے لکھے اور وکیل بھیجے کہ جب آپ دہلی کی طرف کوچ کرینگے تو میں آگرہ پر آؤنگا۔ مگر جب بابر نے دہلی سے آگرہ تک فتح کر لیا اور اُس کی طاقت روز بروز بڑھنے لگی تو رانا نے اس کو اپنی آیندہ کامیابیوں کے خلاف تصور کر کے شاہی علاقے کی طرف کوچ کیا اور کندھار فتح کرتا ہوا بیانہ کے قلعہ پر آموجود ہوا۔ مہدی خواجہ قلعدار بیانہ نے بابر کو لکھا۔ اُس نے بھی آگرہ سے کوچ کیا اور قصبہ سیکری میں مقیم ہوا۔ اِسی عرصہ میں شاہی فوج کو بیانہ کا قلعہ بھی چھوڑنا پڑا۔ رانا سانگا نے وہاں سے آگے بڑھکر خانوآں میں پڑاؤ ڈالا اُس وقت کا اُس کا جاہ و جلال اور امیرانہ ٹھاٹ بھی بیان کے قابل ہے۔ ۸۰ ہزار جرّار فوج خود اُس کی اپنی تھی۔ اِس کے علاوہ امدادی فوج حسب ذیل تھی۔

صلاح الدین والیٔ سارنگپور (مالوہ) — ۳۰۰۰۰
حسن خاں حاکم میوات — ۱۲۰۰۰
محمود خاں پسر سلطان سکندر لودی — ۱۰۰۰۰

راول اُدے سنگھ والیٔ ڈونگرپور — ۱۲۰۰۰
راجہ بھاڑامل والیٔ انبیر (جیپور) — ۴۰۰۰
راجہ میدنی رائے والیٔ چندیری — ۱۲۰۰۰

راجہ نربت ہاڈا والیٔ بوندی — ۷۰۰۰
راجہ ستر دی کچھی — ۶۰۰۰
راجہ بیرم دیو — ۲۰۰۰
راجہ نرسنگھ دیو — ۴۰۰۰
اور راجہ مہاراجاؤں کی فوج — ۳۰۰۰۰

میزان کل ۲۰۱۰۰۰ دو لاکھ ایک ہزار

سات راجہ مہاراجہ - نو راؤ - ۱۰۴ راول اور راوت - ۵۰۰ ہاتھی اُس کے ساتھ تھے - اس کے مقابلہ میں بابر کے ساتھ دس بارہ ہزار سے زیادہ فوج نہ تھی - رانا کی فوج کی کثرت جیت اور بہادری کے افسانے سن سُنکر بابر کی فوج کے دلوں میں عام طور سے ہراس پیدا ہو گیا تھا - اسی عرصہ میں کابل سے ایک قافلہ آیا جس میں محمد شریف نام ایک نجومی بھی موجود تھا - سپاہیوں نے اُس سے زائچہ دیکھنے کی فرمائش کی - اُس نے زائچہ دیکھکر بیان کیا کہ مریخ غرب میں ہے اس طرف سے جو لڑیگا اُسے شکست ہوگی - اس بات کے منتشر ہوتے ہی تمام لشکر میں اور بھی افسردگی چھاگئی صرف بابر اور اُس کا قابل وزیر خلیفہ نظام الدین دو شخص ایسے تھے جو اس نازک وقت میں ہمت نہ ہارے اور اُن کے عزم درست اور رائے مستقل رہی - بابر نے اسی وقت مے نوشی سے توبہ کی اور جس قدر طلائی اور نقرئی آلات شراب نوشی کے تھے سب کو توڑ کر خیرات کر دیئے - اور سب فوج کو جمع کر کے بہ آواز بلند یوں گویا ہوا - سنو اے امیرو! اور اے جوانو! ؎

ہر کہ آمد بہ جہاں اہل فنا خواہد بود	آنکہ پایندہ و باقیست خدا خواہد بود

جو آدمی مجلس حیات میں آکر بیٹھتا ہے ایک روز اُس کو پیمانۂ اجل ضرور پینا ہوگا - اور جو اس منزل زندگی میں آیا ہے ایک نہ ایک دن اُس کو کوچ کرنا پڑیگا ؎

دریں سرائے فنا فکر سرسری ہیچ است	غم گدائی و فکر تونگری ہیچ است
بچشم عقل اگر بنگری جہاں خوابیست	بہ خواب شادی و غم ہر چہ بنگری ہیچ است

پس بدنام جینے سے ہر حالت میں نیکنامی کے ساتھ مرنا بہتر ہے ؎

بنام نکو گر بمیرم رواست	مرا نام باید کہ تن مرگ راست

سنو اور سمجھو کہ خداوند تعالیٰ نے یہ لازوال سعادت ہم کو نصیب کی ہے - اگر مر جائیں شہید مریں اور ہمیشہ زندگی کے لطف اُٹھائیں ؎

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق	ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

اگر فتح پائیں تو دنیا کی نعمتوں کے ساتھ "غازی بنیں" آؤ سب ملکر قسم کھائیں اور بھاگنے کے خیال کو دل سے نکال دیں - جب تک جسم میں جان ہے لڑائی سے ہاتھ نہ رُکے -

ورنہ سمجھ لو کہ کابل بہت دور ہے اور وہاں تک زندہ پہنچنا قطعی ناممکن ہے"۔ اس پُرزور تقریر نے جادو کا کام دیا اور سب قسمیں کھا کر مارنے مرنے پر مستعد ہو گئے۔ عصر کے وقت تک لڑائی پورے جوش پر تھی اور کسی فریق کی جانب غلبہ نظر نہ آتا تھا آخر آٹھ گھنٹے کی خونریز لڑائی کے بعد غروب آفتاب کے ساتھ ہی رانا کا خورشید اقبال بھی زوال پذیر ہونے لگا اور بابری اقبال کا نشان آفتاب عالمتاب کی طرح چمک اُٹھا۔ رانا کے بڑے بڑے نامور مسلمان امیر اور راجپوت سردار مارے گئے۔ رانا بہزار دشواری رن سے بھاگا اور چند ہی روز کے بعد اُس کا کام تمام ہو گیا۔ شیخ زین خوافی نے "فتح بادشاہ اسلام" تاریخ کہی۔ بادشاہ نے اسی دن سے غازی کا لقب اختیار کیا۔

آثار قدیمہ

اس تاریخی دلچسپی سے آثار قدیمہ کا شوق کشاں کشاں مجھے فتحپور سے خانوآں لے گیا۔ تیرہ دروازہ سے خانوآں تک اکثر آثار قدیمہ کے نشان سڑک کے کنارے پر نظر آتے ہیں۔ چوبیسوئیں میل سے تھوڑی دور آگے بڑھکر ایک ہشت پہل سنگین گنبد ملتا ہے جس کے اندر دو قبریں ہیں۔ تعویذ خوبصورت سنگ سفید کے ہیں جن میں ایک زنانہ۔ ایک مردانہ ہے۔ اسی کے قریب ایک چبوترہ پر چھ سات قبریں ہیں جن کے سنگین خوبصورت تعویذ صاف بتا رہے ہیں کہ ہم معززین کی آرامگاہ ہیں۔ سب کے لوح نقش مدعا سے خالی ہیں صرف ایک تعویذ پر نہایت خوش خط، خط نسخ میں فتحپور کے مشہور کتابہ نویس شیخ حسین چشتی[1] کے ہاتھ کا لکھا ہوا کتبہ موجود ہے۔ جس پر آیات قرآنی کے علاوہ یہ عبارت بھی تحریر ہے۔ "کتب ہذا الکتابہ الحسین ابن احمد الچشتی علی قبرہ سنہ ستہ وسبعین وتسع مائتہ" (۹۷۶ھ) اس سے تھوڑی دور آگے بڑھکر ایک شکستہ باولی ملتی ہے۔

۹۷۶ھ کا ایک مزار

موضع جوتانہ کی آبادی کے قریب پہاڑ کے نیچے ایک شکستہ عمارت کے اندر اور قرب و جوار میں بہت سی سنگین قبریں نظر آتی ہیں۔ منڈوی مرزا خاں کی آبادی سے مغرب کی جانب ایک بہت بڑی زینہ دار باولی اچھی حالت میں اب تک موجود ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی شکستہ باولیوں کے نشانات پائے جاتے ہیں۔

---

[1] یہ حضرت شیخ سلیم چشتی رح کے مرید اور خلیفہ تھے بلند دروازہ کا کتبہ بھی انھیں کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے ۱۲

خانوآں کی عمارتیں

خانوآں میں آٹھ دس سنگین مسجدیں شاہی عہد کی موجود ہیں جن میں بلحاظ عمارت آبادی کے اندر کی جامع مسجد سب سے اچھی ہے یہ تین در کی دوہری مسجد ہے جس کا رقبہ ۲۳ فیٹ ۱۰ انچ × ۱۷ فیٹ ۵ انچ ہے۔ ستون سادہ پہلدار ہیں۔ کتبہ کا ٹوٹا ہوا پتھر مسجد میں رکھا ہوا ہے جس کے حروف ایسے مٹ گئے ہیں کہ پڑھے نہیں جاتے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ سنہ ۹۰۰ھ (۱۴۹۴ء) کے بعد کی تعمیر ہے۔ ایک تین در کی دوہری مسجد پہاڑی کے سب سے بلند ٹیلے پر بنی ہے جو کئی کوس سے دکھائی دیتی ہے [1]

آبادی سے مغرب کی جانب کربلا ہے جس میں ایک سنگین مسجد۔ ایک پختہ کنواں دو تین خوبصورت گنبد۔ اور بہت سی سنگین قبریں ہیں۔ قرب وجوار میں اور بھی کئی چھتریاں بنی ہوئی ہیں۔ اگرچہ ان قبروں پر کوئی کتبہ نہیں ہے نہ ان کی نسبت کوئی زبانی روایت بیان کی جاتی ہے مگر جہاں تک خیال کیا جاتا ہے یہ بابر کی فوج کے شہدا کے مزار ہیں۔ انہیں میں سے ایک مزار سے گاؤں والے خاص عقیدت رکھتے اور صاحب مزار کو شہید بتلاتے ہیں۔ ایک مزار پہاڑی کے اوپر آبادی سے پورب کی جانب واقع ہے۔

ہرن منارہ

منتخب التواریخ سے واضح ہے کہ سنہ ۹۸۱ھ (۱۵۷۳ء) میں اکبر نے آگرہ سے اجمیر شریف تک ہر منزل پر ایک محل تیار کرایا اور ہر کوس پر ایک کنواں اور ایک منارہ تعمیر کیا۔ اُس وقت تک جتنے ہرن شکار کئے تھے اُن کے لاکھوں سینگ جمع تھے اُنہیں ہر منارہ پر لگا کر سراپا شاخ در شاخ کر دیا کہ یہ بھی یادگار رہے۔ ”میل شاخ اس کی تاریخ ہے“ (۹۸۱) فتحپور کے بعد پہلی منزل خانوآں تھی یہاں اب محل کا تو کوئی نشان باقی نہیں مگر خانوآں سے کوس ڈیڑھ کوس آگے موضع صید پورہ کی آبادی کے قریب ایک ہرن منارہ ابھی تک موجود ہے۔ اس کا طرز جہانگیری میل سے ملتا جلتا ہے مگر یہ اُس سے چھوٹا ہے۔ سینگ اب کوئی باقی نہیں مگر سوراخ اب تک موجود ہیں۔ اسی کے قریب ایک بڑی مسجد۔ کنواں اور کچھ منہدمہ عمارت کے آثار باقی ہیں مسجد میں رنگین کام تھا جو کہیں کہیں اب تک نمایاں ہے

[1] شاہان ایشیا کا قدیمی دستور تھا کہ جب انہیں کوئی نمایاں فتح حاصل ہوتی تھی تو مقام جنگ میں ایک بلند اور نمودار مسجد بابری فتح کی یادگار رہوں۔

ضمیمہ

حضرت شیخ الاسلام شیخ سلیم چشتی قدس سرہٗ

آپ شیخ فاروقی اور حضرت بابا فرید گنج شکر کی اولاد میں تھے۔ نسب شریف آپ کا حضرت بابا صاحب سے اس طرح ملتا ہے۔ حضرت شیخ سلیم چشتیؒ ابن شیخ بہاؤالدینؒ ابن شیخ بدرالدینؒ عرف شتھہ ابن شیخ سلیمان۔ ابن شیخ آدمؒ ابن شیخ معروفؒ ابن شیخ موسیٰؒ ابن شیخ مودودؒ ابن شیخ بدرالدین بدر العالمؒ ابن قطب الاقطاب حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

آپ کے جدِ بزرگوار شیخ سلیمان نے پاک پٹن سے ترک وطن کر کے لدھیانہ میں سکونت اختیار کی۔ اس کے بعد آپ کے پدر بزرگوار لدھیانہ کو چھوڑ کر دہلی تشریف لائے اور اُس محلہ میں جو سرائے شیخ علاؤالدین زندہ پیر کے نام سے مشہور تھا سکونت اختیار کی۔ اُسی مقام پر سلطان بہلول لودی کے عہد سلطنت میں ٨٨٣ھ / ١٤٧٨ع میں آپ پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ بی بی اخہ شیخ کرم اللہ عثمانی کی بیٹی۔ نہایت بزرگ اور رابعہ عصر تھیں۔ جب عمر شریف ۹ برس کی ہوئی آپ کے والدین قصبہ سیکری میں تشریف لائے۔ اور دونوں نے یہیں انتقال فرمایا۔ آپ کی پرورش اور تعلیم و تربیت آپ کے بڑے بھائی شیخ موسیٰ نے فرمائی۔ ۱۴ برس کی عمر میں آپ برادر بزرگ سے اجازت حاصل کر کے سرہند تشریف لے گئے

اور وہاں ملک العلما شیخ مجد الدین سے علوم ظاہری کا فیض حاصل کیا۔ ۱۰ برس کی عمر میں اقصائے عالم کی سیر اور زیارت حرمین شریفین کا شوق پیدا ہوا اور وہیں سے خشکی کے راستہ روانہ ہو گئے۔

اس زمانہ میں بھاپ اور برقی قوت کی بدولت سفر کرنا ایک معمولی بات ہو گیا ہے۔ لیکن گذشتہ زمانہ میں سفر واقعی سقر کا نمونہ اور جان بوجھکر جان جوکھوں میں پڑنا تھا۔ لیکن ہمارے اسلاف ہم سے پست ہمت نہ تھے وہ باوجود طرح طرح کی مشکلات کے علم و فضل کے شوق اور تجارت کے ذوق میں ایک ملک سے دوسرے ملک اور ایک سلطنت سے دوسری سلطنت میں جانا اور خشکی اور تری کے دور و دراز سفر طے کرنا ایسا معمولی بات سمجھتے تھے جیسا آج ہم دو چار گھنٹے کے ریل کے سفر کو آسان سمجھتے ہیں۔ غرضکہ آپ بحکم سیروا فی الارض ممالک کی سیر کرتے اور صانع حقیقی کی صنعتوں کے نمونے دیدۂ حق بین سے دیکھتے ہوئے حرمین شریفین پہنچے۔ ۲۰ برس تک عرب۔ ایران روم و شام۔ بغداد شریف۔ نجف اشرف۔ کربلائے معلی۔ بصرہ۔ لحسہ۔ مصر اور دیار غربی کے شہروں میں سیر و سیاحت کرکے فیض باطنی حاصل کرتے رہے۔ اس عرصہ میں باختلاف روایات ۲۴ یا ۱۴ حج آپ نے ادا کئے۔ تمام سال سفر میں بسر کرتے اور حج کے وقت مکہ معظمہ میں آجاتے تھے۔ بڑے بڑے مشائخ اور صدہا اہل اللہ سے شرف ملاقات حاصل کرکے کسب فیض کیا۔ بصرہ میں قطب الاقطاب خواجہ ابراہیم عرب سے جو چھٹے واسطہ میں خواجہ فضیل عیاض کے فرزند اور سجادہ نشین تھے فیض امانت پاکر خرقۂ خلافت سے مشرف ہوئے۔ عرب میں عام طور سے آپ شیخ الہند کہلاتے تھے۔ واپسی کے وقت چند مدت تک بغداد شریف میں حضرت غوث الاعظم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رح اور حضرت امام اعظم رح کے روضہ مقدسہ پر مقیم رہکر دولت سرمدی حاصل کی ہندوستان میں پہنچکر ڈھائی برس تک بھدالی سنجان میں جو سرہند سے تین کوس کے فاصلے پر ہے حضرت مخدوم شیخ زین العابدین چشتی رح کے مزار پر معتکف رہے۔ اس کے بعد سنہ ۹۴۰ھ / ۱۵۳۳ء میں سیکری تشریف لائے۔ اور حسب خواہش عیسی خاں لودی کے ان کی

دختر نیک اختر سے شادی کی۔

سنہ ۹۶۲ھ / ۱۵۵۴ء میں دوبارہ بحری راستہ سے حج کو تشریف لے گئے اور سورت سے جہاز پر سوار ہوئے۔ اس مرتبہ شیخ یعقوب کشمیری بھی ساتھ تھے۔ آٹھ حج ادا کئے۔ چار برس مکہ معظمہ اور چار برس مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ مکّہ والے چار برسوں میں بھی خاص خاص دنوں میں مدینہ طیبہ چلے جاتے تھے۔ سنہ ۹۷۱ھ / ۱۵۶۳ء میں ہندوستان واپس آئے۔ حضرت کی اس طویل سیر و سیاحت کا کوئی سفرنامہ دستیاب نہیں ہوتا اگر آج یہ حالات موجود ہوتے تو کس قدر مفید اور دلچسپ ذخیرہ ہوتا۔ منتخب التواریخ سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ حضرت نے اس سفر کے کچھ حال قلمبند ضرور کئے تھے۔ چنانچہ میاں عبداللہ نیازی کے حال میں لکھا ہے "کہ یہ اوّل شیخ سلیم چشتی رح کے مرید تھے اور اُنہیں کی خانقاہ کے پاس ایک حجرہ میں جس کو اب اکبر نے عبادت خانہ بنا لیا ہے معتکف رہتے تھے۔ جب اوّل مرتبہ شیخ سلیم چشتی رح سفر حج سے واپس تشریف لائے تو میاں عبداللہ نے سفر حج کی اجازت مانگی۔ شیخ نے اُن کو ایک طومار میں تمام اُن مشائخ اور اہل اللہ کا حال لکھدیا جن سے ولایت عرب و عجم میں خود ملاقات کر آئے تھے۔ چنانچہ میاں عبداللہ نے اُن سب ملکوں کی سیر کر کے اُن سب بزرگوں سے ملاقات حاصل کی الخ" پس اس تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ کچھ حالات آپ نے قلمبند ضرور کئے تھے ورنہ کل حالات کسی طرح زبانی یاد نہیں رہ سکتے تھے۔

شیرشاہ اور سلیم شاہ کے عہد میں آپ کی پرہیزگاری اور نیکوکاری لوگوں کے دلوں میں خاص اثر رکھتی تھی۔ جب سنہ ۹۵۲ھ / ۱۵۴۵ء میں شیرشاہ کا بڑا بیٹا عادل خاں اپنے چھوٹے بھائی سلیم سے تخت نشینی کے معاملے میں گفتگو کرنے آیا تو مع خواص خاں کے آپ ہی کے مکان پر مقیم ہوا۔ سلیم شاہ کے عہد میں جو خاص اُس کے دو امام تھے۔ اُن میں ایک آپ۔ دوسرے حافظ نظام بدایونی تھے۔

سنہ ۹۷۱ھ / ۱۵۶۳ء میں آپ نے فتحپور میں واپس آکر ایک خانقاہ تعمیر کرائی جس کا حال مسجد سنگتراش کے حال میں لکھا جا چکا ہے۔ ملّا عبدالقادر بدایونی صاحب منتخب التواریخ نے ایک خط عربی زبان میں حضرت کے نام تحریر کیا تھا جسے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے اُس میں

یہ دو تاریخیں آپ کی تشریف آوری کی لکھی تھیں ؎

شیخ اسلام ولیِ کامل	آں مسیحا نفس و خضر قدم
لامع از جبہ او سر ازل	طالع از چہرہ او نور قدم
از مدینہ چو سوئے ہند شتافت	آں مسیحا نفس و خضر قدم
بشمر حرفے و مشمر حرفے	بہر تاریخ زخیر المقدم

دیگر

شیخ الاسلام مقتدائے انام	رفع اللہ قدرہٗ السّامی
از مدینہ چو سوئے ہند آمد	آں ہدایت پناہئ نامی
ہند از مقدم ہمایونش	یافت از بہر خجستہ فرجامی
گیر حرفے و ترک کن حرفے	بہر سالش ز شیخ اسلامی

اکبر کی ۲۷-۲۸ برس کی عمر ہو گئی تھی۔ اس عرصہ میں کئی بچے ہوئے اور مر گئے اس وقت تک لاولد تھا۔ اور اولاد کی بڑی آرزو تھی۔ اس آرزو میں اکثر فقرا کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ شیخ محمد بخاری اور حکیم عین الملک نے حضرت کے بہت سے اوصاف بیان کئے۔ اکبر خود شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے۔ اور دعا کی التجا کی۔ ان کی ارادت اور اعتقاد نے مدت تک پھول پھل دئے۔ یعنی حضرت کی دعا کی تاثیر سے شاہزادہ سلیم اور شاہزادہ مراد اور شاہزادہ دانیال پیدا ہوئے۔ اور خانقاہ جدید تعمیر ہو کر فتحپور کی آبادی شروع ہوئی[1]۔ اسی عرصہ میں کہ محلات شاہی تعمیر ہو رہے تھے اور شہر آباد ہوتا جاتا تھا۔ شب پنجشنبہ ۲۹- رمضان ۹۷۹ھ/۱۵۷۱ء کو آپ کا وصال ہوا۔

علاوہ اُس تاریخ کے جو روضہ مبارک کے دروازہ کی پیشانی پر تحریر ہے ایک تاریخ شیخ ہندی اور دوسری یہ تاریخ صاحب منتخب التواریخ نے نکالی ہے ؎

تاریخ وفات شیخ اسلام	شیخ حکماء و شیخ حکام

صاحب منتخب التواریخ لکھتے ہیں کہ میں اوّل ۹۷۶ھ/۱۵۶۸ء میں شیخ اعظم بدایونی (نواسہ

[1] مفصل حال باب اوّل میں اور باب دوم میں رنگ محل کے حال میں ملاحظہ کیجئے۔

قطب الدین خان کوکلتاش کے والد تھے) کے وسیلے سے جو شیخ کے ہم جد بھائی اور داماد تھے ملازمت میں حاضر ہوا تھا۔ اثنائے گفتگو میں شیخ ممدوح نے مجھ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین رح کی قبروں کی صورت حدیث میں کیا لکھی ہے۔ میں نے دو قول بیان کئے۔ شیخ نے فرمایا کہ سہروردی نے واقعۂ صاعقہ میں تینوں قبروں کی صورت لکھی ہے اور اُس میں پہلے قول کو ترجیح دی ہے۔ میں دو روز تک حضرت کے ارشاد کے بموجب خانقاہ قدیم کے حجرے میں مقیم رہا۔ اس کے بعد ۹۷۸ھ (۱۵۷۰ء) میں کئی مرتبہ ملاقات ہوئی۔ میں نے جو اُن کی کرامات دیکھیں۔ اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جاڑے کے موسم میں فتحپور جیسے ٹھنڈے مقام میں جہاں بہت سردی ہوتی ہے خاصے کا کرتا اور ململ کی چادر کے سوا کچھ اور لباس نہ ہوتا تھا۔ شیخ ممدوح وصال کے روزے رکھا کرتے تھے۔ غذا آدھا تربوز بلکہ اِس سے بھی کم تھی۔ شریعت کے بموجب عبادت کا بجالانا۔ دردناک ریاضتیں اور سخت مشقتیں اُٹھا کر منازل فقر کو طے کرنا اُن کا عمل اور طریقہ کا اصول تھا اور یہ بات اُس عہد کے مشائخ میں کسی کو کم حاصل ہوئی۔ نماز پنجگانہ غسل کرکے جماعت سے پڑھتے تھے۔ اور یہ وظیفہ تھا کہ کبھی فوت نہیں ہوا۔ جب شیخ امان پانی پتی رح اُن کی صحبت میں آئے تو انہوں نے پوچھا۔ ”طریق شما باستدلال است یا بکشف“ جواب دیا۔ ”طور ما دل بردل است“

صاحب جواہر فریدی اور سلسلۃ الاسلام نے حضرت کے بہت سے خوارق عادات نقل کئے ہیں جنہیں بخوف طوالت قلم انداز کرکے صرف ایک روایت جو جہانگیر نے اپنی توزک میں تحریر کی ہے لکھتا ہوں۔ ”ایک دن کسی تقریب سے میرے والد نے پوچھا کہ آپ کی کیا عمر ہوگی۔ اور آپ کب ملک بقا کو انتقال فرماوینگے۔ فرمایا کہ عالم الغیب خدا ہے۔ جب بہت اصرار سے پوچھا تو مجھ نیازمند کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ کہ جب شاہزادہ اتنا بڑا ہوگا۔ کہ کسی کے یاد کروانے سے کچھ سیکھ لے۔ اور آپ کہے۔ جاننا کہ ہمارا وصال نزدیک ہے۔ والد بزرگوار نے یہ سُن کر تاکید کردی کہ جو لوگ خدمت میں ہیں۔ نظم و نثر کچھ نہ سکھاویں۔ اسی طرح دو برس اور سات مہینے گذرے۔ محلہ میں ایک عورت رہتی تھی

وہ نظر گذر کے لئے روزانہ اسپند جلا جاتی تھی۔ اس بہانہ سے اُسے صدقہ اور خیرات مل جاتی تھی۔ اُسے اس بات کا علم نہ تھا۔ ایک دن اُس نے مجھے تنہا پاکر یہ شعر یاد کروادیا ؎

الٰہی غنچۂ اُمید بکشا	گلے از روضۂ جاوید بنما

مجھے پہلے پہل یہ کلام موزوں ایک عجیب چیز معلوم ہوا۔ اُسی وقت شیخ کے پاس گیا اور یہ شعر اُن کو سنایا۔ وہ مارے خوشی کے اُچھل پڑے۔ اُسی وقت والد بزرگوار کے پاس گئے۔ اور یہ واقعہ بیان کیا۔ اتفاق یہ کہ اُسی رات اُنہیں بخار ہوا۔ دوسرے دن آدمی بھیجکر تانسین کلاونت کو کہ بے نظیر گویا تھا بلا بھیجا۔ اُس نے جاکر گانا شروع کیا۔ پھر والد مرحوم کو بلوایا۔ جب وہ تشریف لائے تو فرمایا کہ وعدہ وصال قریب ہے۔ تم سے رخصت ہوتے ہیں۔ اس کے بعد اپنے سر سے دستار اُتار کر میرے سر پر رکھدی۔ اور کہا کہ سلطان سلیم کو ہم نے اپنا جانشین کیا۔ اور اُسے خدائے حافظ و ناصر کو سونپا۔ دمبدم ضعف بڑھتا جاتا تھا۔ اور مرنے کے آثار ظاہر ہوتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ محبوب حقیقی کا وصال ہوا"۔ [۱]

خلفائے شیخ

صاحب منتخب التواریخ لکھتے ہیں "کہ بہت سے مشائخ حضرت کی صحبت سے فیض پاکر درجۂ تکمیل کو پہنچے اور اُن کے قائم مقام ہو گئے۔ اُنہیں میں ایک شیخ کمال الوری تھے جن کے دل میں عشق کی آگ بھڑک رہی تھی۔ ایک شیخ پیارے بنگالی ہیں جو بنگالہ کے شہروں میں بہت مشہور ہیں۔ ایک شیخ فتح اللہ ترین سنبھلی ہیں۔ ایک شیخ حاجی حسین ہیں جو اُن کے سب خلیفوں میں عمدہ اور فتحپور میں اُن کی خانقاہ کے خادم تھے"۔

اِن کے علاوہ آپ کے مشہور خلفا یہ ہیں **عرب میں** سید محمود مغربی۔ شیخ محمود۔ شیخ رجب چلپی متولی روضہ مقدسہ حضرت رسول مقبول صلعم **ہندوستان میں** شیخ طٰہٰ گجراتی۔ شیخ محمد شروانی۔ شیخ محمد بخاری۔ شیخ سیدجی۔ شیخ کبیر ابن شیخ عبدالغفور بنی اسرائیل سارنگپوری۔ شیخ محمد غوری۔ شیخ حسین ابن شیخ ابراہیم چشتی۔ شیخ حسین کنبوہ

---

[۱] توزک جہانگیری صفحہ ۲۶۱۔ دربار اکبری صفحہ ۶۹۵ [۲] صاحب منتخب التواریخ لکھتے ہیں کہ ان کا نام شیخ حسین اور تخلص چشتی ہے صوفی دہلوی اور حضرت شیخ سلیم چشتی رح کے مرید تھے اور اسی وجہ سے اُنھوں نے اپنا تخلص چشتی مقرر کیا تھا فتحپور کی خانقاہ میں صوفیوں کے زمرہ میں رہتے تھے اِن کا ایک دیوان اور بہت سی کتابیں تصنیف سے ہیں۔ ایک کتاب دل و جان ہندوستانیوں کے طرز پر نظم میں لکھی ہے ۱۲

شیخ حسین تنبی - شیخ ولی ابن شیخ یوسف چشتی ساکن قصبۂ مئو - شیخ حماد بن شیخ معروف چشتی گوالیاری - شیخ رکن الدین ابن شیخ عجائب - شیخ بھکاری بنی اسرائیل - شیخ سمدھاری بنی اسرائیل - سید حسین دہلوی - شیخ عبدالواحد دہلوی - شیخ جلال سرہندی - حافظ امام سرہندی - شیخ ابراہیم صوفی سرہندی -

اولاد

حضرت شیخ الاسلام کے چھ بیبیوں سے ۲۲ لڑکے اور ۱۴ لڑکیاں پیدا ہوئیں - ان میں سے بہت سے بچوں نے خوردسالی میں انتقال کیا - جن کے نام رکھے گئے وہ حسب ذیل ہیں **پسران** - شیخ محمد - شیخ احمد - شیخ بدرالدین - شیخ تاج الدین - شیخ نصراللہ - شیخ محمود شیخ معروف - شیخ منور **دختران** بی بی مریم - بی بی خدیجہ بزرگ - بی بی فاطمہ - بی بی عائشہ بزرگ - بی بی عائشہ خورد - بی بی زیبا - بی بی سائرہ - بی بی خدیجہ خورد - بی بی رقیہ - بی بی رابعہ - لڑکیوں میں بی بی زیبا بہت مشہور ہیں - ان کی شادی

بی بی زیبا

شیخ کبیر (نواب شجاعت خاں) سے ہوئی تھی - یہ رابعۂ عصر نہایت عابدہ اور زاہدہ بی بی تھیں زہد و ریاضت کا یہ عالم تھا کہ بارھوں مہینے روزہ رکھا کرتی تھیں - ۷ صفر کو جبکہ کسی قسم کی بیماری نہ تھی اپنی والدہ ماجدہ بی بی جیائی سے کہا کہ ہنگام سفر قریب ہے تم سے رخصت ہوتی ہوں - اس کے بعد خود سامان تجہیز و تکفین مہیا کرکے تھوڑی دیر بعد سفر آخرت اختیار کیا - مزار موضع جوتانہ میں ہے جس کا حال اوپر بیان ہو چکا ہے - بی بی عائشہ کی شادی شیخ جنید سے اور بی بی خدیجہ کی شادی شیخ اعظم ابن شیخ حسین بدایونی سے اور بی بی فاطمہ کی شادی شیخ فیروز ابن شیخ عبدل گوالیاری سے ہوئی تھی جہانگیر نے بی بی خدیجہ کا دودھ پیا تھا -

صاحبزادوں میں صرف چار جوانی تک پہنچے - بقیہ نے خوردسالی میں انتقال کیا - سب سے بڑے شیخ محمدؒ تھے - ان کا مفصل حال کسی جگہ نظر سے نہیں گذرا - ان کے بیٹے شیخ خواجہ اسمٰعیل تھے جن کی نسبت صاحب منتخب التواریخ نے لکھا ہے کہ ۲۹ شوال سنہ ۹۹۳ھ (۱۵۸۴ء) کو شیخ جمال بختیاری نے لدھیانہ میں - اور خواجہ اسمٰعیل نبیرہ شیخ الاسلام نے جو بڑا خوبصورت جوان تھا تھانیسر میں انتقال کیا - اس کے وفات کی یہ تاریخ ہوئی -

ع رفت زیبا گلے زباغ جہاں + اسی طرح شیخ معروف کا حال بھی سوائے اس کے کچھ معلوم نہیں کہ اُن کے دو بیٹے تھے جن کا نام شیخ عارف اور شیخ اسمٰعیل تھا۔ دو بیٹے شیخ احمدؒ اور شیخ بدرالدین صاحبِ نام و نشان ہوئے جن کا حال علیحدہ علیحدہ تحریر کیا جاتا

شیخ احمدؒ

آپ منجھلے بیٹے شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ منصب پانصدی (تنخواہ ۲۸۰۰ روپیہ ماہوار) پر سرفراز اور اکثر مہمات میں شریک تھے۔ شیخ ابوالفضل اکبر نامہ میں لکھتے ہیں۔ شیخ احمدؒ منجھلے بیٹے شیخ سلیم فتحپوری کے ہیں۔ دنیا داروں میں بہت سی عمدہ خصلتیں اُن کے چہرہ پر اُبٹنہ ملتی تھیں۔ لوگوں کی شکایت سے زبان آلودہ نہ کرتے تھے۔ خلاف طبع بات پر غم سے مغلوب نہ ہوتے تھے۔ متانت و وقار سے مصاحبت رکھتے۔ دستگیری عقیدت اور خوبی عبادت سے جرگہ اُمرا میں داخل ہوئے۔ ان کی بی بی کا سلیم نے دودھ پیا تھا مالوہ کی مہم میں بدپرہیزی کی۔ سمجھایا تو نہ مانا۔ آخر دارالخلافت (فتحپور) میں آکر فالج کی نوبت پہنچی۔ سنہ ۹۸۵ھ / ۱۵۷۷ء میں جس دن کہ بادشاہ اجمیر جاتے تھے۔ انہیں حضور میں لائے سجدہ عجز کرکے آخری رخصت حاصل کی۔ گھر میں جاکر آخری سانس نے منزل گاہ نیستی کا راستہ دکھایا[۱]

نواب معظم خاں

شیخ احمدؒ کے بیٹے شیخ بایزید تھے۔ ان کی شادی شیخ ابوالفضل کی لڑکی بی بی صالحہ سے ہوئی تھی۔ اکبر کے عہد میں اوّل منصب چہار صدی پر سرفراز ہوئے۔ لیکن اپنی عقلمندی اور کارگذاری سے بہت جلد ترقی پاکر منصب دوہزاری سے مفتخر ہوئے۔ جہانگیر نے تخت نشین ہوکر سہ ہزاری کا منصب دیا۔ اپنی توزک میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے مجھے شیخ بایزید کی ماں نے دودھ پلایا لیکن صرف ایک دن۔ اس کے بعد اسی سال معظم خاں کا خطاب مرحمت ہوا۔ سنہ ۳ جلوس میں چہار ہزاری منصب (۲۲۰۰۰ روپیہ ماہوار) پر

[۱] اکبر نامہ و دربار اکبری

پر ترقی ہوئی۔ سنہ ۶ جلوس (۱۰۲۰ھ/۱۶۱۱ء) انتقال کیا ان کے بیٹے شیخ عبدالصمد تھے جو مکرم خاں کے خطاب سے مفتخر ہوئے۔ اِن کا حال علیحدہ قلمبند کیا جائیگا۔

شیخ بدرالدین

حضرت شیخ سلیم چشتی رح کے چھوٹے صاحبزادے تھے سنہ ۹۵۸ھ (۱۵۵۱ء) میں پیدا ہوئے۔ شیخ نے انہیں کو اپنا خلیفہ اور سجّادہ نشین مقرر کیا تھا۔ ابتدا میں شاہی ملازمت میں داخل تھے۔ اس کے بعد ملازمت ترک کرکے گوشہ نشین ہوگئے۔ سنہ ۹۸۳ھ (۱۵۷۵ء) میں ایک رات اکبر نے انہیں عبادت خانہ میں بُلایا۔ یہ تشریف لے گئے مگر وہ ادب آداب جو ایام ملازمت میں بجا لاتے تھے بجا نہ لائے۔ اکبر کو یہ بات ناگوار گذری۔ باتوں باتوں میں کچھ بدمزگی بھی پیدا ہوئی۔ چند مدت بعد یہ بادشاہ کی بغیر اجازت اجمیر تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے گجرات کے راستہ مکہ معظمہ چلے گئے۔ وہاں عبادتیں اور سخت ریاضتیں کرنا شروع کیں۔ اکثر طے کا روزہ رکھتے اور گرمی میں ننگے پاؤں خانۂ کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے۔ سنہ ۹۹۰ھ (۱۵۸۲ء) میں ایک مرتبہ سات دن کا طے کا روزہ رکھا۔ گرم موسم۔ مکّہ کی گرم ہوا۔ اور وہ ننگے پاؤں طواف کعبہ کررہے تھے۔ اسی حالت میں پاؤں میں آبلے پڑکر تپ محرقہ ہوگئی۔ اور عیدالضحیٰ کے دن یعنی ۱۰۔ ذالحجہ سنہ ۹۹۰ھ (۱۵۸۲ء) کو ساقی لطف ازلی کے ہاتھ سے شہادت قتل فی سبیل اللہ کا شربت پیا۔ اِن کے دو بیٹے تھے۔ بڑے کا نام شیخ علاؤالدین (نواب اسلام خاں) اور چھوٹے کا نام شیخ قاسم (نواب محتشم خاں) تھا دونوں کا حال علیحدہ علیحدہ قلمبند کیا جاتا ہے۔

اعتقادالدولہ نواب اسلام خان چشتی فاروقی

اصلی نام شیخ علاؤالدین تھا۔ شیخ بدرالدین کے بڑے بیٹے اور حضرت شیخ سلیم چشتی رح کے پوتے تھے۔ سنہ ۹۷۸ھ (۱۵۷۰ء) میں پیدا ہوئے۔ ۱۴ برس کی عمر میں خرقۂ خلافت اپنے پدر بزرگوار سے پایا۔ اخلاق حمیدہ اور خصائل پسندیدہ کے سبب سے خاندان کی برکت تھے

جہانگیر سے چونکہ کوکلتاس کا رشتہ ملا ہوا تھا۔ لہٰذا اعتقاد الدولہ اسلام خاں کا خطاب
اور منصب چہار ہزاری مرحمت ہو کر بہار کا صوبہ عنایت ہوا۔ سنہ ۳ جلوس میں جہانگیر قلی خاں
صوبہ دار بنگالہ کے مرنے کے بعد بنگالہ بھی مرحمت ہوا۔ سنہ ۶ جلوس میں منصب پنج ہزاری
پر ترقی پائی۔ باوجودیکہ اکبر کے عہد میں بنگالہ میں لاکھوں آدمیوں کا خون بہہ چکا تھا۔
پھر بھی گذشتہ حکمراں پٹھانوں کی کھرچن کناروں میں لگی پڑی تھی۔ ان میں عثمان خاں
قتلو لوہانی کا بیٹا بڑا بہادر اور نامور سردار تھا کہ باوجود کئی معرکوں کے اُس کی جڑ ابھی تک
نہ اُکھڑی تھی۔ انہوں نے اپنے عہد حکومت میں خونریز لڑائیوں سے اُس کا کام تمام
کیا۔ اور اس کارگزاری میں سنہ ۸ جلوس میں منصب شش ہزاری (تنخواہ ۳۸۲۰۰ روپیہ
ماہوار) سے مفتخر ہوئے۔ اس موقع پر جہانگیر نے لکھا ہے "کہ جب میں نے اسلام خاں
کو بنگالہ کی صوبہ داری پر نامزد کیا۔ تو اس خدمت بزرگ کے تعین پر اکثر بندگانِ دولت
بوجہ خوردسالی اور ناتجربہ کاری اسلام خاں کے میری رائے کے خلاف تھے۔ لیکن
چونکہ میرے نزدیک اُس کے جوہر ذاتی اور استعداد فطری اس صوبہ کے انتظام کے واسطے
کافی تھی لہٰذا میں نے اپنی رائے کے موافق اُسے بنگالہ کی صوبہ داری سے اعزاز بخشا
اُس نے اِس خوبی اور عمدگی سے وہاں انتظام کیا کہ آج تک کسی تجربہ کار امیر نے بھی
ایسا نہ کیا تھا۔ قرب و جوار کے تمام ملک ممالک محروسہ میں شامل ہو گئے اور سب سے بڑا
کارنمایاں عثمان خاں افغان کا قلع و قمع تھا جو اس سے ظہور میں آیا"۔

سنہ ۸ جلوس میں جمعرات کے دن ۵۔ رجب ۱۰۲۲ھ / ۱۶۱۳ء کو اس دارِ ناپائدار سے کوچ
کر کے فتحپور کی درگاہ میں خواب آرام کیا۔ مرنے کا واقعہ بھی عجیب و غریب ہے۔ جہانگیر نے
لکھا ہے کہ مرنے سے پہلے ایک دن بھی بیمار نہ پڑے۔ میں اُس زمانہ میں اجمیر میں بیمار
تھا۔ اس کی خبر بنگالہ میں ہنوز نہ پہنچنے پائی تھی کہ ایک دن اسلام خاں کو خلوت میں
بیخودی پیدا ہوئی۔ جب ہوش آیا۔ اپنے ایک محرم راز سے جس کا نام شیخ بھیکن تھا
کہا۔ کہ عالمِ غیب سے مجھے ایسا معلوم ہوا ہے کہ بادشاہ سلامت بیمار ہیں اور اُس کا
علاج سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ سب سے زیادہ عزیز چیز فدا کی جائے۔ اوّل

میرے دل میں گذرا کہ فرزند ہوشنگ کو ولی نعمت کے فرق مبارک پر فدا کروں۔ لیکن چونکہ خورد سال ہے اور ہنوز زندگانی کا کوئی لطف اُس نے نہیں اُٹھایا لہٰذا اُس کی حالت پر مجھے رحم آتا ہے اب اپنے آپ کو اپنے صاحب اور مربی پر فدا کرتا ہوں۔ چونکہ یہ دعا صمیم قلب اور صدق باطن سے ہے۔ اُمید ہے کہ ضرور مقبول بارگاہ ایزدی ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ فی الفور ضعف پیدا ہوا اور تھوڑی دیر بعد انتقال کیا۔ اور شافی مطلق نے شفاخانۂ غیب سے صحت کاملہ اس نیازمند کو عطا فرمائی۔ اگرچہ والد بزرگوار اولاد و احفاد حضرت شیخ الاسلام پر خاص توجہ رکھتے تھے۔ اور ہر شخص پر اُس کی قابلیت اور استعداد کے مطابق تربیت اور رعایت فرماتے تھے۔ لیکن جب نوبت سلطنت اور خلافت اس نیازمند کی پہنچی بخیال ادائے حقوق اُن بزرگوار کے رعایت ہائے عظیم پانے لگے۔ اور اکثر امارت کے رتبہ پر پہنچکر صوبہ داری کے اعلیٰ منصب پر سرفراز ہوئے" [1]

سخاوت و دریا دلی

مؤرخین نے ان کی سخاوت اور دریا دلی کی بہت تعریفیں کی ہیں۔ اپنے خاص دسترخوان کے علاوہ ایک ہزار طبق طعام اور اُس کے لوازمات ملازموں کے لئے ہوتے تھے۔ گراں بہا زیور اور قیمتی کپڑوں کے خوان نوکر لئے کھڑے رہتے تھے۔ جس کی قسمت ہوتی تھی انعام دیتے تھے۔ جھروکہ درشن۔ دیوان عام۔ دیوان خاص وغیرہ مکانات دربار کہ لوازم سلاطین ہیں۔ انہوں نے بھی آراستہ کر رکھے تھے۔ ہاتھی بھی بادشاہوں کی طرح لڑاتے تھے۔ باوجودیکہ نہایت متقی پرہیزگار اور بکمال زہد سے زندگی بسر کرتے تھے اور کسی قسم کا نشہ یا امر ممنوع عمل میں نہ لاتے تھے۔ لیکن بنگالہ کی تمام کنچنیاں سرکاریں نوکر تھیں۔ اسی ہزار روپیہ ماہوار جس کا ۹ لاکھ ۶۰ ہزار روپیہ سال ہوا فقط اُن کی تنخواہ کی رقم تھی۔ اپنے خاص لباس میں ذرا بھی تکلف نہ کرتے تھے۔ دستار کے نیچے موٹے کپڑے کی ٹوپی اور قبا کے نیچے ویسا ہی کرتہ پہنتے تھے۔ دسترخوان پر خود بدولت کے سامنے مکئی اور باجرے کی روٹی۔ ساگ کی بھجیا۔ اور سٹھی چاولوں کا خشکہ آتا تھا۔ لیکن ہمت و سخاوت میں حاتم کو مات کرتے تھے۔ بنگالہ میں ۱۲۰۰ ہاتھی اپنے منصبداروں

[1] تزک جہانگیری صفحہ ۲۷۸-۲۷۹

اور ملازموں کو دئے۔ ۲۰۰۰۰ سوار اور پیادے اپنے فرقہ شیخ زادوں سے نوکر رکھے تھے[۱] ان کی شادی شیخ ابوالفضل کی بہن لاڈلی بیگم سے ہوئی تھی۔ اُن سے تین بیٹے تھے جن کا نام شیخ فضل اللہ، شیخ معظم، شیخ مودود تھا۔ شیخ فضل اللہ اکرام خاں کے خطاب سے موصوف ہوئے۔ اُن کا حال جداگانہ لکھا جائیگا۔ شیخ مودود نے خورد سالی میں انتقال کیا۔ شیخ معظم ۲۴ سنہ جلوس شاہجہانی میں اپنے بڑے بھائی کے انتقال کے بعد سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ ۲۶ سنہ جلوس میں منصب ہزاری سے مفتخر ہوکر فتحپور کی فوجداری پر مامور ہوئے۔ ۱۰۶۸ھ ۱۶۵۷ء کی جنگ سموگڈھ میں داراشکوہ کے ساتھ تھے اور اسی لڑائی میں مارے گئے۔

اولاد

شیخ معظم

نواب اسلام خاں کے چوک۔ حمام اور محلات کے علاوہ جن کا حال اوپر بیان ہو چکا ہے فتحپور میں ایک محلہ بھی اُن کے نام سے موسوم ہے جو اُنہیں کا آباد کیا ہوا اور اسلام گنج کے نام سے موسوم ہے۔ مشہور ہے کہ بنگالہ میں بھی اُن کی اولاد موجود ہے۔

نواب محتشم خاں

اصلی نام شیخ قاسم تھا۔ نواب اسلام خاں کے چھوٹے بھائی تھے۔ ابتدا میں نواب موصوف کے ساتھ بنگالہ میں متعین تھے۔ جب بھائی سے نہ بنی دربار میں بلائے گئے۔ ۵ سنہ جلوس میں منصب ہزار و پانصدی پر سرفراز ہوکر پھر بنگالہ بھیجے گئے۔ جہاں نواب اسلام خاں نے سرکار منگیر کی حکومت پر متعین کیا۔ نواب موصوف کے انتقال کے بعد بنگالہ کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ لیکن انتظام خاطر خواہ نہ ہوسکا لہذا ۱۲ سنہ جلوس میں وہاں سے دربار میں بلا لئے گئے۔ ۱۴ سنہ جلوس میں صوبہ دکن میں متعین ہوئے ۱۵ سنہ جلوس میں دوہزاری منصب ملا۔ ۱۶ سنہ جلوس میں خطاب محتشم خاں کے ساتھ منصب پنجہزاری (تنخواہ ۳۰۰۰۰ روپیہ ماہوار) مرحمت ہوکر صوبہ الہ آباد کی صوبہ داری پر متعین ہوئے۔ ۲۲ سنہ جلوس میں سرکار کالپی جاگیر میں مرحمت ہوئی۔ شاہجہاں کے عہد

[۱] دربار اکبری صفحہ ۳۵۷ و ۳۵۸ و مآثر الامرا جلد اوّل صفحہ ۱۱۸

میں سنہ ۱۰۴۴ھ / ۱۶۳۴ء میں انتقال کیا۔ مزار فتحپور کی درگاہ میں نواب اسلام خاں کے روضہ میں واقع ہے جس کا حال لکھا جا چکا ہے۔

ان کے حسب ذیل نو بیٹے تھے۔ [1] شیخ نور۔ [2] شیخ موسیٰ۔ [3] شیخ منور۔ [4] شیخ محمد۔ [5] شیخ افضل۔ [6] شیخ فرید۔ [7] شیخ انور۔ [8] شیخ احمد۔ [9] شیخ ہاشم۔ اب حضرت شیخ الاسلام کی اولاد ذکور کا سلسلہ انہیں کی اولاد سے جاری ہے۔ سجادہ نشینی کا سلسلہ حضرت شیخ کے بعد سے اس وقت تک اس طرح چلا ہے حضرت شیخ کے بعد [1] شیخ بدرالدین اُن کے بعد [2] شیخ علاؤالدین (نواب اسلام خاں) اُن کے بعد [3] شیخ فضل اللہ (نواب اکرام خاں) اُن کے بعد اُن کے بھائی [4] شیخ معظم۔ اُن کے بعد نواب محتشم خاں کے پوتے اور شیخ نور کے بیٹے [5] دیوان اسلام محمد۔ اُن کے بعد اُن کے بیٹے [6] شیخ ولی محمد اُن کے بعد اُن کے بڑے بیٹے [7] شیخ عبدالصمد۔ اُن کے بعد اُن کے بیٹے [8] شیخ احمد۔ اُن کے بعد اُن کے بیٹے [9] شیخ علی احمد۔ اُن کے بعد اُن کے بھائی شیخ محمد باقر کے بیٹے [10] شیخ کاظم علی اور اُن کے بھانجے [11] شیخ فضل الدین حسین اور اُن کے بعد شیخ کاظم علی کے بیٹے [12] شیخ عبدالحی اُن کے بعد شیخ فضل الدین حسین کے بیٹے [13] شیخ تفضل حسین۔ اُن کے بعد شیخ عبدالحی کے بیٹے [14] شیخ عبدالعزیز سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ اُن کے انتقال کے بعد اب اُن کے بیٹے [15] شیخ فضل رسول صاحب سجادہ نشین ہیں۔ پہلے سجادہ نشین کا تقرر دربار شاہی سے ہوتا تھا۔ اب منجانب کمیٹی اہل اسلام کیا جاتا ہے۔

سجادہ نشینی کا سلسلہ

نواب مکرم خاں

اصلی نام شیخ عبدالصمد تھا۔ نواب معظم خاں (شیخ بایزید) کے بیٹے اور شیخ احمد کے پوتے تھے۔ ابتدا میں نواب اسلام خاں کی ماتحتی میں صوبہ بنگالہ میں تعینات تھے اُن کے انتقال کے بعد نواب محتشم خاں بنگالہ کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ انہوں نے اِن سے کچھ بدسلوکی کی۔ یہ ناراض ہوکر دربار میں چلے آئے۔ اس کے بعد اُڈیسہ کی حکومت پر مفتخر ہوئے۔ سنہ ۱۶ جلوس جہانگیری میں صوبہ دہلی کی صوبہ داری اور

میوات کی فوجداری سے سرفراز ہوئے۔ سنہ ۱۸ جلوس میں منصب سہ ہزاری عطا ہوا۔ اس کے بعد ملک کوچ کی حکومت پر تبدیل ہوئے۔ سنہ ۱۲ جلوس میں بنگالہ کی صوبہ داری سے اعزاز پایا۔ لیکن چند ہی روز حکومت کرنے پائے تھے کہ کشتیٔ حیات لبریز ہو کر دریائے فانی میں غوطہ کھا گئی۔ واقعہ یہ ہوا کہ دربار سے ایک فرمان ان کے نام صادر ہوا یہ اس کے استقبال کے واسطے کشتی پر سوار ہو کر آگے بڑھے۔ اتفاقاً ایک ایسے مقام پر جہاں دریا میں ایک نالہ گرتا تھا نماز عصر کا وقت ہوا۔ نواب موصوف نے ملّاحوں کو حکم دیا کہ کشتی کو کنارے پر لگاویں تاکہ نماز عصر ادا کر کے آگے روانہ ہوں۔ ملّاحوں نے کشتی کو کنارے پر لگانا چاہا۔ اسی عرصہ میں ہوا زور سے چلنے لگی۔ اور پانی کے تلاطم سے کشتی ڈوب گئی۔ نواب ممدوح مع کل ہمراہیوں کے غریق بحر فنا ہوئے۔ پھر نہ معلوم کس طرح لاش دریا سے نکالکر فتحپور لائی گئی۔ مزار ایک حجرے کے اندر اسلام خاں کے روضہ میں واقع ہے جس کے دروازہ کی پیشانی پر یہ تاریخ کندہ ہے ؎

چو خانِ مکرّم ز طوفانِ دنیا	فرو برد کشتی بدریائے وحدت
بفرمود در خواب تاریخ خود را	کہ سالِ وصالم شفائی و رحمت
	۳۴ ۱۰ ھ

نواب اکرام خاں

اصلی نام شیخ فضل اللہ تھا۔ جہانگیر نے ہوشنگ نام لکھا ہے۔ نواب اسلام خاں کے بڑے بیٹے تھے۔ ابتدا میں اپنے باپ کے ساتھ بنگالہ میں تعینات تھے۔ سنہ ۱ جلوس میں منصب ہزار و پانصدی پر سرفراز ہوئے۔ اسی سال اکرام خاں کے خطاب سے اعزاز پایا۔ اور فتحپور اور میوات کی فوجداری پر متعین ہوئے۔ سنہ ۱۳ جلوس میں جہانگیر نے ان کی نسبت یہ فقرہ تحریر کیا ہے۔ "الحال پسر اسلام خاں کہ بخطاب اکرام خاں سرفرازی دارد و صاحبِ سجّادہ است و آثار سعادت مندی از احوال او ظاہر و خاطر بہ تربیت او متوجہ بسیار است"۔ سنہ ۱۴ جلوس میں منصب دو ہزاری (تنخواہ ۱۲۰۰۰ روپیہ ماہوار) پر ترقی ہوئی۔ شاہجہاں کے عہد میں مہم دکن میں تعیناتی ہوئی۔ پھر اسیر کی حکومت پر سرفراز

ہوئے ۔ ۲۱ ۔ رجب ۱۰۵۳ھ/۱۶۴۳ء کو ۲۰۰۰ روپئے انعام میں مرحمت ہوئے ۔ اس کے بعد نہ معلوم کیا قصور سرزد ہوا کہ منصب سے معزول ہو کر نقدی مقرر ہو گئی ۔ ۹ شعبان ۱۰۵۶ھ/۱۶۴۶ء کو قصور معاف ہو کر پھر منصب سابق پر بحال ہو گئے اور فتحپور جاگیر میں مرحمت ہوا ۔ ۱۰۶۰ھ/۱۶۴۹ء میں لاولد انتقال کیا ۔

نواب قطب الدین خاں کوکلتاش

اصلی نام شیخ خوبن تھا ۔ شیخ اعظم ابن شیخ حسین بدایونی کے بیٹے اور حضرت شیخ الاسلام شیخ سلیم چشتیؒ کے نواسے تھے ۔ اکبر کے عہد میں منصب سہ صدی و پنجاہی کے منصبدار تھے ۔ ۱۰۰۹ھ/۱۶۰۰ء میں جب جہانگیر باپ سے باغی ہو کر الہ آباد میں مقیم ہوا ۔ اور بہار و اودھ وغیرہ آس پاس کے صوبوں پر اپنا قبضہ کر کے ہر جگہ اپنے حاکم مقرر کئے ۔ تو صوبہ بہار کے خزانہ پر کہ ۳۰ لاکھ سے زیادہ تھا اپنا قبضہ کیا ۔ اور صوبہ مذکور کی حکومت پر انہیں سرفراز کر کے قطب الدین خاں کا خطاب دیا ۔ اس کے بعد جب خود تخت نشین ہوا تو منصب پنجہزاری (تنخواہ ۳۰۰۰۰ روپیہ ماہوار) مقرر کر کے صوبہ داری بنگالہ و اڑیسہ سے مفتخر کیا ۔ اور رخصت کے وقت خلعت ۔ اور شمشیر مرصع ۔ اور اسپ خاصہ مع زین مرصع ۔ اور دو لاکھ روپیہ نقد مرحمت کیا ۔

ذیقعدہ ۱۰۱۵ھ/۱۶۰۶ء میں نواب قطب الدین خاں کی ماں نے انتقال کیا ۔ جہانگیر نے انہیں کا دودھ پیا تھا اور انہیں کی آغوش تربیت میں پرورش پائی تھی ۔ اُنہیں جہانگیر سے اور جہانگیر کو اُن سے بیحد محبت تھی ۔ چنانچہ جہانگیر کو اُن کے مرنے کا سخت رنج ہوا خود ان کے جنازہ کو چند قدم کندھا دیا ۔ چند روز کثرت رنج و الم سے کھانا کھانے کو دل نہ چاہا ۔ اور کپڑے نہ بدلے ۔ خود لکھا ہے ۔ " والدہ اوبمن ازاں مقولہ است کہ چوں در ایام طفولیت برعایت و تربیت او پرورش یافتہ ام ۔ ایں مقدار اُنس کہ مرا با دوست بو الدہ حقیقی خود ندارم والدۂ قطب الدین خاں بجائے والدۂ مہربان من است و خودش را از برادران و فرزندان حقیقی کمتر دوست نمی دارم ۔ از کوکہا کسیکہ قابلیت کوکگی

بمن دارد قطب الدین خاں است"۔ وفات کے حال میں لکھا ہے۔ "در ماہ ذی قعد والدۂ قطب الدین خاں کوکہ کہ مرا شیر دادہ بجائے والدۂ من بود۔ بلکہ از مادر مہربان مہربان تر۔ واز خوردی باز در کنار تربیت او پرورش یافتہ بودم برحمت ایزدی پیوست الخ"

جب خانخاناں عبدالرحیم خاں بھکّر کی مہم پر متعین تھے تو طہماسپ قلی بیگ ایک بہادر نوجوان شریف زادہ ایران سے آیا تھا اور مہم مذکور میں کارنمایاں کرکے اُس کے مصاحبوں میں داخل ہوگیا تھا۔ خانخاناں نے حضور میں اُس کی خدمتیں عرض کرکے دربار میں داخل کرادیا۔ اکبر نے اُس کی شجاعت و دلاوری دیکھکر شیر افگن خاں خطاب دیا۔ اور مرزا غیاث سے کہکر نورجہاں بیگم سے اُس کی شادی کردی۔ بنگالہ میں اُس کی جاگیر تھی۔ نورجہاں بیگم پر جہانگیر عاشق تھے۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ قطب الدین خاں سے چلتے وقت جہانگیر نے کہدیا تھا۔ کہ شیر افگن خاں کو جس طرح سے ہوسکے شکار کرلو۔ اور نورجہاں کو لے آؤ۔ جہانگیر نے لکھا ہے کہ میں نے اُس کی شرارت اور فتنہ جوئی کا حال سنکر قطب الدین خاں کو لکھا تھا کہ اُسے دربار میں بھیجدو۔ اور اگر تعمیل حکم نہ کرے تو سزا کو پہنچاؤ۔ غرض کچھ ہی سبب ہو۔ قطب الدین خاں بردوان میں جہاں اُس کی جاگیر تھی پہنچے۔ اُس نے نہایت تپاک سے استقبال کیا اور دو آدمیوں کے ساتھ قطب الدین کے لشکر میں چلا آیا۔ یہ بھی اُس سے ملنے کو تنہا آگے بڑھے۔ اُس نے موقع پاکر تلوار سے دو تین زخم کاری ان کے پہنچائے۔ انبہ خاں کشمیری ان کا ایک نمک حلال سردار قریب کھڑا تھا۔ اُس نے جب یہ حال دیکھا۔ تلوار کھینچکر شیر افگن خاں پر دوڑا۔ دونوں نے ایک دوسرے پر وار کیا۔ اوّل انبہ خاں زخم کھاکر گرا۔ یہ حال دیکھکر اور لوگ دوڑ پڑے اُنہوں نے شیر افگن خاں کا بھی کام تمام کردیا۔ قطب الدین خاں نے بھی اُسی دن یعنی ۳۔ صفر سنہ ۱۰۱۶ھ (۱۶۰۷ء) کو اس واقع کے چار پہر بعد انتقال کیا۔ جہانگیر کابل میں تھا۔ جب یہ حال سُنا نہایت رنجیدہ ہوا۔ لکھا ہے کہ اس خبر ناخوش سے جس قدر رنج و صدمہ پہنچا ہے۔ لکھ نہیں سکتا۔ قطب الدین خاں کوکہ میرا یار وفادار بمنزلہ فرزند عزیز۔ اور برادر مہربان کے تھا۔ مشیت ایزدی میں جائے دم زدن نہیں۔ بعد رحلت پدر بزرگوار او

اُس کی والدہ کے اُس کی شہادت سے بڑھکر کوئی صدمہ مجھے نہیں پہنچا۔

نواب کشور خاں

نواب قطب الدین خاں کے دو بیٹے تھے بڑے بیٹے کا نام شیخ ابراہیم تھا۔ یہ سنہ ۱ جلوس جہانگیری میں منصب ہزاری پر سرفراز ہو کر خطاب کشور خاں سے موصوف ہوئے۔ سنہ ۳ جلوس میں رہتاس کے قلعدار۔ اور سنہ ۴ جلوس میں منصب دوہزاری سے مفتخر ہوئے۔ سنہ ۶ جلوس میں ۲۹ ذالحجہ ۱۰۲۱ھ کو مہم عثمان خاں میں نہایت بہادری سے لڑکر شہید ہوئے۔

نواب اخلاص خاں

ان کے بیٹے شیخ الہدیہ جانشین ہوئے۔ سنہ ۸ جلوس شاہجہانی میں مہم جھجھار سنگھ بندیلہ میں متعین ہوئے۔ سنہ ۱۷ جلوس میں منصب ہزار و پانصدی پر سرفراز ہو کر کالنجر کے قلعدار مقرر ہوئے۔ سنہ ۱۹ جلوس میں مہم بلخ و بدخشاں میں متعین ہوئے۔ اور حُسن کارگذاری میں خطاب اخلاص خاں سے مفتخر ہو کر منصب دوہزاری سے سرفراز ہوئے۔ سنہ ۲۲ میں منصب دوہزاری و پانصدی (۲۵۰۰)۔ اور سنہ ۳۱ میں منصب سہ ہزاری (۳۰۰۰) پر ترقی پائی۔ مہم قندھار و چتوڑ و دکن میں شریک اور سرگرم خدمات شاہی تھے۔

نواب احتشام خاں

دوسرے بیٹے نواب قطب الدین خاں کے شیخ فرید تھے۔ یہ جہانگیر کے اخیر عہد تک منصب ہزاری پر سرفراز تھے۔ شاہجہاں کے عہد میں سنہ ۲۲ جلوس میں کسی قصور پر منصب سے معزول ہو کر نقد وظیفہ مقرر ہو گیا۔ سنہ ۳۱ جلوس میں قصور معاف ہو کر منصب سہ ہزاری کے ساتھ صوبہ داری پٹنہ اور خطاب اخلاص خاں مرحمت ہوا۔ عالمگیر کے عہد میں احتشام خاں کے خطاب سے اعزاز پایا۔ مہم بنگالہ و دکن میں شریک ہو کر ہمت و بہادری کے جوہر دکھائے۔ اس کے بعد پونا کی نظامت پر تعینات ہوئے۔ سنہ ۱۰۷۵ھ (۱۶۶۴ء) میں انتقال کیا۔

شیخ نظام

ان کے بیٹے شیخ نظام سنہ ۱ جلوس عالمگیری میں سموگڈھ کی لڑائی کے بعد منصب ہزاری پر سرفراز ہوئے۔ اِس کے بعد کا کچھ حال نظر سے نہیں گذرا۔

نواب ابراہیم خاں

اصلی نام شیخ ابراہیم تھا۔ حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کے بھتیجے تھے۔ ان کے باپ شیخ موسیٰ حضرت شیخ کے بڑے بھائی اور مشائخ وقت سے تھے۔ اور ہمیشہ گوشۂ تنہائی میں ریاضت

اور مجاہدہ میں مشغول رہتے تھے۔ اکبر کے عہد میں حضرت شیخ کے خاندان میں سب سے زیادہ نواب ابراہیم خاں ہی نے ترقی کی۔ جب دربار میں داخل ہوئے تو اپنی حسن لیاقت کارگذاری۔ مزاج شناسی۔ اطاعت و فرمان سے اس طرح اکبر کا دل ہاتھ میں لیا کہ بڑے بڑے تجربہ کار اُمرا سے سبقت لے گئے۔ بادشاہ کے ہر حکم کو بڑی احتیاط اور عرق ریزی سے سرانجام دیتے تھے۔ ابتدا میں شاہزادوں کے ساتھ آگرہ میں متعین رہے۔ سنہ ۲۲ جلوس میں تھانہ داری لاڈلائی (راجپوتانہ) پر بھیجے گئے۔ وہاں اس خوبی سے انتظام کیا۔ کہ سنہ ۲۳ جلوس میں دار الخلافت فتحپور کی حکومت پر سرفراز ہوئے۔ سنہ ۲۶ جلوس میں مہم بنگالہ میں کارہائے نمایاں انجام دئے۔ سنہ ۹۸۹ھ/۱۵۸۲ء میں جب بادشاہ مرزا حکیم کے آنے کی خبر سنکر پنجاب روانہ ہوئے تو انہیں شاہزادہ دانیال کے ساتھ فتحپور میں چھوڑا۔ سنہ ۳۰ جلوس میں منصب دوہزاری (تنخواہ ۱۲۰۰۰ روپیہ ماہوار) پر سرفراز ہو کر دار الخلافت آگرہ کے صوبہ وار مقرر ہوئے۔ سنہ ۹۹۹ھ/۱۵۹۰ء میں انتقال کیا۔ وفات کے وقت پچیس کڑور روپیہ نقد اُن کے خزانہ سے برآمد ہوا۔ ہاتھی۔ گھوڑے۔ اجناس کا اسی پر اندازہ پھیلا لو۔ شیخ ابو الفضل وفات کے حال میں لکھتے ہیں۔ ”دریں ہولا شیخ ابراہیم سپری شد از معاملہ دانی فراواں بہرہ مند بود۔ و بدید بانی و کارشناسی او صوبہ دار الخلافت آگرہ انتظام داشت چہارم شہریور درگذشت۔ گیتی خداوند آمرزش درخواست و لپس ماندگان او نوازش یافتند۔“

نواب موصوف کا مقبرہ موضع رسول پور میں واقع ہے جس کا حال اوپر قلمبند ہوچکا ہے

باختتام بخیر
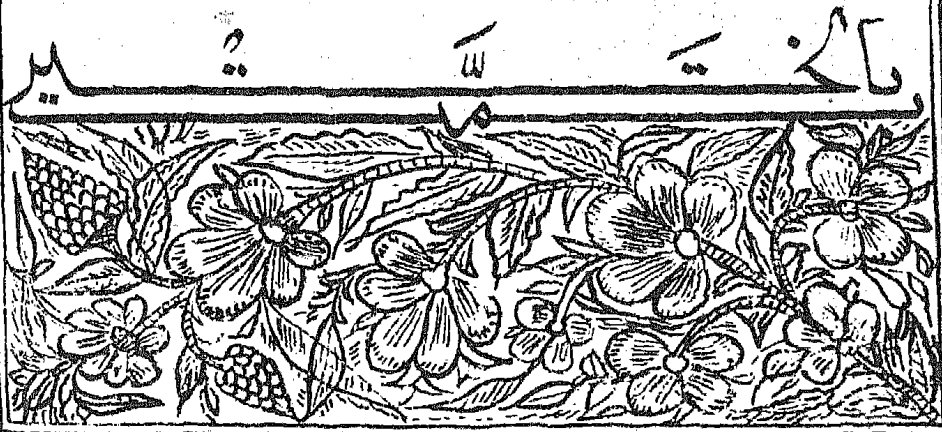
حیات خسرو

ہندوستان میں کون شخص حضرت امیر خسرو دہلوی رحؒ کے نام نامی سے ناواقف ہوگا۔ آپ کی سوانح عمری بڑی محنت اور عرقریزی سے چالیس۴۰ مختلف کتابوں سے مضامین اخذ کرکے تالیف کی گئی ہے۔ جس میں ولایت۔ ظرافت۔ شعر گوئی۔ حاضر جوابی۔ بذلہ سنجی۔ ایجاد و اختراع۔ تصنیف و تالیف محفل وجد و سماع کے مفصل حالات کے علاوہ فارسی ہندی غزلوں۔ مکرنیوں۔ پہیلیوں وغیرہ کا انتخاب دیکر کتاب کو اور بھی دلچسپ بنایا گیا ہے۔ نہایت خوشخط اور عمدہ کاغذ پر طبع ہوئی ہے۔ حجم ۱۹۲ صفحہ قیمت عہ/ علاوہ محصول ڈاک۔ مشتہر سے ملیگی۔

حیات صالح

علامی سعد اللہ خان وزیر اعظم شہنشاہ شاہجہاں کی دلچسپ سوانح عمری کا نام ہے جسے دیکھ کر خدا کی قدرت یاد آتی ہے کہ کس طرح پنجاب کے ایک گاؤں کا ایک غریب مگر شریف والدین کا بیٹا محض اپنی ذاتی قابلیت اور محنت سے کس قدر جلد سلطنت مغلیہ کا سب سے بڑا رکن بن گیا۔ لکھائی۔ چھپائی۔ کاغذ اعلیٰ درجہ کا حجم ۸۶ صفحہ قیمت ۶/ علاوہ محصول ڈاک۔ مشتہر سے ملیگی۔

اعلان

واضح ہو کہ اس کتاب کی رجسٹری حسب قانون بستم ۱۸۶۷ء ہو گئی ہے کوئی صاحب بلا اجازت مشتہر کے ارادہ چھاپنے یا چھپوانے کا نہ فرماویں ورنہ بجائے نفع کے نقصان ہوگا۔

المشتہر

محمد سعید احمد اہلمد کچہری کلکٹری آگرہ